بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَہٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَہُوْا

اور جو دے تم کو رسول ؐ سو لے لو اور جس سے منع کرے سو چھوڑ دو

مؤلف

استاذ العلماء حضرت مولانا سید عزیز علی شاہ صاحب

(تقریظ)

امام اہل سنت فخر علماء دیوبند شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہم شیخ الحدیث مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

تحقیق الدعاء

(العامۃ)

بعد صلوٰۃ الجنازۃ

مع جواب

اثبات الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ

ناشر

مکتبہ حنفیہ اردو بازار گوجرانوالہ پنجاب پاکستان

نام کتاب ۔ تحقیق الدُعا بعد صلوٰۃ جنازہ بجواب اثبات دُعا بعد صلوٰۃ جنازہ

نام مصنف : استاذُ العلماء حضرت مولانا حکیم سید عزیز علی شاہ صاحبؒ

تعداد ———— ۱۰۰۰

قیمت ———— [illegible] روپے

ملنے کے پتے

سید فدا حسین شاہ صاحب بخاری
مہتمم جامعہ عزیزیہ کھیکے ضلع گوجرانوالہ

مکتبہ حنفیہ اُردو بازار گوجرانوالہ

المحمود اکیڈمی اُردو بازار لاہور

مکتبہ صدیقیہ نور محل روڈ بہاولپور

مکتبۃ السادات شرقپور روڈ شیخوپورہ

المدنی دارُالکتب سرے کھاٹ حیدر آباد

محسن برادرس ۱۶۔ بیراج روڈ سکھر

اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵

مکتبہ طیبیہ معراج منزل بنوری ٹاؤن کراچی ۵

مکتبہ بنوریہ ، بنوری ٹاؤن کراچی ۵

درخواستی کُتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵

عزیز کتاب گھر بیراج روڈ سکھر

سُنّی پبلی کیشنز ، اُردو بازار لاہور

مکتبہ حسینیہ ۱۸ ، بلاک سرگودھا

مکتبہ الجمعیۃ امین بازار سرگودھا

مکتبہ امداد محلہ جھنگی پشاور

المحمود اکیڈمی محلہ جھنگی پشاور

الجمعیۃ اکیڈمی محلہ جھنگی پشاور

تاج کتب خانہ پار ہوتی مردان

مکتبہ حسینیہ پار ہوتی مردان

دارُالکتب والتجلید پار ہوتی مردان

فہرستِ مضامین (حصہ اوّل)

فہرست مضامین (حصہ دوم)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مقدمہ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَ اَزْوَاجِهٖ اَلْفُ اَلْفِ تَحِيَّةٍ وَّالتَّسْلِيْمِ۔

راقم الحروف نے حضرت مولانا حکیم عزیز علی شاہ صاحب کا رسالہ "تحقیق الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ" حرفاً حرفاً پڑھا۔ اگرچہ بعض مقامات پر طرز استدلال میں معمولی پیچیدگی اور بعض میں تقریب تام نہیں ہے مگر بایں ہمہ موصوف نے مسئلہ کے ہر گوشہ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اور حسن محنت، مشقت اور عرق ریزی سے بدعت کی تعریف اور پھر مسئلہ زیر بحث کو بادلائل ثابت کیا ہے اور فریق ثانی کو مسکت اور مسقط جوابات دیے ہیں بلاشک موصوف نے دین اسلام کے ایک اہم مسئلہ کو حل فرما کر اُمت محمدیہ (علی صاحبہا الف الف تحیۃ) پر بڑا احسان کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ موصوف کی اس محنت کو قبول فرما کر ان کو دارین میں کامرانی عطا فرمائے۔ (آمین)

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے جناب امام الانبیاء سید المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک عظیم الشان قانون اور آئین عطا فرمایا ہے جو قرآن کریم اور حدیث شریف کی شکل میں آج بھی امت کے ہاتھوں میں صحیح اور اصلی رنگ میں موجود ہے۔ گو باطل پرستوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے تحریف لفظی اور معنوی کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ ہم اس کے محافظ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ہر زمانہ میں انتظام فرمایا اور آج بھی دین اسلام کا وہ چشمہ بغیر کسی آمیزش کے ہمارے سامنے موجود ہے، اور وہ ایسا مکمل نظام ہے جس کے بعد کسی اور نظام اور آئین کی مطلقاً ضرورت

ہی باقی نہیں رہتی اور کیوں مکمل نہ ہو جب کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے ۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (پ ۶ سورۃ مائدہ رکوع ۸) آج کے دن میں نے تمہارے لئے دین مکمل کر دیا ہے، اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے، اور تمہارے لیے اسلام کو میں دین پسند کر چکا ہوں ۔

یہ قرآن کی آخری آیت جو حجۃ الوداع کے موقع پر میدان عرفات میں نازل ہوئی، اور ایک لاکھ سے زائد ان نفوس پاک نے اپنے کانوں سے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی جن کو اہل اسلام صحابہ کرام رضہ کی بہترین جماعت سے تعبیر کرتے ہیں اس آیت کے پیش نظر سوچنا یہ ہے کہ جس چیز کا وجود اور سبب تو خیر القرون میں موجود تھا مگر اس پر ایسی کارروائی نہ کی جاتی تھی جو آج کی جاتی ہے اور اس کو دین کا رنگ دیا جاتا ہے تو وہ یقیناً بدعت ہوگی اور اس کی ترویج و اشاعت کرنے والا گویا عملی طور پر اس کا ادعا کر رہا ہے کہ دین مکمل نہیں اور میری سمجھ اور رائے سے اس کی تکمیل ہوگی مثلاً ولادت اور ختنے اس وقت بھی ہوتے تھے ۔ شادی اور غمی اس وقت بھی ہوتی تھی، وفات اور جنازے اس وقت بھی ہوتے تھے، قبریں بھی موجود تھیں، اور مصائب بھی لوگوں کو پیش آتے تھے مگر نہ تو ولادت اور ختنوں کے موقعوں پر وہ بدعات کی جاتی تھیں جو آج کی جاتی ہیں، اور نہ شادی اور وفات پر وہ رسمیں ادا ہوتی تھیں جو آج رائج ہو چکی ہیں اور نہ میت پر نماز جنازہ پڑھ چکنے کے بعد وہ مصنوعی طریقہ دعا تھا جو آج کیا جاتا ہے ۔ قبریں بھی موجود تھیں مگر ان پر میلے اور عرس نہیں لگا کرتے تھے ۔ مصیبتیں اور تکلیفیں بھی لوگوں کو پیش آتی تھیں مگر نہ تو وہاں قبروں کے طواف ہوتے تھے، اور نہ قبروں پر نذریں اور منتیں ہی مانی جاتی تھیں ۔ جب یہ تمام اسباب و دواعی اس وقت موجود تھے مگر یہ خود ساختہ کارروائیاں ہرگز وہاں نہ تھیں تو کیسے سمجھ لیا جائے کہ آج یہ کام جائز اور کار ثواب ہیں ۔ یقین جانیے کہ جو کام اس وقت دین نہ تھا وہ آج بھی ہرگز دین نہیں ہو سکتا ۔ حضرت امام مالک رحؒ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے فمالم یکن یومئذ دینا فلا یکون الیوم دینا ۔ (اعتصام للشاطبی جلد ۱ ص ۲۸) کہ جو چیز اس

وقت دین نہ تھی وہ آج بھی دین نہیں ہو سکتی ۔

اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو ردٌ (بخاری جلد ۱ ص ۳۷۱ ومسلم، جلد ۲ ص ۷۷ وابوداؤد جلد ۲ ص ۲۷۹) کہ جس شخص نے ہمارے اس معاملہ میں کوئی نئی چیز نکالی جو اس میں سے نہیں تھی تو وہ مردود ہوگی ۔

فی امرنا سے امر دین اور شریعت مراد ہے ۔ چنانچہ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ۔

والمراد بہ امر الدین (فتح الباری جلد ۵ ص ۲۲۱) اس سے مراد دین کا کام ہے ۔

اور یہ واضح امر ہے کہ مذموم وہ بدعت ہے جو امر دین سے ہو ۔ محض لغوی بدعت یا زمانہ اور سائنس کی ترقی کے تحت جو چیزیں ایجاد ہو چکی ہیں یا تا قیامت ہوں گی وہ یقیناً مذموم نہیں ہیں اور ایسی بدعت ہرگز مذموم نہیں ہے ۔ بہت سے لوگ ہوائی جہاز گاڑی، بس، عینک، گھڑی، نلکہ اور اس قسم کی بے شمار نو ایجاد اشیاء کو لے کر بیا تات اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ یہ بھی تو آخر بدعت ہیں ان کو کیوں استعمال کیا جاتا ہے ؟ لیکن آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ مذموم وہ بدعت ہے جو امر دین سمجھ کر کی یا چھوڑی جاتے ۔ یہ چیزیں امر دین سے نہیں ہیں بلکہ تمدن اور ترقی کے لوازمات سے ہیں ایسی کسی نو ایجاد چیز کا استعمال ناجائز نہ ہوگا بشرطیکہ ان کا استعمال کسی خلاف شرع امر کے لئے نہ ہو ۔ فقہائے کرام کا تمباکو کے بارے میں اختلاف ہے ۔ ایک گروہ اس کو مطلقاً حرام دوسرا مکروہ تحریمی اور تیسرا مکروہ تنزیہی کہتا ہے ۔ فریق ثانی کے مسلّم عالم مولوی احمد رضا خاں صاحب فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ تمباکو حلال کیسے ہو گیا ۔ جب کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ تھا تو اس کا استعمال بدعت ہوگا اور بدعت کیسے حلال ہوگی ۔ اس کا جواب خاں صاحب یوں ارشاد فرماتے ہیں ۔

” رہا اس کا بدعت ہونا یہ کچھ باعث ضرر نہیں کہ یہ بدعت کھانے پینے میں ہے نہ امور دین میں تو اس کی حرمت ثابت کرنا ایک دشوار کام ہے “

بلفظہٖ (احکام شریعت حصہ سوم ص۱۴۸)

اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ بدعت وہی بری ہوتی ہے جو امور دین سے ہو۔ کھانے پینے اور دیگر تمدنی اور تہذیبی امور میں بدعت لغوی ہوگی اور وہ مذموم نہ ہوگی اور اس کا حرام ثابت کرنا ایک دشوار امر ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بدعت سے نہایت سختی سے منع فرمایا ہے چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے۔

وشر الامور محدثاتها وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة فى النار۔ (نسائی شریف جلد ا ص۱۷۹) برے کام وہ ہیں جو نئے نئے نکالے گئے ہوں، اور ہر نئی چیز بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔

یہ ضروری نہیں کہ بدعت بظاہر کوئی برا کام ہی ہو تب ہی بدعت ہوگی بلکہ اگر بالفرض نماز بھی ہو مگر کسی خاص وقت اور اس کیفیت سے کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو تو وہ بھی بدعت ہی ہوگی۔ حضرت مجاہد رح فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عروہ بن الزبیر رح مسجد میں داخل ہوئے۔

فاذا عبد الله بن عمر جالس الى حجرة عائشة رض والناس يصلون الضحى فى المسجد فسألناه عن صلوتهم فقال بدعة۔ (بخاری جلد ا ص۲۳۸ و مسلم جلد ا ص۴۰۹) تو دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رض حضرت عائشہ رض کے حجرے کے پاس بیٹھے ہیں اور کچھ لوگ مسجد میں چاشت کی نماز پڑھ رہے ہیں، ہم نے حضرت ابن عمر رض سے ان لوگوں کی نماز کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا یہ بدعت ہے۔

حضرت امام نووی رح اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔ مرادہ ان اظهارها فى المسجد والاجتماع لها هو البدعة لا ان اصل صلوة الضحى بدعة۔ (نووی جلد ا ص۴۰۹) حضرت ابن عمر رض کی مراد یہ ہے کہ چاشت کی نماز کا مسجد میں اظہار کر کے پڑھنا اور اس کے لئے خاص اہتمام اور اجتماع کرنا یہ بدعت

نہ یہ کہ چاشت کی نماز ہی بدعت ہے۔

ملاحظہ فرمایئے کہ چاشت کی نماز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایات سے ثابت ہے مگر اس کے لئے اجتماع اور خاص اہتمام آپ سے ثابت نہیں ہے اور اس نماز کا یہی اہتمام اور اجتماع حضرت ابن عمر رض کے نزدیک بدعت ہے آج کل کے عاشق اور محب وہاں بھی ہوتے تو حضرت ابن عمر رض پر وہابیت کا فتوی لگا دیتے کہ مسجد نبوی میں نماز جیسی عبادت کو بدعت کہتے ہیں مگر وہ بزرگ صحیح معنی میں جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے۔ وہ ہر قول اور فعل میں آپ کی اقتدار کو دین اور آپ کی خلاف ورزی کو بے دینی اور بدعت سے تعبیر فرمایا کرتے تھے۔

بعض لوگ ازراہ جہالت یہ کہا کرتے ہیں کہ اگرچہ یہ کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا مگر اس سے منع بھی تو نہیں کیا لہذا یہ مکروہ اور بدعت نہ ہوگا۔ مگر یہ ان کی اشد غلطی ہے۔ اولاً اس لیے کہ جب آپ نے قانون کلی اور ضابطہ یوں بیان فرما دیا ہے کہ شر الامور محدثاتها۔ كل محدثة بدعة۔ من احدث فى امرنا هذا ماليس منه فهو رد۔ تو پھر الگ الگ جزئیات کے لیے جداگانہ ارشاد فرمانے کی ہرگز ضرورت نہ تھی۔ کیوں کہ قانون کلی ہی ہوتے ہیں اور جزئیات ان کے تحت داخل ہوتی ہیں۔ ثانیاً فقہاء کرام نے آپ کے کسی فعل کو نہ کرنے سے بھی ایک قانون ہی سمجھا ہے اور اس سے فعل کے مکروہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔ چنانچہ مشہور حنفی مسلّم فقیہہ صاحب ہدایہ تحریر فرماتے ہیں کہ طلوع صبح صادق کے بعد صبح کی دو سنتوں کے علاوہ کوئی اور نفل نماز پڑھنی مکروہ ہے کیوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو رکعتوں کے علاوہ اور کوئی نماز نہیں پڑھی حالانکہ آپ نماز پڑھنے پر بہت حریص تھے (ہدایہ جلد ا ص۷۶)۔

جب کوئی کام سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو (کہ من وجہ وہ سنت سے ثابت ہو سکتا ہے اور من وجہ وہ بدعت ہے) تو فقہاء کرام کا اس کے متعلق ارشاد یوں ہے۔

> ویلزم ان ما تردد بین بدعة وواجب اصطلاحی فانه یترک کالسُنّةِ (بلفظہٖ بحر الرائق جلد ۲ ص ۱۶۵ طبع مصر) جو چیز بدعت اور واجب اصطلاحی (بین الفقہاء) کے درمیان دائر ہو اس کو بھی سنت کی طرح ترک کر دینا لازم ہے۔

نہایت حیرت اور تعجب تو ان لوگوں پر ہے جو خالص بدعت اور مکروہ پر اصرار کرتے ہیں۔ یہ چند اصول تھے جو بدعت کی تشریح میں عرض کر دیے گئے ہیں تاکہ کوئی انجان اور ناواقف آدمی بدعت کی چمک اور ظاہری زینت میں مبتلا ہو کر آخرت ضائع نہ کر بیٹھے۔

مؤلف موصوف نے خصوصی طور پر فقہاء احناف کثر اللہ جماعتہم کے فتوے نقل کر کے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچا دی ہے کہ دعاء بعد الجنازہ کو فقہاء احناف مکروہ کہتے ہیں اور اس سے منع کرتے ہیں۔ چنانچہ محیط کے حوالہ سے امام ابوبکر بن حامد (جو امام ابوحفص الکبیر (المتوفی ۲۶۴ھ کے معاصر تھے) سے نقل کیا گیا ہے۔

ان الدعاء بعد صلوة الجنازة مکروہ" کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے۔ بالکل اپنے مفہوم میں واضح ہے اور علامہ ابوالمکارم الحنفی رح لکھتے ہیں:۔

کہ "مکروہ کا لفظ جب بغیر کسی قید کے ذکر ہو تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس سے تحریم مراد ہوتی ہے۔"

(ابوالمکارم جلد ۳ ص ۱۵۹)

نواب صاحبؒ تحریر کرتے ہیں کہ

"حافظ ابن قیم رح در اعلام الموقعین تصریح کردہ است بآنکہ استعمالِ کراہیت در محاورہ سلف در تحریم بود۔" (الدلیل الطالب ص ۵۰۲)

الغرض فقہاء احناف رح کا اسی پر عمل تھا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا نہیں کرنی چاہیئے، اور اسی پر ان کا فتویٰ تھا۔ چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب مجموعہ خانی میں اس کی تصریح ہے۔

"دعا نخوانند و فتویٰ بریں قول است" (مجموعہ خانی قلمی ص ۳۴۹)

اب جو شخص فقہاء کرام کے یہ صریح فتوے دیکھ کر بھی اس بدعت اور مکروہ امر کو ترک نہ کرے تو اس کی مرضی۔ ایک دن ضرور ایسا آئے گا جس میں احکم الحاکمین کے سامنے اس کا جواب دینا پڑے گا۔ باقی رہا فریق ثانی کا استدلال تو مؤلف موصوف نے ان کے تمام پیش کردہ دلائل پر علمی اور تحقیقی رنگ میں جو کچھ تحریر فرما دیا ہے اس سے زیادہ کی نہ ضرورت ہے نہ گنجائش اور حقیقت بھی یہی ہے کہ فریق ثانی کے استدلالات کا تعلق اس مسئلہ سے قطعًا کوئی نہیں کہ "نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد متصل دفن سے قبل دعا مانگنی جائز ہے۔" دور دراز کی عمومی دلیلوں سے یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔ اس کے مقابلہ میں ترک دعا صریح الفاظ کے ساتھ فقہاء کرام سے منقول ہے۔ رہی یہ بات کہ فریق ثانی بھی تو فی الجملہ کچھ نہ کچھ دلائل پیش کرتا ہے۔ اس لئے اس مسئلہ میں اتنی شدت نہیں ہونی چاہیئے تو یہ نہایت مہمل اور بیکار بات ہے۔ آخر کوئی بھی باطل پرست خاموش نہیں رہا کرتا اپنے باطل زعم پر کچھ نہ کچھ وہ ضرور پیش کرتا ہے۔ علامہ ابواسحاق غرناطی رح نے کیا خوب کہا ہے۔

انك لا تجد مبتدعا ممن یُنسب الی الملة الا وھو یستشھد علیٰ بدعته بدلیل شرعی (الاعتصام ص ۱۰۲) تم کسی ایسے مبتدع کو نہ پاؤ گے جو ملت سے وابستگی کا مدعی ہو، اور وہ اپنی بدعت پر دلیل شرعی سے استناد نہ کرتا ہو۔

مگر دیکھنا یہ ہے کہ کیا اس کی پیش کردہ دلیل سے وہ بدعت ثابت بھی ہوتی ہے؟ اور کیا صحابۂ کرام اور تابعین اور اتباع تابعین اور فقہاء کرام اور محدثین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے اس دلیل سے یہی سمجھا جو ان مبتدعین نے سمجھا؟ اور اگر وہ حضرات اس سے یہ مطلب نہ سمجھ سکے۔ تو آج ان کو یہ مطلب کہاں سے حاصل ہوا؟

پہلی صدی کے مجدد اور خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبد العزیزؒ (المتوفی ۱۰۱ھ) نے اہل بدعت کے ایک فرقہ منکرین تقدیر کی واشگاف الفاظ میں تردید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے منکرین تقدیر اگر تم یہ کہو کہ قرآن کریم کی بعض آیات سے تقدیر کا انکار

معلوم ہوتا ہے تو ان آیات کا کیا کیا جائے؟ اس کا جواب یہ ہے۔
لقد تردّا منه ما قرأتم وعلموا من تاويله ما جهلتم وقالوا بعد ذلك
كله بكتاب وقدر (ابوداؤد جلد ۲ صـ ۲۷۸) سلف صالحین نے قرآن کی یہ آیتیں پڑھی
ہیں جیسے تم پڑھتے ہو مگر وہ ان کے مطلب کو سمجھے اور تم نہیں سمجھ سکے اور باوجود ان آیات
کے پڑھنے کے وہ پھر بھی تقدیر کے قائل تھے۔

مطلب واضح ہے کہ اگر تمہاری طرف سے پیش کردہ آیات کا یہی مطلب ہوتا
جو تم مراد لے رہے ہو تو سلف صالحین کے سامنے بھی یہ آیتیں تھیں مگر باوجود اس
کے وہ یہ مطلب نہیں لیتے تھے جو تم لے رہے ہو۔ ناچار یہی کہنا پڑے گا کہ وہ حق پر
تھے اور تم باطل پرست ہو۔ کیا خوب اور مزے دار بات کہی خلیفہ راشد نے اللہ تعالٰے
کی کروڑوں رحمتیں ان پر نازل ہوں اسی نہج پر مؤلف موصوف نے کہا ہے کہ اِذَا فَرَغْتَ
فَانْصَبْ کی آیت اور اذا صليتم على الميت فاخلصوا له الدعاء کی حدیث ان
اکابر کے سامنے بھی تھی مگر ان کو دعاء بعد الجنازہ کا جواز اس سے سمجھ نہ آسکا بلکہ فقہاء کرام
نے صاف اور صریح الفاظ میں اس کو مکروہ کہا تو پھر کیسے باور کر لیا جائے کہ اس کا وہی
مطلب ہے جو فریق ثانی پیش کرتا ہے؟ یہ ایک ایسا قاعدہ ہے جس پر کسی بھی منصف مزاج
کو اعتراض نہیں ہو سکتا۔ البتہ نہ ماننے والے کے لیے دفتر بھی بیکار ہیں۔ اور بدعت
ایک ایسی بلا ہے کہ بدعت کی تاریکی سے نور ایمان جاتا رہتا ہے اور دل پر ایسے سیاہ
غلاف چڑھ جاتے ہیں کہ بدعتی کو توبہ کی توفیق بھی نصیب نہیں ہوتی۔ جناب نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ ان الله حجب التوبة عن كل صاحب بدعة
(مجمع الزوائد جلد ۱ صـ ۱۸۹) بے شک اللہ تعالیٰ نے توبہ کا دروازہ ہی ہر بدعتی پر بند کر دیا ہے۔
جب بدعتی بدعت کو کار ثواب سمجھتا ہے تو اس سے توبہ کیوں کرے گا؟ اعاذنا
الله من البدعات۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے اس قول سے کہ ان سبقتمونی بالصلوٰة عليه
فلا تسبقونی بالدعاء له سے بھی فریق ثانی کا استدلال صحیح نہیں ہے کیوں کہ

وہ تو حضرت عمرؓ کے جنازہ میں شریک نہ ہو سکنے پر حسرت کرتے ہوئے اور حضرت عمرؓ
کے ساتھ حسن عقیدت اور گہرے تعلقات کا اظہار کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ سے یوں
خطاب کرتے ہیں کہ اگر آپ حضرات نماز جنازہ میں مجھ سے سبقت کر چکے ہو تو حضرت
عمرؓ کے حق میں دعا کرنے کے بارے میں آپ مجھ سے ہرگز نہیں بڑھ سکتے۔ کیوں کہ
میں ایسی کثیر اور پُر از اخلاص دعا کروں گا۔ کہ جنازہ میں غیر حاضری کی تلافی اس سے ہو
جائے گی۔ اس دعا میں آپ حضرات مجھ سے نہیں بڑھ سکتے۔ یہ دعا کس موقع پر ہوئی
جنازہ کی نماز سے فارغ ہونے کے متصل بعد ہو اس میں کوئی قرینہ نہیں کیا بعید ہے
کہ وہ تا زیست یہ دعا ان کے حق میں کرتے رہے ہوں۔ اور قبر پر اجتماعی رنگ میں
دعا کا ثبوت تو بہر حال صحیح حدیث سے ثابت ہے خلاصہ امر یہ ہے کہ نماز جنازہ سے
فارغ ہونے کے بعد میت کے لئے دعا کرنے کا شریعت حقہ میں کوئی ثبوت نہیں
ہے۔ بلکہ یہ ناجائز، بدعت اور مکروہ ہے اس سے بچنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ
حضرت مؤلف کو تمام اہل اسلام کی طرف سے جزاء خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اس
مسئلہ پر محققانہ بحث کی اور اس کے مثبت اور منفی پہلو کو واضح براہین سے ظاہر کیا۔
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا وصلى الله على محمد خير خلقه وعلى آله و
اصحابه وازواجه وبارك وسلم ابد الابدين ودهر الداهرين۔

۲۰ رجب ۱۳۷۶ھ یوم الخمیس
۲۱ فروری ۱۹۵۷ء

احقر ابو الزاہد محمد سرفراز خان صفدر خطیب جامع گکھڑ، ضلع گوجرانوالہ

تمہید

سنت، مستحب، مباح اور بدعت کی تعریف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

ربّ العزت کی طرف سے حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے ایک ضابطۂ حیات تمام مسلمانوں کو عنایت فرمایا گیا ہے۔ وہ قانونِ فطرت ملت اسلام ہی ہے جو ہمارے لیے ایک نعمت عظمٰی ہے، ایک امانت ہے جس میں خیانت کرنا جرم عظیم ہے، ایک صداقت ہے جس میں باطل کی آمیزش ہرگز گوارا نہیں کی جا سکتی۔ ایک نور ہدایت ہے جو لوگوں کو گمراہی اور ظلمت کے گڑھے سے نکال کر صراط مستقیم پر چلاتا اور پھر منزل مقصود پر پہنچاتا ہے۔

ملت اسلام کے احیاء وبقا کے لیے کتاب الٰہی اور سنت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پابندی نہایت ضروری ہے۔ جملہ انسان کتاب وسنت کی اتباع سے ہی دنیا و آخرت میں فلاح وکامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ جو لوگ اس شاہراہ سے سرتابی کرتے ہیں وہ ضلالت وگمراہی کے خوفناک کنوئیں میں جا گرتے ہیں ملت اسلام پر پابند رہنا ہر مسلمان کا اولین فرض ہے۔ سرورِ کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتاب وسنت کی پابندی کے لئے نہایت پرزور الفاظ میں تاکید فرمائی ہے۔ آپ کا ارشاد ہے: اِنِّیۡ تَرَکۡتُ فِیۡکُمۡ اَمۡرَیۡنِ لَنۡ تَضِلُّوۡا مَا تَمَسَّکۡتُمۡ بِہِمَا کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّۃَ رَسُوۡلِہٖ۔ (رواہ فی الموطا۔ مشکوٰۃ) میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کے جاتا ہوں۔ تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے، اگر تم ان دونوں سے تمسک کرتے رہو گے، ایک کتاب اللہ۔ دوسری سنت اس کے رسولؐ کی۔

جو لوگ کتاب وسنت کو چھوڑ کر دین اسلام میں کسی منکر اور غیر معروف شے کو

داخل کر لیتے ہیں، عقائد و ایمان اور شریعت کے احکام میں اپنی ہوا پرستی اور بدعت نوازی سے تحریف و زیادت کرتے رہتے ہیں ایسا طرز عمل اختیار کرنے سے ان کا مذہب ہمرنگ کفر والحاد نظر آنے لگتا ہے۔ بس یہی معلوم ہوتا ہے کہ کفر کو اسلام کے شیشہ میں بھر دیا گیا ہے، شرک کو توحید کے لباس میں پیش کیا جا رہا ہے اور بدعات ومحدثات کو سنت کے سنہری غلاف میں لپیٹ کر سادہ لوح عوام کا ایمان لوٹا جا رہا ہے۔ کتاب حکیم کے معنوں میں تحریف اور اس کے احکام سے اس قدر تغافل کہ آیات الٰہی کا بیشتر حصہ نذر نسیان کر دیا گیا۔ ان کے اس تحریف ونسیان کے انداز سے یہودی بھی چند قدم پیچھے رہ جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے۔

یُحَرِّفُوۡنَ الۡکَلِمَ عَنۡ مَّوَاضِعِہٖ وَنَسُوۡا حَظًّا مِّمَّا ذُکِّرُوۡا بِہٖ (پارہ ۶ رکوع ۴) بدل ڈالتے ہیں باتوں کو جگہ ان کی سے اور بھول گئے حصہ اس چیز سے کہ نصیحت کئے گئے ساتھ اس کے۔

دین اسلام کو چھوڑ کر جو راستہ اختیار کیا جائے گا وہ اللہ تعالٰی کے ہاں ہرگز مقبول نہیں ہوگا۔ اور آخرت میں سوائے ذلت و رسوائی کے کوئی چیز حاصل ہو سکے گی۔

دیکھئے ربّ العزت کیا فرماتے ہیں۔

وَمَنۡ یَّبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡہُ وَہُوَ فِی الۡاٰخِرَۃِ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ (پارہ ۳۔ رکوع ۱۷) اور جو کوئی چاہے سوائے اسلام کے دین پس ہرگز نہ قبول کیا جاوے گا اس سے اور وہ بیچ آخرت کے ٹوٹا پانے والوں سے ہے۔

عقائد وایمان میں لوگوں نے جو اختلاف پیدا کیا ہے وہ اس وقت ہمارے موضوع سے خارج ہے ہم اس وقت صرف بدعات ومحدثات پر حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیثوں سے استشہاد کرتے ہوئے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بدعت ومحدث نہایت ہی بری چیز ہے۔ اس پر عمل کرنے سے ثواب کی قطعًا امید نہیں۔ ہاں عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جانا یقینی ہے۔ اس لیے بدعات ومحدثات سے ہر مسلم کا بچنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا سنت واعمال حسنہ پر کاربند ہونا ضروری ہے۔ یہی بات حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ

والسلام کے ارشادات سے ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا۔
مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ (متفق علیہ) جو شخص ہمارے اس امر دین میں کوئی نئی چیز پیدا کرے گا جو امر (دین) سے نہ ہو تو وہ مردود ہے۔

اور فرمایا:۔

فانّ خیر الحدیث کتاب اللہ و خیر الھدی ھدی محمدٍ صلی اللہ علیہ وسلم وشر الامور محدثاتھا وکل بدعۃ ضلالۃ۔ (مسلم جلد ا صد ۲۸۵)

پس یقیناً بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی سنت ہے، اور بدترین امور سے محدثات ہیں اور ہر ایک بدعت گمراہی ہے۔

ما احدث قوم بدعۃ الا رفع مثلھا من السنۃ فتمسک بسنۃ خیر من احداث بدعۃ (رواہ احمد)

جس قوم نے کوئی بدعت نکالی اس سے اسی طرح کی ایک سنت اٹھالی گئی۔ پس سنت کا تمسک بدعت کے پیدا کرنے سے بدرجہا بہتر ہے۔

مَنْ وَقّرَ صاحب البدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام۔

جس شخص نے بدعتی کی توقیر وعزت کی یقیناً اس نے اسلام کے ڈھادینے پر امداد کی۔

ان آیات واحادیث کے پیش نظر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ بدعات ومحدثات پر عمل کرنے سے کوئی نجات وفلاح نہیں مل سکتی بلکہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کے خلاف گامزن ہونے کی کچھ اور راہیں کھل جاتی ہیں اور بدعتی لوگ علی الاعلان بدعت کو سنت کے پیرائے میں اپنا شعار بنا لیتے ہیں ایسے لوگوں پر یہ بات مشتبہ ہو جاتی ہے کہ بدعت کیا ہے اور سنت کس کو کہا جاتا ہے جس طرح ایک نادان چمکتے دہکتے ہوئے کوئلے میں اور لعل بدخشانی میں امتیاز نہیں کر سکتا۔ جھٹ دہکتے ہوئے کوئلے کو ہاتھ میں پکڑ کر اپنا ہاتھ جلا لیتا ہے اسی طرح یہ لوگ بھی بدعت پر عمل پیرا ہو کر اپنے ناتواں جسم کو دوزخ کا ایندھن بنا لیتے ہیں۔ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۔

یہ تو ایسے لوگوں کا حال ہے جو اپنی جہالت کی وجہ سے سنت وبدعت میں امتیاز نہیں کر سکتے۔ افسوس اور صد افسوس تو ایسے لوگوں پر ہے جو شریعت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا علم رکھنے اور اس پر عمل کرنے کا دعوےٰ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت میں شامل کرتے ہیں، اور فقہ حنفیہ کے مقلد کہلاتے ہیں۔ لیکن حرص وہوا کے دام میں اس قدر جکڑے ہوتے ہیں کہ سنت وجماعت کی موافقت اور بدعات کی مخالفت میں ان کی زبان کو اور اُن کے ہاتھ پاؤں کو قطعاً حرکت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے خلاف بدعات کو رواج دینے اور سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو مٹانے میں ان کی زبان درازی اور کدوکاوش حد سے بڑھ جاتی ہے (العیاذ باللہ)

قرآن حکیم میں یہود ونصاریٰ کے ایسے باطل پرست عالموں اور درویشوں کے بارے میں فرمان خداوندی ملاحظہ فرمائیے اور عبرت حاصل کیجئے۔

لَوْلَا یَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ (پارہ ۶ رکوع ۱۴) کیوں نہ منع کیا اُن کو درویشوں نے اور عالموں نے بولنے اُن کے سے جھوٹ کو اور کھانے ان کے حرام کو البتہ برا ہے جو کچھ تھے وہ کرتے۔

اور فرمایا۔
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَیَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (پارہ ۱۰۔ رکوع ۱۱)۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو تحقیق بہت عالموں اور درویشوں میں سے البتہ کھا جاتے ہیں مال لوگوں کے ساتھ جھوٹ کے اور بند کرتے ہیں راہ خدا کی سے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے سنت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ کی پوری صراحت فقہ کی معتبر کتابوں سے کر دی جائے۔ پھر بدعت ہدیٰ اور بدعت ضلالت کا فرق بیان کر دیا جائے تاکہ عوام کو سنت وبدعت کے امتیاز کرنے میں زیادہ کاوش نہ کرنی پڑے اور وہ بدعت کو سنت کے رنگ میں اپنا شعار بنا کر اپنی عاقبت کو خراب نہ کر بیٹھیں۔

سنت مؤکدہ کی یہ تعریف ہے کہ جس فعل کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ بر سبیل عبادت کیا ہو اور کبھی اتفاقاً ترک بھی کر دیا ہو۔ ایسا فعل سنت ہدیٰ یا سنت مؤکدہ کہلاتا ہے۔ اور جس فعل کو حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیشہ نہ کیا ہو بلکہ کبھی کبھی کیا ہو۔ ایسا فعل مستحب و مندوب ہوتا ہے اور جس فعل کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بر سبیل عبادت نہیں کیا بلکہ بر سبیل عادت کیا ہو وہ سنت زائدہ کہلاتا ہے۔ کتب فقہ میں اس کی صراحت موجود ہے جیسا کہ صدر الشریعت شرح وقایہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

ما واظب علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع الترک احیاناً فان کانت المواظبۃ مذکورۃ علی سبیل العبادۃ فسنن الھدیٰ و ان کانت علی سبیل العادۃ فسنن الزوائد کلبس الثیاب بالیمین والاکل بالیمین وتقدیم الرجل الیمین فی الدخول ونحو ذالك۔

جس فعل کو حضور اکرم علیہ السلام نے ہمیشہ کیا ہو اور کبھی ترک بھی کر دیا ہو۔ سو اگر آپ کا یہ فعل ہمیشہ کرنا بر سبیل عبادت ہو تو وہ سنت ہدیٰ ہے اور اگر وہ فعل بر سبیل عادت ہو تو وہ سنت زائدہ ہے۔ جیسے داہنے[1] ہاتھ سے لباس پہننا داہنے ہاتھ سے کھانا اور داہنا پاؤں پہلے (مسجد) میں داخل کرنا وغیر ذالک۔

بحر الرائق میں ہے۔

السنۃ ما واظب علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لکن ان کانت مع الترک فھی دلیل السنۃ المؤکدۃ

سنت وہ ہے جس کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیشہ کیا ہو لیکن کبھی کبھی ترک بھی کر دیا ہو پس یہ دلیل سنت مؤکدہ کی ہے۔

• اشعۃ اللمعات میں ہے۔

السنۃ المؤکدۃ ھی طریقۃ المسلوکۃ فی الدین من غیر الوجوب و الافتراض نعنی بالطریقۃ المسلوکۃ

سنت مؤکدہ دین میں طریقہ مسلوکہ ہے جو نہ واجب ہو اور نہ فرض۔ طریقہ مسلوکہ سے ہماری مراد یہ ہے کہ جس فعل کو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ

[1] لباس پہننے میں داہنے جانب سے شروع کرنا۔ مثلاً قمیص اور کوٹ کی داہنی آستین پہلے پہننا۔

ما واظب علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یترك الا نادراً۔

والسلام نے ہمیشہ کیا ہو مگر کبھی کبھی ترک بھی کر دیا ہو۔

شامی جلد اول کے صفحہ ۷۰ کے حاشیہ پہ ہے۔

ان کان مما واظب علیہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم والخلفاء الراشدون من بعدہ فسنۃ و الا فمندوب ونفل والسنۃ نوعان سنۃ الھدیٰ وترکھا یوجب اساءۃ وکراھیۃ کالجماعۃ والاذان والاقامۃ ونحوھا و سنۃ الزوائد وترکھا لا یوجب ذلك کسیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی لباسہ وقیامہ وقعودہ

اگر کسی فعل کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیشہ کیا ہو اور خلفاء راشدین رض نے بھی آپ کے بعد اس پر عمل کیا ہو تو وہ سُنت ہے ورنہ مندوب اور نفل ہے۔ سنت دو قسم کی ہے، ایک سنت ہدیٰ جس کا چھوڑنا بہت بُرا اور ناپسندیدہ ہے۔ جیسا کہ اذان، اقامت وغیرہ۔ دوسری سنت زائدہ ہے جس کے ترک کرنے میں کوئی برائی اور کراہیت نہیں۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لباس، قیام، قعود میں عادت شریفہ تھی۔

اس سے ثابت ہوا کہ سنت ہدیٰ (سنت مؤکدہ) کے لئے حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کسی امر پر مواظبت کرنا اور کبھی کبھی ترک کر دینا شرط ہے۔ بعد میں صحابہ اور خصوصاً خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس کو ہمیشہ کرتے رہنا بھی سنت مؤکدہ ہونے کی دلیل ہے۔ اور جس فعل پر حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیشہ عمل نہیں کیا بلکہ اکثر ترک فرمایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی کبھی کبھی اس پر عمل کیا تو وہ مستحب، مندوب، تطوّع یا نفل ہوگا۔ جس کے کرنے سے ثواب کی اُمید ہے اور ترک کرنے میں کوئی عتاب نہیں جیسا کہ کتب اصول فقہ میں اس کی صراحت موجود ہے۔

الرابع النفل (وحکمہ انہ) مما یثاب المرء علی فعلہ ولا یعاتب علی ترکہ۔ (نور الانوار وحسامی) چوتھی قسم نفل ہے (اور حکم اس کا یہ ہے) کہ اس کے کرنے سے آدمی کو ثواب دیا جاتا ہے۔ اور اس کے ترک کرنے سے عتاب نہیں کیا جاتا۔

مباح کا درجہ مستحب اور نفل سے بھی کم تر ہے۔ اس پر عمل کرنے سے کوئی شخص ثواب کا مستحق نہیں ہوتا، اور نہ اس کا تارک کسی ملامت و عتاب کا مستوجب قرار دیا جاتا ہے۔ اس پر عمل کرنا یا نہ کرنا دونوں برابر ہیں۔ کسی جانب کو ترجیح نہیں جیسا کہ کتب فقہ میں تصریح موجود ہے۔

المباح ما خُيّر المكلف بين فعله وتركه من غير استحقاق ثواب وعقاب (جوہرہ نیرہ) مباح وہ ہے جس میں مکلف کو کرنے اور نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہو لیکن وہ کسی ثواب یا عقاب کا مستحق نہ ٹھہرایا جائے گا۔

اب بدعت کا حال سنیے۔ بدعت لغت میں اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کی ایجاد و اختراع کی پہلے کوئی مثال موجود نہ ہو۔ جیسا کہ ابن حجر مکی نے شرح اربعین للنووی میں لکھا ہے۔

البدعة لغةً ما كان مخترعا على غير مثال سابق ومنه بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اى موجدهما على غير مثال سابق۔	بدعت لغت میں اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کے ایجاد و اختراع کی پہلے مثال موجود نہ ہو جیسے بدیع السماوات والارض یعنی از سر نو آسمان و زمین بنانے والا جن کی مثال پہلے موجود نہ تھی۔

اور وہ جو شیخ ابن اثیر جزری نے نہایہ میں لکھا ہے۔

البدعة بدعتان بدعة هدى وبدعة ضلالة۔ بدعت کی دو قسمیں ہیں، بدعت ہدیٰ اور بدعت ضلالت۔

اس میں بدعت ہدیٰ سے مراد سنت و مستحب ہی ہے جس کا وجود قرون مشہود لہا بالخیر میں قرآن کریم اور سنت کی روشنی میں تسلیم کر لیا گیا ہو بشرطیکہ وہ کسی نص اور حدیث کے مخالف نہ ہو۔ جس کو حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عليكم بسنتي وسنة خلفاء الراشدين [illegible] سے واضح کر دیا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قرآن مجید کو جمع کرنے کے لئے حکم دینا اور حضرت زید

کا قرآن کریم کو لکھنا، تراویح کا با جماعت اور عدد معین میں ادا کرنا جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نعمت البدعة کہا تھا اور حضرت عثمان رض کے عہد میں جمعہ کے روز پہلی اذان کا زیادہ کیا جانا وغیر ذالک۔ لیکن بدعت ضلالت جس کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ سے تعبیر کیا اور مردود کہا ہے وہ بدعت شرعیہ ہے۔ کیونکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اور آپ کا بیان امر شریعت کے لیے خاص ہے۔ اس لیے عند الاطلاق بدعت شرعیہ مراد ہوگی۔ جس کو ضلالت فرمایا گیا ہے اور جس کے متعلق ابن حجر مکی نے یہ بیان دیا ہے۔

وشرعًا ما احدث على خلاف امر الشارع۔ اور شریعت میں بدعت وہ ہے جو شارع کے امر کے خلاف ہو۔

صاحب بحر الرائق نے لکھا ہے۔

البدعة ما احدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من علم وعمل او حال بنوع شبهة واستحسان وجعله دينا قويما وصراطا مستقيما۔	بدعت وہ ہے جو ایسے حق کے خلاف ہو جس کی تلقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ ہو چکا ہے وہ عقیدہ ہو، عمل ہو یا حال ہو جس میں کوئی شبہ کارگر ہوا اور اس کو مستحسن قرار دے دیا گیا ہو۔ اور اس کو دین قویم اور صراط مستقیم یقین کر لیا جائے۔

اسی طرح حدیث نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام من احدث فی امرنا هذا ما ليس منه فَهُوَ رَدٌّ کے تحت مرقاۃ علی المشکوٰۃ میں ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فهو رد اى الذى احدثه مردود عليه والمعنى ان من احدث فى امر الاسلام رأيًا لم يكن له من الكتاب او	پس وہ رد ہے۔ یعنی جو نیا کام نکالے وہ مردود ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ جو شخص امر اسلام میں کوئی نئی رائے پیدا کرے جس کی کتاب یا سنت سے سند ظاہر،

السنة سندٌ ظاهرٌ اوخفی ملفوظ اومستنبط فهو مردود علیه اقول فی وصف هذا الامر بهذا اشارة الی ان امرالاسلام کمل واشتهر فمن رام الزیادة علیه حاول امرًا غیر مرضیٍ۔

خفی، ملفوظ یا مستنبط نہ ہو تو وہ چیز مردود ہے۔ میں کہتا ہوں اس امر کی تعریف میں اس طرف اشارہ ہے کہ امر اسلام مکمل اور مشہور ہو چکا ہے۔ پس جو شخص اس میں زیادتی چاہے گا اس نے ناپسندیدہ چیز کو اختیار کیا۔

ان عبارتوں سے امور ذیل ثابت ہوتے ہیں۔

۱ جو چیز حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امر کے خلاف ہو وہ بدعت ہے۔

۲ جس کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ ہو چاہے وہ عقیدہ کی بات ہو یا عمل کی یا خیال ہو جس میں کوئی شبہ کا رگر ہو اور اس کو مستحسن قرار دے دیا گیا ہو۔ وہ بدعت ہے۔

۳ جس کا وجود خیر القرون میں نہ پایا گیا ہو اور اس کی سند کتاب وسنت سے ظاہر، خفی یا ملفوظ و مستنبط نہ ہو وہ مردود ہے۔

۴ پھر ایسے امر محدث کو دین اسلام اور صراط مستقیم اعتقاد کر لیا جائے یعنی فرض، واجب، سنت یا مستحب قرار دے دیا جائے۔

ان امور سے یہ ثابت ہوا کہ شریعت میں بدعت اس کو کہا جاتا ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت نہ ہو۔ صحابہ، تابعین و تبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قرون مشہود لہا بالخیر میں اس کا وجود نہ پایا جائے یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امر کے خلاف ہو اور صحابہ و تابعین واتباع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس پر تعامل نہ ہو پھر ایسے امر کو شریعت کا کوئی جزو قرار دے لیا جائے۔ اس کے عامل کو مُصیب اور اس کے تارک پر لعن طعن کیا جائے۔ تو ایسا کام یقیناً زیادت فی الدین، بدعت یا مُحدث کہلائے گا، جو حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق مردود و ضلالت ہو گا اس کو جاری کرنے والا اور اس پر عمل کرنے والا بدعتی کہلائے گا ایسے بدعتی کی عزت

و توقیر کرنے والا ہادم اسلام قرار پائے گا۔ کیونکہ بدعت کو جاری کرنے والا حقیقت میں اسلام کو نامکمل سمجھتے ہوئے خود شارع بن بیٹھا ہے۔ شریعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں ایک نئی شریعت کی بنیاد رکھتا ہے یہ خدا اور اس کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محاربہ نہیں تو اور کیا ہے؟ (العیاذ باللہ) آج تو مبتدعین کی آنکھیں بدعت نے خیرہ کر دی ہیں مگر کل حقیقت عیاں ہو جائے گی۔ ؎

بوقتِ صبح شود ہم چو روز معلومت ۔۔۔ کہ باکہ باختۂ عشق در شب دیجور

یہ بدعت و محدث کا حال ہے جس کا مردود ہونا ثابت و مسلّم ہے۔ رہا مستحب امر تو اس کے متعلق اتنا سمجھ لینا چاہیئے کہ اس پر عمل کرنے سے ثواب ملتا ہے اس کے ترک کرنے سے کسی قسم کا عتاب و عذاب نہیں ہوتا۔ بلکہ کبھی کبھی اس کو ترک کر دینا بھی مستحب اور کارِ ثواب ہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں اس کے وجوب کا اعتقاد نہ پیدا ہو جائے اور جہاں اس کے وجوب کا اعتقاد لوگوں کے دلوں میں راسخ ہو چکا ہو وہاں اس کا چھوڑ دینا نہایت ضروری ہے۔ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر ایک کام میں تیامن یعنی دائیں جانب کو پسند فرمایا کرتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود اگر کوئی شخص نماز کے بعد دائیں جانب پھرنے کو ضروری اور واجب اعتقاد کر لے تو وہ گنہگار ہو جائے گا جیسا کہ بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

لا یجعل احدکم للشیطان شیئًا من صلوته یری ان حقًا علیه ان لا ینصرف الا عن یمینه لقد رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم کثیرا ینصرف عن یساره۔

تم میں سے کوئی شخص شیطان کے لئے اپنی نماز سے کچھ حصّہ نہ بنائے۔ اس طرح سے کہ وہ حق اور واجب سمجھ لے کہ وہ نہیں پھریگا مگر دائیں جانب کو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر دیکھا ہے کہ وہ بائیں جانب کو بھی پھر جاتے تھے۔

حواشی مشکوٰۃ میں علامہ طیبی اور علامہ سید شریف فرماتے ہیں۔

ان من أصرّ علی مندوب

یقیناً جو شخص مستحب امر پر اصرار کرتا ہے

وجعلهٗ عزمًا و لم يعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشيطان فكيف من اصرّ على بدعة و منكر - (انتہے)

اور اس کو نہایت عزم سے لازم کر لیتا ہے، اور رخصت پر عمل نہیں کرتا تو تحقیق اس سے شیطان نے حصہ پایا۔ پس جو بدعت و منکر پر اصرار کرے اس کا کیا حال ہوگا

اس سے معلوم ہوا کہ مستحب امر کو اصرار کے ساتھ ضروری سمجھ کر کرنا اور رخصت پر عمل نہ کرنا اور نہ کسی اور کو اس کی اجازت دینا اور جو شخص اس مستحب پر عمل نہ کرے۔ (یعنی حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق رخصت پر عمل کرے) اس پر لعنت و ملامت کرنا صریحاً گناہ ہے۔ اور حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان سے سرتابی ہے۔ کیونکہ جس کام کو حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چھوڑنے کی اجازت دی ہے اس کو یہ خود سر آدمی نہ خود کبھی چھوڑتا ہے نہ کسی کو چھوڑنے کی اجازت دیتا ہے۔ بلکہ چھوڑنے والے کو برا بھلا کہتا ہے۔ یہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت و اطاعت نہیں بلکہ ان کے ساتھ عداوت و مخالفت ہے۔ اعاذنا اللہ!

اس سے بڑھ کر اس شخص کا حال دیکھئے۔ جو صرف مباح امر کو جس پر عمل کرنے سے ثواب کی امید بھی نہیں اور اس کے ترک کرنے سے کوئی عتاب و ملامت بھی نہیں اس کو یا چند مکروہات و منکرات کو دین اسلام میں شامل کر لیتا ہے۔ ان کو فرض، واجب یا سنت و مستحب قرار دے کر ان پر عمل کرنے کو کار ثواب سمجھتا ہے دوسرے لوگوں کو اصرار کے ساتھ عمل پیرا ہونے کی ترغیب دیتا ہے اور جو شخص اس امر کو مضبوط دلائل کے پیش نظر مستحب نہ مانے نہ اس پر عمل کرے اس کو مفتری، کذاب اور بے دین کہتا ہے۔ ایسے شخص کے فاسق، گنہ گار اور بدعتی ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے؟ دیکھئے قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ

اور جو کوئی برخلافی کرے رسول کی پیچھے اس کے کہ ظاہر ہوتی واسطے اس کے ہدایت اور

غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝ (پارہ ۵ - رکوع ۱۴)

پیروی کرے سوائے راہ مسلمانوں کے۔ متوجہ کریں گے ہم اس کو جدھر متوجہ ہوا ہے اور داخل کریں گے ہم اس کو دوزخ میں اور بری جگہ ہے پھر جانے کی۔

اور کیا خوب کہا گیا ہے ؎

خلاف پیمبر کسے راہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

اور دیکھئے حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سنت پر پابندی کرنے کی نہایت تاکید فرمائی ہے اور محدثات سے بچنے کی کس انداز میں تلقین فرمائی ہے۔

فانهٗ من يعش من بعدى فسيرى اختلافا كثيرا فعليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها و عضوا عليها بالنواجذ و اياكم و محدثات الامور فان كُلّ محدثةٍ بدعةٌ وَّكُلّ بدعةٍ ضلالة (رواہ احمد و ابوداؤد و الترمذی و ابن ماجہ)

پس تحقیق میرے بعد جو زندہ رہا وہ بہت اختلاف دیکھے گا۔ پس تمہیں چاہیے کہ میری سنت کو اور خلفاء راشدین مہدیین کی سنت کو لازم جانو اور اس کو ڈاڑھوں سے خوب مضبوط پکڑے رکھو اور نئے نئے کاموں سے بچتے رہو کیوں کہ ہر ایک محدث بدعت ہے اور ہر ایک بدعت ضلالت و گمراہی ہے۔

اس کے بعد نماز جنازہ کے پڑھ چکنے کے بعد متصلاً بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر دعا مانگنے پر سیر حاصل بحث کی جائے گی کہ آیا یہ دعا حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قولاً فعلاً یا تقریراً ثابت ہے یا نہیں؟ پھر صحابہ، تابعین، تبع تابعین رضی اللہ عنہم کا اس پر تعامل رہا ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ اس دعا کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہؓ سے روایتاً ثابت کرتے ہیں ان کا استدلال کہاں تک درست ہے۔ اور علماء مجتہدین اور فقہائے احناف نے اس دعا کے بارے میں کیا فیصلہ صادر فرمایا ہے؟ اس سارے مضمون کو بنظر انصاف

پڑھیئے اور حقیقت کو باطل کے گرد و غبار سے پاک و صاف کر کے خالص سنت پر عمل پیرا ہونے کی کوشش فرمائیے جو لوگ ادلۂ شرعیہ کی پروا نہ کرتے ہوئے خود اجتہاد کرنے بیٹھ گئے ہیں اور اپنی غلط تاویلوں سے اس دعا کو یا اس قسم کے اور محدثات و منکرات کو ثابت کر کے گمراہ کر رہے ہیں۔ آیاتِ قرآن کریم اور احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو موڑ توڑ کر یا موضوع و متروک آثار کو پیش کر کے اپنا مدعا ثابت کرتے ہیں ان کی تقلید کا دامن چھوڑ دیجئے۔ ورنہ تھوڑے ثواب کی امید میں آخرت کے ابدی عذاب میں گرفتار ہونا پڑے گا۔

دُعاء بعد نماز جنازہ

اکثر دیہات میں بلکہ بعض شہروں میں بھی یہ رواج پایا جاتا ہے۔ کہ نماز جنازہ کے بعد سلام پھیرتے ہی بیٹھ کر اور بعض علاقوں میں کھڑے ہو کر دعا مانگتے ہیں جس کا احادیث صحیحہ اور کتب فقہ معتبرہ میں کہیں ثبوت نہیں ملتا۔ جب ثبوت نہیں تو یہ دعا نہ سنت ہوگی نہ مستحب کہلائے گی۔ جو لوگ اس دعا کو سنت یا مستحب قرار دیتے ہیں ان سے دریافت کیا جائے تو وہ یہ ثبوت پیش کرتے ہیں کہ چونکہ اس دعا پر عام مسلمانوں کا عمل ہے اور اس پر اجماع امت قائم ہو چکا ہے۔ کیوں کہ جس چیز کو عام مسلمان پسند کرتے ہوں وہ اس حدیث کے رو سے مستحب ہوگی۔ ما راٰہ المسلمون حسنًا فھو عند اللہ حسنٌ۔ جس چیز کو مسلمان بہتر سمجھتے ہوں۔ وہ اللہ کے ہاں بھی بہتر ہے۔

حالانکہ اصول فقہ کی رو سے عوام کا قول یا فعل حجت کے قابل نہیں ہوتا نہ شریعت کے مسائل و احکام میں ان کی بات کا کوئی اعتبار کیا جا سکتا ہے۔

والمعتبر فی ھذا الباب اجماع اهل الرائے والاجتهاد فلا يعتبر بقول العوام والمتكلم والمحدث الذی لا بصيرة له فی اصول الفقه۔

(اصول شاشی)

معتبر اس باب میں اہل الرائے اور مجتہدین کا اجماع ہے۔ عوام، متکلم اور محدث کے قول کا بھی یہاں کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا۔ جن کو اصول فقہ میں کوئی بصیرت حاصل نہ ہو۔

جب متکلم اور محدث جن کو اصول فقہ میں بصیرت نہیں ان کا اس باب میں چنداں اعتبار نہیں کیا جا سکتا تو عوام کالانعام کا اجتہاد و اجماع کیسے معتبر ہو سکتا ہے۔ اگر عوام کے اجماع و اجتہاد پر شریعت کے مسائل و احکام کی بنیاد رکھ دی جائے تو بیمہ لاٹری، تصویر سازی و تصویر فروشی، سینما، تھیٹر، راگ رنگ اور دیگر کئی قسم کے تماشے سب جائز ہو جائیں گے جن کو عوام بڑے شوق و محبت سے دیکھتے ہیں اور پسند کرتے ہیں۔ بلکہ بعض لوگ تو آج کل ان چیزوں کو جائز سمجھتے ہوئے دوسرے لوگوں کو بھی ایسی چیزوں میں شامل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہے ہیں اگر اعتبار نہ ہو تو ذرا بیمہ کمپنیوں کے ایجنٹوں، سینماؤں اور تھیٹروں کے مینجروں سے مل کر حالات معلوم کر لیجئے، بینکوں کا حساب ملاحظہ فرما لیجئے۔ عام مسلمانوں کا لین دین سود پر چل رہا ہے۔ کوئی تجارت کوئی فرم سود سے آزاد نظر نہیں آتی۔ پھر ان حالات کے پیش نظر عوام کا کسی بات پر اجماع کر جانا کیسے اعتبار کے لائق ہو سکتا ہے یا عوام کے اجتہاد پر مسائل شرعیہ کے ثبوت کا کس طرح دار و مدار رکھا جا سکتا ہے۔ یقین جانئے کہ اس حدیث میں بھی مسلمون سے صحابہ رض، تابعین رح، تبع تابعین رح اور ائمہ مجتہدین رح ہی مراد ہیں نہ کہ عوام جن کو اصول فقہ سے واقفیت ہی نہیں۔ اور صحابہ رض، تابعین رح، تبع تابعین رح، ائمہ مجتہدین اور علماءِ متقدمین و متاخرین کا آج تک کسی زمانے میں بھی نماز جنازہ کے بعد دعا و استغفار کرنے پر اجماع و اتفاق نہیں ہوا، اور نہ اس کا ثبوت کہیں موجود ہے اور اجماع ثابت بھی کیسے ہو جب کہ اس کا وجود ہی نہیں ہے اس کے برعکس دعا بعد نماز جنازہ کے غیر ثابت، ناجائز اور مکروہ و زیادت فرمانے میں ہر زمانے میں فقہائے احناف رح نے ضرور اتفاق و اجماع فرمایا ہے جس کا تفصیلی ذکر کتب فقہ معتبرہ کی تصریحات سے اگلے صفحات میں کر دیا جائے گا۔ اور یہ جو مسلمون کے لفظ سے عوام مراد لیا جاتا ہے اور پھر عوام کے اجماع کو حجتِ شرعیہ قرار دے کر دعا بعد نماز جنازہ کو ثابت و جائز

کیا جاتا ہے یہ محض دھوکہ ہے۔ جس سے عام مسلمانوں کو گمراہی کے ہیبتناک گڑھے میں دھکیلا جارہا ہے ؎

"یہ ہیں تفاوت راہ از کجاست تابکجا"

اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مختصر کتاب کے (باب اول) میں دعا بعد نماز جنازہ کے عدم ثبوت کے متعلق دلائل وشواہد بیان کر دیے جائیں اور کتبِ فقہ سے وہ تصریحات جو فقہائے احنافؒ نے اس دعا کے عدم جواز پر ارشاد فرمائی ہیں ان کا مفصل ذکر کر دیا جائے۔ تاکہ مسئلہ کی حقیقت پوری طرح کھل جائے اور سادہ لوح مسلمانوں کے دلوں میں جو شکوک و شبہات اس دعا کے متعلق پیدا ہو چکے ہیں وہ بالکل دور ہو جائیں ساتھ ہی انہیں یہ یقین بھی ہو جائے کہ فقہائے احنافؒ نے اس دعا کو نہایت واضح اور صریح الفاظ میں ناجائز، مکروہ اور زیادت علی صلوٰۃ الجنازہ فرمایا ہے

باب دوم میں ان علماء کرام کے فتوے درج کئے جائیں گے جنہوں نے اس دعا کو فقہ حنفیہ کی رو سے ناجائز، مکروہ یا بدعت قرار دیا ہے اور یہ فرمایا کہ اس کا صدر اول (زمانہ مشہود لہا بالخیر) میں کوئی ثبوت نہیں ملتا نہ علمائے متقدمین اور متاخرین نے اس کے جواز کا کوئی فتویٰ دیا ہے۔

باب سوم میں بریلوی مولوی صاحبان کی طرف سے دعا بعد نماز جنازہ کے جواز پر جو دلائل پیش کئے جاتے ہیں ان کا ذکر کر دیا جائے گا۔ اور وہ احادیث اور اقوال بھی درج کر دیے جائیں گے۔ جن سے وہ اس دعا کو جائز و مستحب ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے رہتے ہیں۔ پھر ان کے پیش کردہ دلائل کا جواب اور ان کی پیش کردہ روایات کا صحیح محمل اور مفہوم پیش کر دیا جائے گا۔ جس سے صاف اور بیّن طور پر یہ معلوم ہو سکے گا کہ ان لوگوں نے ان روایات و آثار کا مفہوم اور مطلب بیان کرنے میں دیانتداری سے کام نہیں لیا۔ بلکہ اصل مسئلہ کو نہایت ہی رکیک تاویلات سے بڑی حد تک چھپانے کی کوشش کی ہے۔ جس سے عوام کے عقائد میں اور زیادہ خرابی یہ پیدا ہو گئی کہ وہ اس دعا بعد نماز جنازہ کو وجوب کے درجے میں اعتقاد کرتے ہوئے نہایت اصرار کے ساتھ

اس پر عمل کرنے لگے اور جس نے اس دعا کے ناجائز ہونے کی وجہ سے انکار کیا اور اس کے مانگنے سے گریز کیا اس کو ان لوگوں نے نہایت بری طرح طعن و ملامت کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ لوگ اس کو ترک واجب کے گناہ سے بھی بڑا گناہ خیال کرتے ہیں۔

باب چہارم (خاتمہ) دفن میت کے بعد قبر پر دعا و استغفار کرنے کا ثبوت قرآن کریم حدیث شریف اور آثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور کتب فقہ معتبرہ سے پیش کر دیا جائے گا کہ عامۃ المسلمین اس غیر ثابت اور ناجائز و مکروہ دعا کو (جو نماز جنازہ کے بعد مانگی جاتی ہے) بالکل چھوڑ دیں اور اس کی بجائے ثابت اور جائز و مستحب دعا (جو دفن میت کے بعد قبر پر مانگی جاتی ہے) اسی پر اکتفا کر لیا کریں۔ اس طریقہ سے ان کو دوگنا ثواب حاصل ہو جائے گا۔

ایک ترک بدعت کا کیوں کہ بدعت کو چھوڑ دینا بھی سنت ہے دوسرا سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر عمل پیرا ہونے کا ؎

چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار

إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ط اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى۔

بندہ ناچیز: حکیم سید عزیز علی شاہ ثابت بخاری
الراجی رحمۃ ربہ الباری کھیکے ضلع گوجرانوالہ

باب اوّل

دُعا بعد نماز جنازہ کے عدم جواز پر فقہاء کرام کی تصریحات

نماز جنازہ حقیقت میں دعا ہے اور میت کے لئے استغفار ہے۔ اس کے بعد کوئی اور دعا مسنون نہیں نہ اس کا ثبوت قرونِ ثلاثہ میں پایا جاتا ہے جیسا کہ ہدایہ باب الجنائز میں لکھا ہے:-

والاتیان بالدعوات استغفار للمیت والبدایۃ بالثناء ثم بالصلوٰۃ سنۃ الدعاء۔

دعاؤں کا ادا کرنا میت کے لئے استغفار ہے اور ثناء سے شروع کرنا اور درود شریف پڑھنا دعا کے لئے سنت طریقہ ہے۔

نماز جنازہ میں دوسری نمازوں کی طرح تمام شرائط وارکان نہیں پائے جاتے اس لئے اس کو دوسری نمازوں پر کلیتہً قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ اس کو دوسری دعاؤں کی نظیر ہی قرار [illegible] کتاب مبسوط جلد دوم کے صـ۵۸ پر شہید پر نماز [illegible] میں ایک روایت نقل فرمائی ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم السیف محاء الذنوب والصلوٰۃ علیہ شفاعۃ لہٗ و دُعاءٌ۔ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تلوار گناہوں کو مٹانے والی ہے و۔ (شہید) پر نماز جنازہ پڑھنا اس کے لئے شفاعت اور دعا ہے۔

جس سے ثابت ہوا کہ نماز جنازہ دراصل دعا ہے۔ اس لئے اس کو دعا کی نظیر قرار دینا قیاس میں معتبر ہے۔ جیسا کہ صاحب ہدایہ نے باب الجنائز میں ایک مسئلہ کے جواز میں لکھا ہے۔

اجزاھم فی القیاس لانھا دعاءٌ قیاس میں ان کو کافی ہے کیوں کہ یہ دُعا ہی تو ہے۔

عنایہ میں ہدایہ کے اس قول "الاتیان بالدعوات استغفارٌ للمیّت" کے نیچے لکھا ہے۔

اشارۃ الیٰ ان المقصود ھو الدعاءُ (حاشیہ فتح القدیر جلد ۲ صـ۸۷)۔

اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اصل مقصود دعا للمیت ہے۔

بسوط شمس الائمہ سرخسی جلد دوم صـ۶۴ پر ہے۔

والمقصود بالصلوٰۃ علی الجنازۃ استغفار للمیّت والشفاعۃ لہ فلھذا یاتی بہ ویذکر الدعاء المعروف اللّٰھم اغفر لحیّنا و میّتنا۔

نماز جنازہ سے مقصود میّت کے لئے استغفار اور اس کی شفاعت ہے لہٰذا دعا میں مشہور دعاء اللّٰھم اغفر لحیّنا و میّتنا آخر تک پڑھی جاتی ہے۔

آگے چل کر شمس الائمہ سرخسی اسی صفحہ پر لکھتے ہیں۔

لان ھٰذہ لیست بصلوٰۃ علی الحقیقۃ انما ھی دعاء واستغفا للمیّت واشتراط الطھارۃ واستقبال القبلۃ فیھا لایدل انھا صلوٰۃ حقیقۃ۔

کیونکہ یہ حقیقت میں نماز نہیں ہے بلکہ محض میت کے لئے دعا و استغفار ہے۔ اور وضو کا شرط ہونا اور قبلہ کی طرف منہ کرنا اس میں یہ دلالت نہیں کرتا کہ وہ حقیقت میں نماز ہے۔

کتب فقہ کی ان عبارتوں سے یہ بات اچھی طرح سے واضح ہوگئی کہ نماز جنازہ سے اصل مقصود دعا و استغفار میت ہے۔ دوسری نمازوں کی طرح اس میں اذان و اقامت نہیں ہے، تعوّذ، تسمیہ، قرأت قرآن نہیں ہے، قومہ، جلسہ، قعود نہیں، تسبیح وتحمید نہیں، نہ اس میں رکوع ہے نہ سجود، اور التحیات اور تشہد بھی نہیں۔ پھر اس میں اوقات مکروہہ کے علاوہ کسی خاص وقت کی پابندی نہیں۔ صرف وضو کر کے قبلہ رو کھڑے ہو کر چار تکبیریں پڑھی جاتی ہیں۔ جس کا سنت طریقہ کتب فقہ میں اس طرح لکھا ہے۔

والصلوة ان يكبر تكبيرة يحمد الله عقيبها ثم يكبر تكبيرة يصلي على النبي صلى الله عليه وسلم ثم يكبر تكبيرة يدعوا فيها لنفسه وللميت وللمسلمين ثم يكبر الرابعة ويسلم (ہدایہ ص۱۲۵ باب الجنائز)

نماز جنازہ یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد اللہ کی ثناء پڑھے، پھر دوسری تکبیر کے بعد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھے، پھر تیسری تکبیر کے بعد اپنے لیے اور میت اور دیگر مسلمانوں کے لئے دعاء کرے پھر چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دے۔

جس سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ دراصل میت کے لئے دعاءِ مغفرت ہے جس میں خدا کی ثناء اور حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شریف پڑھنا سنت طریقہ ہے۔ اس طریق سے دعا کرنا بہت مقبول ہوتا ہے۔ اس کے بعد کوئی اور دعا میت کے لئے جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ جس صورت میں حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میت کے لئے استغفار و دعا کرنے کا طریقہ چار تکبیروں کے اندر کھڑے ہوتے لت میں مقرر فرما دیا ہے ثواب میت کے لئے کسی اور خود ساختہ طریقہ سے دعا کرنا جائز نہیں ہوگا اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بتائے ہوئے طریقہ سے دعا کرنے کی مخالفت ہو جائے گی اور اگر بعد نماز جنازہ کے کوئی اور دعا میت کے لئے کی جائے گی تو نماز جنازہ والی دعا کو لوگ ناکافی خیال کریں گے۔ جس سے حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کو ناکافی اور نامکمل سمجھنے کا قوی شبہ پیدا ہوتا ہے۔ اسی لئے فقہائے احناف رح نے دعا بعد نماز جنازہ کو زیادت اور مکروہ فرمایا ہے۔

نماز جنازہ کوئی ایسی چیز نہیں کہ جو چھپ کر اندرون خانہ پڑھی جاتی ہو۔ یہ تو حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے لے کر آج تک کھلے میدانوں میں پڑھی جاتی رہی۔ اکثر لوگ نماز جنازہ میں شریک ہوتے رہے۔ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود کئی جنازوں پر نماز ادا فرمائی۔ آپ کے ساتھ بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شریک نماز ہوتے رہے صحابہ رض پر صحابہ رض و تابعین رح نے اور تابعین رح پر تابعین رح و

تبع تابعین رح نے جنازہ کی نمازیں پڑھیں۔ ایسی صورت میں بعد نماز جنازہ کے دعاء و استغفار کی شہادت کئی طرق سے احادیث صحیحہ میں ہونی چاہیئے تھی۔ لیکن ظاہر ہے کہ نماز جنازہ کو کثرت سے کھلے میدانوں میں جماعت کے ساتھ پڑھنے کے باوجود اس کا ثبوت کہیں نہیں ملتا۔ اور نہ ائمہ مجتہدین رح نے اس کی کہیں صراحت فرمائی ہے ایسی صورت میں اس دعا کو سنت و مستحب قرار دے کہ اس پر اصرار کرنا ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا۔

قرآن حکیم، احادیث اور آثار کو جاننے والے فقہائے عظام رح نے اس دعا کو جائز نہیں کہا، بلکہ انہوں نے کتاب و سنت کی روشنی میں اس نماز جنازہ کے بعد کی دعا کو صاف طور پر ناجائز اور مکروہ فرمایا ہے۔ آپ فقہ کی کتابوں کو اٹھا کر دیکھئے اور تعصب کو دور رکھ کے انصاف کی نظر سے فقہائے احناف رحمۃ اللہ علیہم کی تصریحات کو ملاحظہ فرماتے جایئے آپ کو صراط مستقیم مل جائے گی۔

پہلا ثبوت۔ کنز الدقائق میں نماز جنازہ کی ترکیب میں لکھا ہے وھی اربع تکبیرات بثناء بعد الاولی وصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد الثانیۃ ودعاءٍ بعد الثالثۃ۔ اور جنازہ کی چار تکبیریں ہیں۔ پہلی تکبیر کے بعد ثناء دوسری تکبیر کے بعد حضور اکرم علیہ السلام پر درود شریف اور تیسری تکبیر کے بعد دعا ہو۔

دعاءٍ بعد الثالثۃ کے بعد بحر الرائق جلد دوم ص۱۸۳ پر لکھا ہے۔

وقید بقوله بعد الثالثة لانه لا يدعو بعد التسليم (كما في الخلاصة)

اور مقید کیا اس کو ساتھ قول بعد الثالثۃ کے کیونکہ بعد سلام کے کوئی اور دعا نہ مانگے۔ (جیسا کہ خلاصہ میں ہے)۔

دوسرا ثبوت: طاہر بن محمد عبد الرشید البخاری رح نے خلاصۃ الفتاوٰی کے صفحہ ۲۲۵ پر لکھا ہے۔

ولا يقوم بالدعاء بعد صلوة الجنازة۔ نماز جنازہ سے فراغت کے بعد کوئی

دعا نہ مانگے۔

تیسرا ثبوت :- خلاصۃ الفتاویٰ کے ص۲۲۵ پر دوسری جگہ لکھا ہے۔

ولا یقوم بالدعاء فی قرأۃ القرآن لاهل المیت بعد صلوٰۃ الجنازۃ وقبلها

اور نہ دعا مانگی جاتے اہل میت کے لئے قرآن پڑھ کر نہ بعد نماز جنازہ کے اور نہ پہلے اس کے۔

چوتھا ثبوت :- کتاب المسمّٰی نفع المفتی والسائل (مولانا عبدالحی صاحبؒ) کے ص۶۱ پر لکھا ہے۔

بعد نماز جنازہ کے دعا کرنا مکروہ ہے۔

پانچواں ثبوت :- فتاویٰ سراجیہ کے باب الصلوٰۃ علی الجنازۃ میں ص۱۴۱ پر یہ عبارت ہے۔

اذا فرغ من الصلوٰۃ لا یقوم بالدعاء جب فارغ ہو نماز جنازہ سے دعا نہ مانگے۔

چھٹا ثبوت :- مشکوٰۃ المصابیح کے باب الجنائز میں ص۱۴۷ پر مالک بن ہبیرہؓ سے روایت ہے۔

قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ما من مسلم يموت فيصلي عليه ثلاثة صفوف من المسلمين الا اوجب فكان مالك اذا استقل الجنازة جزأهم ثلاثة صفوف لهذا الحديث (رواه ابوداؤد)

فرمایا انہوں نے میں نے سُنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے کہ نہیں کوئی مسلمان مرجا کہ اس پر تین صفیں مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھ لیں مگر اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت واجب کر دیتا ہے پس مالکؓ جب اہل جنازہ کو کم دیکھتے تھے تو ان کی تین صفیں بنایا کرتے تھے اس حدیث نبوی پر عمل کرتے ہوئے۔

اس حدیث کے تحت [illegible] مشکوٰۃ میں بحوالہ مرقاۃ ملاّ علی قاری حنفیؒ المتوفی ۱۰۱۴ھ [illegible] لکھا ہے۔

ولا یدعو للمیت بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ

اور نہ دعا مانگے کوئی بعد نماز جنازہ کے کیوں کہ یہ دُعا نماز جنازہ میں زیادت کے مشابہ ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جب جنازے کی نماز میں شامل ہونے والے لوگ کم ہوتے تھے تو مالک بن ہبیرہؓ ان کی تین صفیں بنالیا کرتے تھے تاکہ اس طریقہ سے حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق اس میت کے لئے بھی جنت واجب ہو جائے۔ اس کی شرح یوں بیان کی گئی کہ یہ طریقہ اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز جنازہ کے بعد تو کوئی اور دعا نہیں ہے۔ کیوں کہ ایسی دعا نماز میں زیادت سے مشابہت رکھتی ہے۔

ساتواں ثبوت :- مظاہر حق شرح مشکوٰۃ المصابیح میں اسی حدیث مذکورالصدر کی شرح میں لکھا ہے۔

"جنازے کی نماز کے بعد کوئی دعا نہ مانگے۔ کیوں کہ یہ نماز جنازہ میں زیادت کے مشابہ ہے۔"

آٹھواں ثبوت :- شرح وقایہ برجندی باب الجنائز میں ہے۔

لا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فیها۔ کذا فی المحیط

نہ مانگے کوئی شخص دعا بعد نماز جنازہ کے کیوں کہ وہ اس میں زیادت کے مشابہ ہے۔ ایسا ہی محیط میں ہے۔

نواں ثبوت :- محیط میں باب الجنائز کے اندر امام ابوبکر بن حامدؒ سے روایت ہے۔

ان الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ مکروہٌ۔ نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنی یقیناً مکروہ ہے۔

دسواں ثبوت :- قنیہ میں ابوبکرؒ بن حامدؒ والی روایت بھی درج ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے۔

لا یقوم الرجل بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ قال لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ ناقلا عن علاء السغدی وشرح السرخسی۔ نہ مانگے کوئی مرد دعا بعد نماز جنازہ کے۔ کہا اس نے کیوں کہ وہ نماز جنازہ میں زیادتی کے مشابہ ہے نقل کرتے ہوئے علاء السغدی اور شرح سرخسی سے۔

نوٹ

بہت ممکن ہے کہ کسی صاحب کو امام محمدؒ بن فضلؒ کے قول سے جو قنیہ میں نقل کیا گیا ہے۔ اس دعا کے جواز پر شبہ پیدا ہو، اور وہ لا باس بہ کے قول سے غلطی کھا جائے کہ وقال محمد بن الفضل لا باس بہ (ترجمہ) اور محمدؒ بن الفضلؒ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے تو اس کا جواب اوّلاً یہ ہے کہ جمہور فقہاء احنافؒ کے قول کے مقابلہ میں صرف ان کا قول کیسے حجت ہو سکتا ہے۔ ثانیاً کلمۂ لا باس بہ سے فقہاء کرام رح کی اصطلاح میں کراہت تنزیہی مراد ہے چنانچہ فتاویٰ سعدیہ کے صفحہ ۱۳۰ پر ہے۔ کہ " کلمۃ لا باس بہ۔ اکثر در کراہت تنزیہی مستعمل میشود یعنی کلمہ لا باس بہ کا استعمال مکروہ تنزیہی پر کیا جاتا ہے۔ شامی جلد اول صـ۸۲ـ پر ہے۔ حاصل الجواب حمل الکراھۃ علی التنزیہ فلا تنافی قولھم لا باس بہ لان غالب استعمالھا فیما ترکہ اولیٰ (ترجمہ) حاصل جواب یہ ہے۔ کہ مکروہ تنزیہی پر محمول کرنے کو فقہاء کا قول لا باس بہ ہرگز منافی نہیں۔ کیوں کہ اس کلمہ کا استعمال اکثر ان چیزوں میں ہوتا ہے۔ جن کا چھوڑ دینا بہتر ہے۔ دوسری جگہ شامی جلد اول کے صـ۴۴۳ـ پر احکام المساجد میں لا باس بنقشہ کے تحت لکھا ہے۔ قال فی النہایہ لان لفظ لا باس دلیل علی ان المستحب غیرہ لان الباس الشدۃ (ترجمہ "کہا نہایہ میں لفظ لا باس دلیل ہے اس بات کی کہ یقیناً یہ مستحب کے خلاف ہے کیوں کہ باس شدت کو کہتے ہیں" انتہیٰ۔

پس کلمۂ لا باس بہ سے بھی یہی ثابت ہوا کہ یہ دعا مکروہ تنزیہی ہے جس

(باقی نوٹ صفحہ ۳۷ پر)

گیارہواں ثبوت :۔ قدوری کے صفحہ ۲۶ پر ثم یکبر تکبیرۃ رابعۃ ویسلم کے حاشیہ پر شرح وقایہ برجندی اور قنیہ کے حوالے سے دعا بعد نماز جنازہ کو مکروہ کہا گیا ہے۔

بارہواں ثبوت :۔ مالابدمنہ کے صـ۷۵ـ کی اس عبارت کہ " بعد تکبیر چہارم سلام گوید" کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ :۔

بعد تکبیر چہارم سلام گوید وبعد آں ہیچ دعا نخواند (چوتھی تکبیر کے بعد سلام کہے اور اس کے بعد کوئی دعا نہ پڑھے۔

آگے چل کر اس حاشیہ میں لکھا ہے۔

بعد سلام برائے دعا ایستادن ہم نشاید بلکہ در حملِ جنازہ مشغول شوند کذا فی الدر المختار بعد سلام کے دعا کے لئے کھڑا نہ ہونا چاہیئے بلکہ جنازہ کے اٹھانے میں مشغول ہونا چاہیئے ایسا ہی دُرِ مختار میں ہے۔

تیرہواں ثبوت :۔ فتاویٰ سعدیہ کے صـ۱۳۰ـ پر مفتی سعد اللہ صاحب المتوفی ۱۲۹۴ھ نے بعد نماز جنازہ کے دعا مانگنے کے متعلق فرمایا ہے۔

خالی از کراہت نیست زیرا کہ اکثر فقہاء بوجہ زیادہ بودن بر امر مسنون منع مے کنند یہ دعا کراہت سے خالی نہیں کیوں کہ اکثر فقہاء کرام امر مسنون سے زیادہ ہونے کی وجہ سے اس دعا سے منع کرتے ہیں۔

چودھواں ثبوت :۔ جامع الرموز میں ترکیب نماز جنازہ اور تسلیم کے بعد یہ

صفحہ ۳۶ کا بقیہ نوٹ

کا چھوڑ دینا نہایت مستحسن اور مستحب ہے، فرق یہ نکلا کہ دوسرے فقہاء کرام رح نے اس دعا کو مکروہ (تحریمی) کہا اور محمد بن فضل نے لا باس بہ فرما کر مکروہ تنزیہی ٹھہرا دیا ہے۔ اگر محمدؒ بن فضل رح اس دعا کو سنت و مستحب سمجھتے یا ان کے نزدیک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے کوئی روایت سنداً صحیح ثابت ہوتی تو صاف اور غیر مبہم الفاظ میں اس کا ذکر فرما دیتے۔

عبارت ہے۔

ولا یقوم داعیا لہ (نماز جنازہ کے بعد) کوئی آدمی اس کے لئے دعا نہ کرے

پندرھواں ثبوت :۔ زاد الآخرت کے صفحہ ۱۵۲ میں ہے۔

و بعد فراغ از نماز برائے خواندن دعا نایستد۔ نماز جنازہ سے فراغت کے بعد دعا کے لئے نہ ٹھہرے۔

ان سب دلائل فقہیہ سے صاف طور پر ثابت ہوگیا۔ کہ فقہاء کرام رح نے اس کے سنت و مستحب ہونے کا فتویٰ نہیں دیا بلکہ اس کو مکروہ و زیادت کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ بعد نماز جنازہ کے دفن میت میں جلدی کرنی چاہیئے اور غیر معروف اور زائد کاموں میں مشغول ہو کر میت کے ضروری حقوق میں تاخیر کرنی ہرگز درست نہیں ہے۔ کیونکہ حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد ہے۔ اذا مات احدکم فلا تحبسوہ واسرعوا بہ الی قبرہ۔ (مشکوٰۃ شریف صـ۱۴۹)

سولھواں ثبوت :۔ دیکھئے کافی کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے۔

وان فرغوا فعلیھم ان یمشوا خلف الجنازۃ الی ان ینتھوا الی القبر۔

اور جب نماز جنازہ سے فارغ ہو جائیں تو ان پر یہ حق ہے۔ کہ جنازے کے پیچھے قبر تک پہنچ جائیں۔

سترھواں ثبوت :۔ اور صراط مستقیم میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا طریقہ بعد نماز جنازہ کے اس طرح لکھا ہے۔

چوں نماز بر میت گذاردے یا دے ہمراہ شدے و پیادہ پا بمدفن رفتے۔ جب حضور علیہ السلام میت پر نماز جنازہ ادا فرما لیتے تو آپ اس کے ہمراہ پیدل مدفن تک جاتے۔

ان عبارتوں سے صرف نماز جنازہ کے بعد جنازہ کو قبر تک پہنچانے اور دفن کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔ دعا بعد نماز جنازہ میں شامل ہونا ثابت نہیں ہوتا کیوں کہ نماز جنازہ کے بعد اہم کام تدفین کا ہوتا ہے۔ اس لئے دفن میت میں تاخیر کرنی سنت کے خلاف اور رافع سنت ہوگی۔

اٹھارھواں ثبوت :۔ فتاویٰ سراجیہ جلد اول کتاب الجنائز صـ۹۲ میں ہے۔

وان لم یکبر مع الامام حتی کبر الامام اربعا کبر ھو للافتتاح قبل ان یسلم الامام و یکبر ثلاثا قبل ان یرفع الجنازۃ تتابعا لا دعاء فیھا فاذا رفعت الجنازۃ من الارض یقطع التکبیر۔

مسبوق نے اگر امام کے ساتھ تکبیر نہیں کہی یہاں تک کہ امام نے چار تکبیریں کہہ لیں تو وہ امام کے سلام پھیرنے سے قبل تکبیر افتتاح کہہ لے اور باقی تین تکبیریں جنازہ اٹھائے جانے سے پہلے بغیر دعا کے پے درپے کہے پھر جب جنازہ زمین پر سے اٹھا لیا جائے تو تکبیر کو ختم کردے۔

انیسواں ثبوت :۔ مبسوط شمس الائمہ سرخسی جلد دوم صـ۹۶ پر ہے۔

اذا کبر الامام تکبیرۃ او تکبیرتین ثم جاء رجل فانہ ینتظر حتی یکبر معہ فاذا سلم قضی ما بقی علیہ قبل ان ترفع الجنازۃ فی قول ابی حنیفۃ و محمدؒ۔ جب امام ایک یا دو تکبیریں کہہ چکا ہو اور کوئی آدمی آگیا تو یہ آدمی انتظار کرے یہاں تک کہ امام کے ساتھ تکبیر کہے پس جب امام سلام پھیرے تو یہ آدمی جنازہ اٹھائے جانے سے پہلے ہی فوت شدہ تکبیریں کہہ لے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کا یہی قول ہے۔

امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک مسبوق کو اپنی فوت شدہ تکبیروں کو امام کے سلام پھیرتے ہی پے درپے کہہ لینا چاہیئے۔ تاکہ وہ جنازہ اٹھائے جانے سے پہلے اپنی تکبیروں سے فارغ ہو سکے اس میں دعا وغیرہ پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنازہ کو نماز کے بعد فوراً اٹھا لینا چاہیئے، مسبوق کی تکبیروں کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے۔ اور مسبوق کو بھی دعا وغیرہ میں لگ کر دیر نہیں کرنی چاہیئے تو اب نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کا شغل کیسے جائز اور درست ہو سکتا ہے؟

بیسواں ثبوت :۔ درّ المختار میں پہلی دوسری تیسری تکبیر کا ذکر کرنے کے بعد آتا ہے۔

ویسلم بلا دعاء بعد الرابعۃ بتسلیمتین ناویا ان المیت مع القوم بعد چوتھی

تکبیر کے بغیر دعا کے دونوں طرف سلام پھیر دے۔ جس میں میت کی مع قوم کے نیت رکھے۔

اکیسواں ثبوت :۔ نورالایضاح کے باب احکام الجنائز میں آتا ہے۔

ویسلم بعد الرابعة من غیر دعاءٍ فی ظاهر الروایة۔ اور سلام پھیر دے بعد چوتھی تکبیر کے بغیر دعا کے۔ یہی ظاہر روایت میں ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ ظاہر روایت میں چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے قبل یا سلام کے بعد کوئی اور دعا معہود نہیں ہے۔ اگر یہ دعا فقہائے احناف رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک جائز و مسلم ہوتی تو ضرور اس کا کتب فقہ میں ذکر کر دیا جاتا ہر شخص قرآن کریم و احادیث سے قیاس و اجتہاد کر کے مسائل کو استنباط کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ اس کے لئے علم کثیر ہونے کے ساتھ تفقہ فی الدین کی بھی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ آج کل جو لوگ اس دعا کو اصول شرعیہ سے برکنار رہ کر صرف اپنے قیاس فاسد سے جائز و مستحب قرار دیتے ہیں۔ وہ یقیناً غلطی میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ ان کی باتوں کا ہرگز اعتبار نہیں کرنا چاہئے اور نہ ایسے لوگوں کی کورانہ تقلید سے فلاح و نجات ہی حاصل ہو سکتی ہے بلکہ یقین جانیے کہ اس قسم کی تقلید میں دنیا و آخرت کا نقصان ہے۔ الحاصل نماز جنازہ خود دعا ہے۔ نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد میت کو قبر تک پہنچانے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیئے۔ فقہا احناف نماز جنازہ کے بعد دعا کو غیر ثابت اور مکروہ کہتے ہیں اور اس ترک دعا بعد از جنازہ کو ظاہر روایت سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ظاہر روایت کو چھوڑ کر غیر ظاہر روایت کی تلاش کرنا (جب کہ بحمد اللہ اس مسئلہ میں کوئی ایسی غیر ظاہر روایت بھی موجود نہیں جس میں صراحت سے اس دعا کی اجازت بلا کراہت ملتی ہو۔) کہاں کا انصاف اور دیانت ہے،

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

باب دوم

دُعا بعد نماز جنازہ کے عدم جواز پر علمائے کرام رح کے فتوے

استفتاء :۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و حاملان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ آج کل بعض لوگ نماز جنازہ کے بعد متصلاً بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر میت کے لئے دعا و استغفار کرتے ہیں۔ یہ دعا حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قولاً فعلاً یا تقریراً ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ثابت ہے تو یہ دعا فرض ہے یا واجب، سنت ہے یا مستحب؟ جواب قرآن کریم، حدیث شریف اور فقہ حنفیہ سے مدلل مرحمت فرمایا جاوے۔ بینوا توجروا۔

المرقوم ۲/ اکتوبر ۱۹۵۳ء

پیش کردہ بندہ ناچیز سید عزیز علی از کھیکے ضلع گوجرانوالہ۔

الجواب ع۔ بعون الملک الوهاب۔ وعلیکم السلام و رحمة اللہ۔

دعا بعد نماز جنازہ متصلاً نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت نہ مستحب بلکہ بدعت ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے اور قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر سے قولاً۔ فعلاً۔ تقریراً کسی طرح صحیح طریقے سے ثابت نہیں ہے۔ علماء احناف میں سے کسی معتد بہ عالم نے اس کے استحباب تو بجائے خود اس کے جواز کا فتویٰ بھی نہیں دیا بلکہ اس کو مکروہ تحریمی کہا۔ "مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر علامہ ملا علی قاری حنفی کی عبارت جو انہوں نے مرقاۃ علی المشکوٰۃ میں فرمائی ہے۔ نقل کرتا ہوں فرماتے ہیں ولا یدعوا للمیت بعد صلوة الجنازة لانه یشبه الزیادة فی صلوة الجنازة انتہی بلفظہ (مشکوٰۃ اصح المطابع باب المشی بالجنازہ ص ۱۴۷) اور بحر الرائق جلد دوم باب الجنائز ص ۱۸۳ میں ہے۔ وقید بقوله بعد الثالثة لانه لایدعو بعد التسلیم کمافی الخلاصة

اگر بالفرض دعا بعد الجنازہ مستحب بھی ہوتی پھر بھی اس زمانہ میں اس کا چھوڑنا واجب کر دعا نہ کرنے والے پر نکیر کی جاتی ہے۔ واجب ہوتا کیونکہ اس پر ائمہ حنفیہ کی متعدد تصریحات کے باوجود

ہیں کہ اگر کسی مستحب کام کو لوگ ضروری سمجھنا شروع کر دیں تو اس کا ترک کر دینا اس لئے واجب ہوتا ہے کہ لوگوں کے ذہنوں سے اس کے وجوب کا اعتقاد جاتا رہے۔ ھٰذا ما عندی واللہ اعلم دستخط

محررہ راجی رحمۃ ربہ الصمدانی المدعو بغلام ربانی نائب مدرس مدرسہ عربیہ گوجرانوالہ۔

الجواب نمبر ۲ ۴۴۶/۹ نماز جنازہ خود دعا ہے۔ اس کے بعد کوئی اور دعا مانگنا بدعت ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم و حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین و تبع تابعین و ائمہ مجتہدین و سلف صالحین الغرض کسی بزرگ سے اس کا ثبوت نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم ۲۴ صفر ۱۳۷۳ھ

(بندہ اصغر علی غفرلہ معین خیر المدارس ملتان)

مدرسہ عربی خیر المدارس دار الافتاء

الجواب صحیح۔ بندہ محمد عبداللہ غفرلہ

خادم الافتاء خیر المدارس ملتان

الجواب ۳ مبسملاً و محمدلاً و مصلیاً و مسلماً ۔ نماز جنازہ خود دعا ہے۔

اس کے بعد دعا کیسی؟ کبیری میں علامہ حلبی ایک مسئلہ کی دلیل میں القیاس الجواز لانہا دعاءٌ اور ہدایہ کے اس قول کے نیچے "الاتیان بالدعوات استغفار للمیت" عنایہ میں ہے "اشارۃ الی ان المقصود ھو الدعاء" اور کنز الدقائق کی ترکیب نماز میں ودعا بعد الثالثۃ کے تحت میں بحر الرائق میں ہے۔ وقید بقولہ بعد الثالثۃ لانہ لا یدعو بعد التسلیم کما فی الخلاصۃ وعن الفضلی لا باس بہ۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سلام کے بعد دعا ثابت نہیں نہ فرض نہ واجب نہ سنت نہ مستحب مگر امام فضلی سے ایک روایت نقل ہے کہ منع بھی نہیں لیکن اگر ایسی بات پر جو مستحب ہو یا مباح ہو کہ اس کے نہ کرنے پر کراہت بھی نہیں اگر ایسا التزام کر لیا جائے کہ اس کے نہ کرنے کو قابل اعتراض اور ترک واجب جیسا قرار دیا جاتا ہو تو یہ جس کے ترک کو شریعت نے جائز رکھا تھا۔ اس کے ترک کو حرام بنانا ہوا جو شریعت کا مقابلہ ہوا یہ خود اس کو ناجائز بنا دیتا ہے۔ پھر اس کو چھوڑنا ضروری ہو جائے گا۔ ایسی چیز کو بدعت کہتے ہیں جس کی شریعت میں اصل نہ ہو۔ اور لوگ اس کو شریعت کی بات بنا لیں کار ثواب قرار دے لیں تو وہ کل بدعۃ ضلالۃ۔ حدیث کی رو سے گمراہی بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے

بچائیں اور صرف اپنے احکام کی پابندی کی توفیق عطا فرمائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

دار الافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور ۱۳۶۶ھ

کتبہ:۔ جمیل احمد تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

۲۵ صفر ۱۳۷۳ھ

الجواب ۴ باسمہ سبحانہ تعالیٰ۔ مذکورہ بالا صورت میں دعا بدعت ہے اس کو ترک کر دینا چاہئے۔ زمانہ مشہود لہا بالخیر میں اس کا کوئی ثبوت نہیں جو لوگ کرتے ہیں۔ غلطی کرتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

محمد خلیل مدرسہ اشرف العلوم گوجرانوالہ

۱۵ صفر ۱۳۷۳ھ

الجواب ۵ نماز جنازہ کے بعد جماعت کے ساتھ دعا مانگنا آنحضرت یا صحابہ کرام سے ثابت نہیں۔ کیونکہ نماز جنازہ خود دعا ہے۔ اپنے اپنے دل میں لوگ علیحدہ علیحدہ دعا مانگیں اس کا ہر وقت اختیار ہے۔

محمد مظہر بقاء غفرلہ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ

الجواب صحیح۔ بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

کراچی ۱۲

مدرسہ دار العلوم مسجد باب الاسلام آرام باغ، کراچی

الجواب ۶:۔ باللہ التوفیق۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدس میں جنازے ہوتے تھے لیکن بعد سلام صلوٰۃ جنازہ کوئی دعا آپ سے ثابت نہیں۔ کیونکہ صلوٰۃ جنازہ حقیقت میں ایک دعا ہے۔ ہاں بعد دفن میت قبر پر دعا مانگنے کے متعلق سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم موجود ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب اپنی کتاب المسمی نفع المفتی والسائل کے صفحہ ۴۰ پر لکھتے ہیں کہ بعد نماز جنازہ کے دعا مکروہ ہے۔ کیونکہ تقاضا دعا موجود ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا ثابت ہی نہیں۔ بحر الرائق ص۱۸۳ صاحب کنز کے قول بعد الثالثۃ میں لکھا ہے۔ لا یدعو بعد التسلیم۔ سلام کے بعد دعا نہ مانگے۔ فتاویٰ سراجیہ

ہیں لکھا ہے۔ اذا فرغ من الصلوٰۃ لا یقوم بالدُّعَاءِ جب نماز جنازہ سے فارغ ہووے تو دعا کیلئے کھڑا نہ ہووے۔ بہرصورت جب ثبوت نہیں تو پھر دعا بعد تسلیم نہیں کرنی چاہیئے۔ اس میں کراہیت ہے۔

(دستخط) عبدالواحد عفا اللہ عنہ۔ جامع مسجد شیرانوالہ، گوجرانوالہ

الجواب صحیح۔ شمس الدین۔ بقلم خود

جواب درست ہے۔ محمد چراغ۔ مدرسہ عربیہ، گوجرانوالہ

علاوہ ان کے خیر الصلاۃ فی حکمۃ للدعاءِ للاموات میں تکملہ اور ضمیمہ کے ماتحت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب مرحوم نے دلیل الخیرات فی ترک المنکرات میں ہندوستان، برہما وغیرہا ممالک کے اکثر شہروں مثلاً اجمیر، رنگون، دیوبند کلکتہ، سراج گنج، ڈھاکہ، چاٹگام، بھوپال، پانی پت حصار وغیرہ کے مشہور علماء کرام کے تنو سے زائد فتوے درج کئے ہیں جن میں دعا بعد نماز جنازہ کو مکروہ اور بدعت قرار دیا گیا ہے۔

باب سوم

بریلوی مولوی صاحبان کے فتوے اور ان کا جواب

استفتاء کے الفاظ قریباً وہی ہیں جو حصہ دوم کے شروع میں درج کر دیے ہیں۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔ بریلوی مولوی صاحبان کے چار فتوے میرے پاس موجود ہیں جن میں انہوں نے دعا بعد نماز جنازہ کے متعلق آیات و احادیث سے ثبوت دینے کی کوشش کی ہے۔ لیکن آیات قرآن تو مطلق دعا کے بارے میں ہیں۔ ان میں بعد نماز جنازہ کی دعا یا کسی اور دعا کی تخصیص نہیں ہے اور جو احادیث پیش کی ہیں۔ وہ تمام نماز جنازہ کے اندر سلام سے پہلے دعا پڑھنے کے بارے میں ہیں یا وہ دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ حالاں کہ استفتاء میں نماز جنازہ کے اندر سلام سے پہلے دعا کرنے اور دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کا ہرگز سوال نہیں کیا گیا تھا۔ کتب فقہ حنفیہ سے کسی فقیہہ و مجتہد کا قول دعا بعد نماز جنازہ کے ثبوت میں نقل نہیں کیا گیا۔ اندریں حالات اگرچہ اصولی طور پر ان کا جواب دینا ضروری نہیں ہے۔ مگر تاہم ان کو نقل کرنا اور ان کے جوابات دینا اس لئے مناسب سمجھا گیا تاکہ ناظرین کرام پر مسئلہ کی حقیقت واضح ہو جائے اور ان کے دلوں میں شکوک و شبہات کی گنجائش ہی نہ رہے۔

قولھم فتویٰ ۱: جو اس دعا کو نہ مانے وہ مفتری[۱]، کذاب اور بے دین ہے۔

فتویٰ ۲: حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَی الْمَیِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَہُ الدُّعَاءَ (مشکوٰۃ شریف) جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھ چکو تو اس کے لئے دعا مانگو۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام بھی اس دعا کیلئے ارشاد فرماتے ہیں۔ اب جو کوئی اس پر اعتراض کرتا ہے اسے دین کی ضرورت نہیں وہ بے دین ہے۔

فتویٰ ۳: اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء (جب تم میت پر نماز جنازہ

---

[۱] گویا اس مفتی کے نزدیک وہ تمام علماء احناف جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے وہ سب کے سب مفتری کذاب اور بے دین ہیں (العیاذ باللہ) ماشاء اللہ ایسا ہی حنفی مفتی ہونا چاہیئے۔

پڑھو تو اس کیلئے خالص دعا مانگو) اس حدیث مرفوع میں اذا صلیتم شرط ہے۔ فاخلصوا جزا ہے۔ شرط اور جزا میں تغایر ہونا چاہیے نہ کہ اس میں داخل ہو۔ صلیتم ماضی کا صیغہ ہے فاخلصوا امر ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ دعا کا حکم نماز پڑھ چکنے کے بعد ہے۔

فتوی ۲۔ اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھ کو تو اس کیلئے خالص دعا مانگو ف سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے بعد فوراً دعا کی جائے۔ بلا تاخیر جو لوگ اس کے معنے کرتے ہیں کہ نماز میں اس کیلئے دعا مانگو ف کے معنی سے غفلت کرتے ہیں۔ صلیتم شرط ہے اور فاخلصوا جزاء۔ شرط اور جزاء میں تغایر چاہیئے نہ یہ کہ اس میں داخل ہو پھر صلیتم ماضی اور فاخلصوا امر ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ دعا کا حکم نماز پڑھ چکنے کے بعد ہے۔ جیسے فاذا طعمتم فانتشروا میں کھا کر جانے کا حکم ہے نہ کہ کھانے کے درمیان اور اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم میں نماز کیلئے اٹھنا مراد ہے نہ کہ نماز کا قیام جیسا کہ الی سے معلوم ہوتا ہے۔ لہذا یہاں بھی وضو ارادہ نماز کے بعد ہی ہوا اور ف سے تاخیر ہی معلوم ہوئی۔ لہذا نماز جنازہ کے بعد دعا کرنی ف سے معلوم ہوئی۔ کیونکہ حرف ف تعقیب کیلئے آتا ہے۔ انتھیٰ۔

الجواب فتوی ۱ میں حدیث اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَی المیت فاخلصوا لہ الدعاء کا حوالہ نہیں دیا گیا۔

فتوی ۲ میں مولوی صاحب نے اس حدیث کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھ چکو تو اس کیلئے دعا مانگو۔ اس ترجمے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا طریق استدلال بھی وہی ہے جو فتوی ۳ و ۴ میں بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے اس کا جواب فتوی ۳ و ۴ کے تحت آجائیگا۔ یہاں صرف یہ بات واضح کر دینی مناسب معلوم ہوتی ہے۔ کہ مولوی صاحب نے اپنی تحریر میں فرمایا ہے کہ اب جو کوئی اس دعا پر اعتراض کرتا ہے اسے دین کی ضرورت نہیں وہ بے دین ہے۔ فتوی ۱ میں بھی اس دعا کو نہ ماننے والوں کو مفتری کذاب اور بے دین کہا گیا ہے۔ اس کے متعلق صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ صرف ہم ہی

اس دعا پر اعتراض نہیں کرتے۔ بلکہ تمام فقہائے احناف اس دعا پر اپنے اپنے زمانہ میں اعتراض کرتے چلے آئے ہیں۔ جیسا کہ حصہ اول میں کتب فقہ کی عبارتوں سے ظاہر ہو چکا ہے۔ ان بزرگوں کی شان میں آپ لوگوں کی گستاخی افسوسناک امر ہے۔ اس کی جوابدہی آپ کو خدائے قدوس کے ہاں ضرور کرنی پڑے گی۔ ہم تو صرف یہی کہہ دینا کافی سمجھتے ہیں کہ ہم تو ان اکابر کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں اور آپ لوگ نفس امارہ کی پیروی کرنے والے۔:

ع پسند اپنی اپنی نظر اپنی اپنی

فتوی ۳ و ۴ میں مولوی صاحبان نے لکھا ہے کہ اذا صلیتم شرط ہے اور فاخلصوا جزا ہے۔ شرط اور جزا میں تغایر ہونا چاہیئے نہ کہ اس میں داخل ہو۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ اگر ان کی تغایر سے یہ مراد ہے کہ نماز جنازہ دعا کو شامل نہیں بلکہ دعا نماز جنازہ سے الگ ہے تو اس قسم کا تغایر مراد لینا نہایت مضحکہ انگیز ہے کیونکہ اگر نماز جنازہ میں سے دعا و استغفار ہی کو الگ کر دیا جائے۔ تو ایسی نماز سے میت کو کیا فائدہ ہوا اور ایسی نماز جنازہ پڑھنے والوں کو کیا ثواب حاصل ہوگا۔ میت کا حق تو اسی طرح مسلمانوں کے ذمہ باقی رہ جائے گا۔ نماز جنازہ سے اہم مقصود تو یہی دعا و استغفار ہے۔ جیسا کہ کتب فقہ کے حوالوں سے واضح ہو چکا ہے اس حدیث میں بھی نماز جنازہ کے اندر اسی دعا کو اخلاص کے ساتھ مانگنے کا حکم فرمایا گیا ہے اور اگر تغایر سے ان کی مراد یہ ہے کہ نماز جنازہ کے اندر کی دعا تو کسی نماز میں نہیں ہے۔ اور اس میں اخلاص کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اس حدیث میں تو نماز جنازہ کے بعد ایک اور دعا کو اخلاص کے ساتھ مانگنے کا حکم فرمایا گیا ہے تو اس معنی کی تائید میں کسی شارح حدیث اور فقیہہ و مجتہد کا قول نقل کر دینا چاہیئے تھا۔ صرف اپنی غلط تاویل سے حدیث نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے معنوں میں تبدیلی کر کے اپنے مدعا کو ثابت کرنا سراسر گمراہی ہے اس قسم کا تغایر اس حدیث میں قطعاً مراد نہیں لیا جا سکتا۔ دیکھئے سورۃ احزاب کی اس آیت سے یہ قاعدہ درہم برہم ہو جاتا ہے۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ۔ اور جب تم (ازواج مطہرات) سے سامان کا سوال کرو تو پردے کے پیچھے سے سوال کرو۔

اس آیت میں اذا سئلتموھن متاعًا شرط ہے اور فسئلوھن من وراء حجاب اس کی جزا ہے
اس میں ان کے بیان کردہ قاعدہ کی رو سے تغایر کی یہ صورت ہوگی کہ سامان کا سوال الگ ہے اور پردے کے پیچھے سوال کرنے کا حکم الگ ہے وہ سامان کا سوال نہیں بلکہ کوئی اور سوال ہوگا۔ کیونکہ شرط اور جزا میں تغایر ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ اس آیت میں اس قسم کا تغایر ہرگز مراد نہیں ہے بلکہ فعل سئلتموھن میں جس متاع کے سوال کا ذکر ہے۔ اسی متاع کے سوال کرنے کا حکم فسئلوھن میں دیا گیا ہے۔

اور اگر تغایر سے ان کی مراد یہ ہے کہ نماز جنازہ بعض وجوہ کے اعتبار سے صلوٰۃ ہے اور بعض وجوہ کے اعتبار سے دعا للمیت ہے۔ جب شرائط نماز (وضو استقبال قبلہ۔ قیام) ادا کرلئے تو اب تکبیر تحریمہ کے بعد سنت طریق سے ثناء اور درود شریف پڑھ کے میت کے لئے دعا و استغفار کرلیا جائے تو اس قسم کا تغایر حنفیوں کے نزدیک مسلّم ہے۔ جس طرح دوسری نمازوں میں سجدہ رکوع سے متغایر ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ سجدہ اور رکوع نماز سے باہر ہیں۔ نماز کے اندر نہیں ہیں۔ بالکل اسی طرح نماز جنازہ میں بھی یہی سمجھ لینا چاہیئے کہ ثنا اور درود شریف اور دعا للمیت باہم متغایر ہونے کے باوجود نماز جنازہ کے اندر شامل ہیں۔ اس سے باہر نہیں ہیں۔ جس سے یہی ثابت ہوا کہ اس حدیث سے بھی نماز جنازہ کے اندر کی دعا مراد ہے۔ بعد کی نہیں ہے۔

پھر ان کا یہ کہنا کہ "اذا صلیتم ماضی کا صیغہ ہے اور فاخلصوا امر ہے جس سے معلوم ہوا کہ دعا کا حکم نماز پڑھ چکنے کے بعد ہے"۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ اذا جب ماضی پر داخل ہوتا ہے تو اکثر استقبال کے معنی دیتا ہے جیسا کہ شرح جامی میں آتا ہے۔

ومنها اذا وھی اذا کانت زمانیة للمستقبل ای للزمان المستقبل وان کانت داخلة علی الماضی۔ اور (ظروف مبنیہ) میں سے اذا ہے جب وہ زمانیہ ہو تو مستقبل کیلئے ہوگا۔ یعنی زمانہ استقبال کیلئے اگرچہ ماضی پر داخل ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان کا خود ساختہ قاعدہ یہاں بھی کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔

اور نہ اس سے ان کا مدعا ثابت ہو سکتا ہے۔

پھر ان کا یہ کہنا کہ ف سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے بعد فوراً دعا کی جائے بلا تاخیر اور حرف ف تعقیب کیلئے آتا ہے"۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ فا، ثم کی طرح تعقیب بالفصل کیلئے نہیں آتا بلکہ تعقیب مع الوصل کیلئے آتا ہے۔ اس میں لمحہ بھر کی تعقیب زمانی کرنی ہوتی ہے جیسا کہ کتب نحو اور اصول فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ اس حدیث سے بھی یہی ثابت ہوا کہ جب امام اور مقتدی نماز میں قیام کرکے تکبیر تحریمہ کہہ لیں تو فوراً دعا للمیت کو سنت طریق سے شروع کردیں۔ پہلے رب العزت کی ثنا پھر حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شریف پھر میت کیلئے دعا و استغفار کرکے سلام پھیر دیں۔ اس طریق سے دعا قبولیت کے زیادہ قریب ہو جاتی ہے ثنا و درود شریف اور دعا للمیت کو نماز جنازہ سے الگ سمجھنا ہرگز درست نہیں ہے۔

اس حدیث کے یہ معنی جس قاعدے سے ہم نے بیان کئے ہیں۔ اس کی شہادت قرآن حکیم کی چند آیات اور احادیث نبویہ سے ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○
اور جب قرآن کریم پڑھا جائے پس اس کو سنو اور چپکے رہو تاکہ تم رحم کئے جاؤ۔

یعنی جب قرآن کریم کی تلاوت شروع ہو اسی وقت قرآن حکیم کو سننے اور چپ رہنے کا حکم ہے تلاوت ختم ہو جانے کے بعد سننے اور چپ رہنے کا نہیں ہے اس آیت میں قُرِئَ ماضی کا صیغہ ہے اذا شرطیہ اس پر داخل اور فاء جزائیہ بھی فاستمعوا له وانصتوا پر آگئی ہے جس سے تعقیب کے معنی لئے جاتے ہیں۔ اس آیت میں تعقیب زمانی صرف اتنی ہے کہ ادھر تلاوت شروع ہوئی ادھر نماز کے اندر یا باہر لوگوں نے استماع و انصات شروع کردیا۔ اگر تلاوت کے وقت استماع و خاموشی اختیار نہ کی جائے تو بعد قرأت کے استماع و انصات کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

(۲) فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۔ پس جس وقت پڑھیں ہم اس کو پس پیروی کر پڑھنے ہمارے کی۔

اِتَّبِعۡ کا معنٰی۔ صحیح بخاری میں اِسۡتَمِعۡ وَاَنۡصِتۡ آیا ہے (یعنی سن اور چپ رہ) جو حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ اس آیت سے بھی یہی معلوم ہوا کہ جب جبرئیل علیہ السلام قرآن مجید حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پڑھتے۔ تو آپ کو یہی حکم ہوا تھا کہ آپ اپنی زبان کو پڑھنے کیلئے حرکت نہ دیں۔ بلکہ خاموشی سے سنتے جائیں۔ اس آیت سے بھی یہی ظاہر ہوا کہ سننے اور خاموش رہنے کا حکم تو جبرئیل علیہ السلام کی قرأت کے ساتھ ہی تھا نہ کہ بعد قرأت کے۔ یہاں بھی شرط اور جزا موجود ہیں اور فاء تعقیب بھی جزاء پر داخل ہے۔ لیکن اس قسم کا تغایر یہاں مراد نہیں لیا جا سکتا کہ قرأت قرآن جس سورۃ سے جس وقت یا جس مکان میں ہو رہی تھی استماع و انصات کا حکم اس سورۃ سے متعلق نہیں تھا یا استماع و انصات کا زمان و مکان بھی الگ الگ تھے۔

مشکوٰۃ المصابیح کے صفحہ ۱۰۰ پر ایک حدیث آتی ہے۔ جس میں شرط اور جزا کے متعدد جملے آتے ہیں۔

انما جعل الامام لیؤتم بہٖ (۳) فاذا صلّٰی قائمًا فصلّوا قیامًا (۴) واذا رکع فارکعوا (۵) واذا رفع فارفعوا (۶) واذا قال سمع اللہ لمن حمدہٗ فقولوا ربنا لک الحمد (۷) واذا سجد فاسجدوا (۸) واذا صلّٰی جالسًا فصلّوا جلوسًا الخ ملخصًا	امام اسی لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے۔ پس جب وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب وہ رکوع کرے تم بھی رکوع کرو اور جب وہ اٹھے تو تم بھی اٹھو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب وہ نماز بیٹھ کر پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو۔

(۹) وعن ابی ھریرۃ (مرفوعًا) واذا قرأ فانصتوا۔ اور ابو ہریرہ سے مرفوع روایت ہے اور جب امام پڑھے تو تم چپ رہو۔

اس قسم کی ہزارہا مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ جن سے ان کے بیان کردہ قاعدے کی خوب تردید ہوتی ہے لیکن یہاں صرف انہی چند مثالوں پر اکتفا کی جاتی ہے۔ ان کو

نہایت غور و تدبر کے ساتھ پڑھئے اور انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائیے کہ جس قاعدے سے ان لوگوں نے حدیث اذا صلّیتم علی المیّت فاخلصوا لہ الدعاء کے معنے کئے ہیں۔ وہ کمال تک درست اور صحیح ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کے بیان کردہ قاعدے سے اگر ان متذکرہ بالا آیات و احادیث کا ترجمہ کیا جائے تو ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ فاذا صلّی قائمًا فصلّوا الخ کا اس قاعدہ کے تحت مطلب یہ ہوگا کہ جب امام نماز پڑھ چکے تو پھر تم نماز پڑھو اور جب وہ رکوع سے فارغ ہو جائے تو پھر تم رکوع کرو اور جب وہ سجدہ سے فارغ ہو جائے تو تم پھر سجدہ کرو اگر یہی مراد ہو تو امام کی اتباع اور اقتداء اور جماعت کا کیا فائدہ؟

تمام مفسرین کرام اور یہ لوگ خود بھی جہاں تعقیب کے معنٰی فا میں متعذر ہوں وہاں کوئی فعل مقدر مان لیتے ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے خود اذا طعمتم فانتشروا میں دخلتم فعل کو مقدر مان لیا ہے یعنی جب تم طعام سے فارغ ہو جاؤ تو تم باہر نکل جاؤ یا جس طرح انہوں نے اِذَا قُمۡتُمۡ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغۡسِلُوۡا وُجُوۡهَكُمۡ میں اَرَدۡتُمۡ فعل کو مقدر مان کر ارادہ نماز مراد لیا ہے تاکہ نماز کے بعد وضو کرنا ثابت نہ ہو جو بیکار ہوگا بلکہ ارادہ نماز کے بعد وضو کرنا ثابت ہو جائے یا جس طرح اس آیت اذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ۔ میں ان کے بیان کردہ قاعدے کے مطابق یہ معنٰی ہوں گے کہ جب تو قرأت قرآن کر چکے تو "اعوذ باللہ پڑھ"۔ تو یہ معنٰی ان کے نزدیک بھی خلاف واقع ہوں گے یہ مولوی صاحبان خود "اذا اردت قراۃ القرآن فاستعذ باللہ" یعنی جب تو قرأت قرآن کا ارادہ کرے تو اعوذ باللہ پڑھ" اس کا ترجمہ کرتے ہیں اور اردت کو مقدر مانتے ہیں تو اس حدیث میں بھی اگر ان کے نزدیک معنٰی متعذر تھے تو قمتم فعل کو مقدر مان لیتے تاکہ فاء تعقیب اپنے موقع پر صحیح معنٰی دے سکتی۔ لیکن یہ صورت تو ہرگز جائز نہیں کہ اپنی مرضی اور خواہش نفسانی سے آیات و احادیث کے معانی تبدیل کر کے امر شریعت میں کوئی نیا کام جاری کر کے اس کو کار ثواب سمجھ لیا جائے۔

اس حدیث کے صحیح معنٰی یہی ہیں کہ جب تم نماز جنازہ پڑھو تو اس نماز جنازہ میں دعا للمیت کو نہایت اخلاص سے پڑھو۔ شراح حدیث کے نزدیک بھی اس حدیث کے

یہی معنی ہیں۔ جیسا کہ بذل المجہود شرح ابی داؤد جلد چہارم ص۲۰۶ پر اس حدیث کی شرح میں آیا ہے۔

اُدعوا لہٗ بالخلاص التام۔ میت کے لئے نہایت اخلاص سے دعا کرو۔

مرقاۃ علی المشکوۃ جلد دوم ص۲۶۵ پر ملا علی القاری حنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ۔ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

فاخلصوا له الدعاء قال ابن الملك اى اُدعوا لهٗ بالاعتقاد والاخلاص ويمكن ان يكون معناه اجعلوا الدعا خالصًا له فى القلب وان كان عامًا فى اللفظ واغرب صاحب الازهار على ما نقلهٗ ميرك عنه انه قال فيه دليل على وجوب تخصيص الميت بالدعا ولا يكفى التعميم وهو الاصح اه وقال ابن حجر الدعاء للميت بخصوصه بعد التكبيرة الثالثة ركن ويرده ان اكثر الاحاديث وردت بلفظ العموم مع ان وجوب الدعاء مطلقًا غير ثابت عندنا۔

پس اخلاص کے ساتھ اس کے لئے دعا کرو کہا ابن مالک نے یعنی اس کیلئے اعتقاد اور اخلاص سے دعا کرو۔ اور ممکن ہے اس کے یہ معنی ہوں کہ دل میں اخلاص کے ساتھ صرف میت کیلئے دعا کرو اگرچہ لفظ عام ہوں۔ اور صاحب الازہار نے بڑی عجیب اور نرالی بات کہی ہے جیسا کہ میرک نے اس سے نقل کیا ہے وہ یہ کہ انہوں نے کہا اس میں دلیل ہے۔ خاص میت کے لئے دعا کے وجوب کی اور تعمیم کافی نہیں اور یہ صحیح تر ہے اور کہا ابن حجر نے دعا میت کے لئے خاص طور پر بعد تکبیر تیسری کے رکن ہے اور خیال کیا اس نے کہ تحقیق اکثر حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ ساتھ لفظ عموم کے باوجود اس کے کہ وجوب دعا کا مطلق طور پر ہمارے نزدیک ثابت نہیں ہے۔

فاخلصوا جزا ہے صلیتم کی اور مقصود بالحکم جزا ہوتی ہے۔ شرط اس کی قید ہے اس لئے اخلاص فی الدعا مقید بفعل صلوۃ ہے۔ بعد کی دعا پر دلالت نہیں کرتا۔ خالصًا فی القلب عامًا فی اللفظ۔ بھی یہی بتاتا ہے کہ خصوصیت فی القلب

دلیل ہے۔ جہاں عمومیت فی اللفظ ہے یعنی صلوۃ ہے اور ابن حجر کے نزدیک بھی یہ وہی دعا ہے جو بعد تیسری تکبیر کے نماز جنازہ کے اندر پڑھی جاتی ہے۔

مشکوۃ شریف میں اس حدیث کو باب المشی بالجنازہ والصلوۃ علیہا کی دوسری فصل میں پہلے نقل کیا گیا ہے اور سنن ابو داؤد جلد ثانی کتاب الجنائز ص۱۰۰ میں بھی اس حدیث کو باب الدعا للمیت میں پہلے لکھا گیا ہے اس کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کو نقل کیا گیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

اذا صلی علی الجنازۃ قال اللّٰھم اغفر لحینا ومیتنا وشاھدنا وغائبنا الخ

جب حضور جنازہ پڑھتے فرماتے اے اللہ ہمارے زندہ اور مردہ اور ہمارے حاضر اور غائب کو بخش دے۔ الخ

سنن الکبریٰ للبیہقی جلد ثانی ص۴۰ کتاب الجنائز میں باب الدعا فی صلوۃ الجنازہ کے تحت میں اس حدیث اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء کو نقل کیا گیا ہے۔ اس کے بعد اور ماثورہ دعائیں جو نماز جنازہ کے اندر پڑھی جاتی ہیں ان سب کو نقل کر دیا گیا ہے۔ جس سے یہی ثابت ہوا کہ اس حدیث سے بھی نماز جنازہ کے اندر کی دعا کو اخلاص تام کے ساتھ مانگنے کا حکم ہے۔ احادیث اور فقہ کی کتابوں میں نماز جنازہ کی دعاؤں کا کوئی باب نہیں باندھا گیا کیونکہ ایسی دعاؤں کا کوئی ثبوت ہی نہیں۔ بلکہ نماز جنازہ کے بعد باب التدفین کا ذکر کیا جاتا ہے۔ فتاویٰ سعدیہ کے ص۱۳۰ پر لکھا ہے۔

آنچہ در سنن ابی داؤد ایں حدیث منقول است "اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لهٗ الدعاء

سنن ابی داؤد میں جو یہ حدیث منقول ہے "اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لهٗ الدعاء"

۱؎ اس حدیث میں صلی ماضی پر اذا شرطیہ داخل ہے۔ لیکن سب لوگ اس دعا کو نماز جنازہ کے اندر تیسری تکبیر کے بعد پڑھتے ہیں کسی نے اس حدیث سے نماز جنازہ کے بعد کی دعا کو ثابت نہیں کیا۔ اسی طرح حدیث اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعا میں اذا کے صلیتم ماضی پر آجانے سے دعا بعد نماز جنازہ کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

مراد ازاں دعائیست کہ قبل تکبیر چہارم در نماز بخوانند نہ بعد آں زیراکہ نہ فرمودہ است کہ اذا فرغتم عن الصلوٰۃ۔

مراد اس حدیث سے وہ دعا ہے جو چوتھی تکبیر کے پہلے نماز کے اندر پڑھتے ہیں۔ بعد کی نہیں کیونکہ حضور علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا مانگو۔

نماز اور مناسک حج کے ادا ہو جانے کے بعد اللہ کا ذکر کرنے کا حکم اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں فرمایا ہے۔ اس میں اس قسم کے الفاظ اور صیغے استعمال کئے گئے ہیں۔

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ۔ (الآیۃ) پس جب تمام کر چکو تم نماز کو پس یاد کرو اللہ کو۔ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ۔ (الآیۃ) پس جب کر چکو تم عبادتیں اپنی پس یاد کرو اللہ کو۔

نماز پڑھنے کے بعد زمین میں پھیل جانے اور اللہ کا فضل تلاش کرنے کا حکم دیا تو اس طرح فرمایا۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (الآیۃ)
پس جب تمام کی جائے نماز پس پھیل جاؤ بیچ زمین کے اور چاہو فضل اللہ کے سے۔

ان دلائل سے بھی ثابت ہوا کہ صرف اذا صلیتم سے یہ معنی مراد نہیں لئے جا سکتے کہ "جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ"۔ اس مفہوم کو ظاہر کرنے کیلئے ایسے الفاظ ہونے چاہئیں۔ جن سے صاف طور پر یہ سمجھا جا سکے کہ دعا کا حکم نماز جنازہ کے بعد ہے۔ جیسا کہ فرغتم قضیتم اور قضیت وغیرہ الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ یا جس طرح فقہ کی کتابوں میں صاف اور غیر مبہم الفاظ میں فرما دیا گیا ہے۔ جیسا کہ امام ابوبکر بن حامد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ الدُّعَاءَ بعد صلوٰۃ الجنازۃ مکروہ۔ یقیناً بعد نماز جنازہ کے دعا کرنا مکروہ ہے

قولھم فتویٰ نمبر ۱، ۲ اور ۳ منتخب کنز العمال میں ابراہیم ہجری سے روایت ہے۔

قال رایت ابن ابی اوفیٰؓ وکان من اصحاب الشجرۃ ماتت ابنتہٗ قال ثم کبر علیہا اربعاً ثم قام بعد ذالک قدر ما بین التکبیرتین یدعوا وقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصنع علی الجنائز ھکذا۔

کہا اس نے میں نے حضرت ابن ابی اوفیٰ کو دیکھا جو بیعت الرضوان والے صحابہ میں سے تھے کہ ان کی دختر کا انتقال ہوا پھر ان پر چار تکبیریں کہیں پھر اس کے بعد دو تکبیروں کے فاصلہ کے بقدر کھڑے ہو کر دعا کی اور فرمایا کہ حضور علیہ السلام جنازوں پر ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

نوٹ :۔ فتویٰ نمبر ۱ میں تو صرف اس حدیث کے الفاظ نقل کئے گئے ہیں ترجمہ نہیں لکھا گیا۔ فتویٰ نمبر ۲، ۳ میں اس حدیث کے الفاظ اور ترجمہ قریباً ایک جیسے ہیں۔ جو اوپر درج کر دیئے ہیں۔ صرف فتویٰ نمبر ۳ میں اتنی عبارت ترجمہ کے بعد لکھی ہوئی ہے کہ "اس حدیث میں لفظ ثم ہے۔ جو تراخی کیلئے آتا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ بعد نماز جنازہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے"۔ آگے مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ منتخب کنز العمال والی روایت جو آگے درج کر چکا ہوں اس کی سند دو کتابوں بیہقی شریف فتح ربانی میں بھی موجود ہے عبارت کتب سے دیکھیں۔

الجواب فتویٰ نمبر ۱، ۲، ۳ سب سے پہلے ہم سنن الکبریٰ للبیہقی جلد چہارم ص ۴۳ میں سے یہ روایت مکمل طور پر نقل کیے دیتے ہیں ناظرین کرام کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ اس حدیث کے پیش کرنے میں کس خیانت سے کام لیا گیا ہے اور حقیقت کو چھپا کر یہ ظاہر کیا جا رہا ہے کہ اس حدیث سے دعا بعد نماز جنازہ ثابت ہوتی ہے حالانکہ اس حدیث سے قبل سلام کے نماز جنازہ کے اندر کی دعا کا ثبوت ملتا ہے۔ دیکھئے سنن الکبریٰ بیہقی میں اس حدیث کو جس باب میں نقل کیا گیا ہے اس کا عنوان یہ ہے۔

باب ما روی فی الاستغفار و الدعاء ما بین التکبیرۃ الرابعۃ والسلام عن الھجری یعنی ابراھیم

(باب) جو روایت کیا گیا ہے۔ استغفار اور دعا کے چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان کرنے میں ہجری یعنی ابراہیم سے روایت ہے کہا اس نے

قال رأیت ابن ابی اوفیٰ وکان من اصحاب الشجرة ماتت ابنتهٗ فتبعها علیٰ بغل خلفها فجعل النساء یرثین فقال لا ترثین فان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی عن رثاء لتفض احداکن عن عبرتها ماشاءت ثم کبر علیها اربعًا فقام بعد ذٰلك قدر ما بین التکبیرتین یستغفر لها ویدعو وقال کان رسول الله صلے الله علیه وسلم یصنع علی الجنائز هکذا۔

دیکھا میں نے ابن اوفیٰ کو اور وہ اصحاب شجرہ سے تھا کہ اس کی لڑکی مرگئی۔ پھر پیچھے گیا اس کے خچر پر سوار ہو کر۔ پس عورتوں نے نوحہ شروع کر دیا تو اس نے ان کو کہا نوحہ مت کرو پس تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے سے روک دیا ہے تم میں سے ہر ایک آنسو بہالے جتنے چاہے پھر اس پر چار تکبیریں کہیں اور کھڑا رہا بعد اس کے دو تکبیروں کے درمیانی فاصلہ کے قدر اس لڑکی کیلئے دعا و استغفار کرتے ہوئے اور کہا حضور علیہ الصلوۃ والسلام جنازوں پر ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

سنن الکبریٰ للبیہقی کے اس باب میں صرف یہی ایک روایت ہے جس کے شروع میں ہی محدث بیہقی نے چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان دعا و استغفار کرنے کی روایت کا عنوان ثبت کر دیا تاکہ اس روایت کا اصلی مفہوم ظاہر ہو جائے کیونکہ ہجری جو اس حدیث کا راوی ہے اس نے یستغفر لها ویدعو کے بعد کی عبارت کو حذف کر دیا تھا۔ جیسا کہ علامہ نووی نے ہجری کی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد ایک روایت سے اس کے پورے الفاظ نقل کرتے ہوئے کتاب الاذکار میں تصریح فرما دی ہے۔ اور وہ روایت یہ ہے۔

فی روایة انهٗ کبر اربعًا فمکث ساعةً حتی ظننا انه سیکبر خمسًا ثم سلم عن یمینه وعن شماله فلما انصرف قلنا له ماهذا؟

اور ایک روایت میں ہے کہ چار تکبیریں کہہ کر اتنا ٹھہرے کہ ہم نے خیال کیا کہ پانچ تکبیریں کہیں گے پھر دائیں بائیں سلام پھیرا۔ پس جب وہ پھرے تو ہم نے ان کو کہا یہ کیا کیا؟ تو فرمایا

فقال انی لا ازید کم علیٰ ما رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم۔

میں تمہارے لئے اس سے زیادہ نہ کروں گا جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا ہے۔

اس حدیث اور علامہ بیہقی کے عنوان سے یہ ثابت ہو گیا کہ یہ دعا و استغفار کرنا نماز جنازہ کے اندر سلام سے پہلے تھا۔ اس روایت سے بعد سلام کے دعا و استغفار کرنے کا استدلال درست اور صحیح نہیں ہو سکتا۔ اور اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے۔ کہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے کوئی دعا نہیں مانگتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض مشائخ اس بات کے قائل تھے۔ کہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے دعا ہونی چاہئے۔ ابن ابی اوفیٰ بھی اس بات کے قائل معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن جمہور فقہاء احناف کے نزدیک یہ قول صحیح نہیں۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص۱۶۴ پر ہے۔

ثم یکبر الرابعة ثم یسلم ولیس بعد التکبیرة الرابعة قبل السلام دعاء هکذا فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان وهو ظاهر المذاهب وهکذا فی الکافی۔ انتهی۔ پھر چوتھی تکبیر کہے پھر سلام پھیر دے اور بعد چوتھی تکبیر کے سلام سے پہلے کوئی دعا نہیں ہے۔ اسی طرح جامع صغیر قاضیخاں میں ہے اور یہ ظاہر مذہب ہے اور اسی طرح کافی میں ہے۔

الغرض بیہقی کی اس روایت کے الفاظ اور ترکیب سے بھی دعا بعد نماز جنازہ ثابت نہیں ہوتی۔ ایک بات تو یہ ہے کہ ثم کبر علیها اربعًا کے بعد فسلم نہیں جس سے دعا سلام کے بعد سمجھی جائے دوسری بات یہ ہے کہ ما بین التکبیرتین کا فاصلہ مقرر کرنے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعا، چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان تھی۔ ورنہ اس فاصلہ کے مقرر کرنے کی ضرورت کیا تھی؟ تیسری بات یہ ہے کہ کھڑے ہو کر دعا نماز جنازہ کے اندر کی جاتی ہے۔ بعد نماز کے تو یہ لوگ بھی بیٹھ کر دعا مانگتے ہیں چوتھی بات یہ ہے کہ اس روایت میں کان یصنع علی الجنائز هکذا کے الفاظ ہیں بعد الجنائز کے الفاظ نہیں کہ بعد نماز جنازہ کے دعا کرنا اس سے ثابت ہو سکے۔ اگر ایسا ثابت ہوتا تو

فقہاء احناف ہرگز دعا بعد الجنازہ کو مکروہ اور بدعت نہ فرماتے۔ اس لئے ان کا یہ استدلال بالکل غلط اور نادرست ہے۔ صحیح بات یہی ہے کہ اس روایت سے چوتھی تکبیر کے بعد اور سلام سے قبل دعا کرنا ثابت ہوتا ہے اس سے بعد جنازہ کے دعا کا ثابت کرنا نادانی ہے

علاوہ ازیں محدثین کرام نے اس حدیث کو معتبر اور قابل حجت ہی قرار نہیں دیا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ابراہیم ہجری جو اس حدیث کا راوی ہے وہ روایت کے بیان کرنے میں حذف و زیادت سے کام لیا کرتا تھا جیسا کہ اس نے اس حدیث کے بیان کرنے میں بھی نہایت اختصار سے کام لیا ہے اور وہ محدثین کے نزدیک ثقہ نہیں ہے۔ غیر معتبر ہے۔ دیکھئے تہذیب التہذیب جلد اول ص۱۶۴ و ص۱۶۵ پر حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں

ابراهيم بن مسلم العبدی ابواسحاق الكوفی المعروف بالهجری روى عن عبد الله بن ابی اوفیٰ قال ابن معين ليس حديثه بشیٔ و قال ابو زرعه ضعيف وقال ابوحاتم ضعيف الحديث ومنكر الحديث وقال البخاری منكر الحديث وقال الترمذی يضعف فی الحديث و قال النسائی منكر الحديث وقال فی موضع اخر ليس بثقة لايكتب حديثه وقال الحاكم ابو احمد ليس بالقوی عندهم وقال ابو احمد بن عدی و مع ضعفه يكتب حديثه وهو عندی متن لا يجوز الاحتجاج بحديثه وقال النسائی

ابراہیم بن مسلم العبدی ابواسحاق کوفی جو ہجری سے مشہور ہے روایت کرتا ہے عبد اللہ ابن ابی اوفیٰ سے کہا ابن معین نے اس کی حدیث کچھ نہیں اور کہا ابو زرعہ نے ضعیف ہے اور کہا ابو حاتم نے ضعیف الحدیث اور منکر الحدیث ہے اور کہا بخاری نے منکر الحدیث ہے اور کہا ترمذی نے وہ ضعیف قرار دیا گیا ہے حدیث میں اور کہا نسائی نے منکر الحدیث ہے اور دوسری جگہ پر کہا کہ وہ ثقہ نہیں اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ اور کہا حاکم ابو احمد نے وہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں ہے اور کہا ابو احمد بن عدی نے باوجود ضعف کے اس کی حدیث لکھی جا سکتی ہے حالانکہ میرے نزدیک اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں اور کہا نسائی نے

النسائی فی التمييز ضعيف وقال عبد الله بن احمد عن ابيه كان الهجری رفاعا وضعفه و قال ابن سعد كان ضعيفاً فی الحديث وقال الحربی فيه ضعف وقال السعدی يضعف حديثه وقال علی بن حسين بن الجنيد متروك وقال الفسوی كان رفاعًا لا باس به وقال الازدی رفاع كثير الوهم۔

تمیز میں کہ وہ ضعیف ہے اور کہا عبد اللہ بن احمد نے اپنے باپ سے کہ ہجری حدیث کو مرفوع کر دیتا تھا اور وہ ضعیف تھا اور کہا ابن سعد نے وہ حدیث میں ضعیف تھا اور کہا سعدی نے اس کی حدیث کو ضعیف کہا جاتا ہے اور کہا علی بن حسین بن جنید نے متروک ہے اور کہا فسوی نے کہ وہ حدیث کو مرفوع بنا لیا کرتا تھا وہ لا باس بہ ہے اور کہا ازدی نے کہ وہ مرفوع بناتا تھا کثیر الوہم تھا۔

اس شہادت کے بعد معلوم ہو گیا کہ ابراہیم ہجری تمام محدثین کے نزدیک غیر معتبر غیر ثقہ اور نہایت درجہ کا ضعیف الحدیث اور منکر الحدیث ہے کسی محدث نے اس کی حدیث کو قابل حجت قرار نہیں دیا بلکہ متروک ٹھہرایا ہے، اور اس کی حدیث کو ترک کر دیا۔ انہوں نے اس سے استدلال کر کے چوتھی تکبیر کے بعد اور سلام سے پہلے دعا کرنا جائز قرار نہیں دیا اور نہ اس سے یہ استنباط کیا ہے کہ بعد نماز جنازہ کے دعا کرنا اس سے ثابت ہوتا ہے نہ اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ پھر یہ لوگ کیوں اس قسم کی خام باتوں کو منظر عام پر لا کر رسوائی عالم کا باعث بنتے ہیں اور دنیا و آخرت کی ذلت کو اپنے کاندھوں پر اٹھا لیتے ہیں۔

قولهم فتویٰ ع۱ و ع۲ مبسوط شمس الائمہ سرخسی جلد دوم ص۶۷ میں ہے۔

ان سبقتمونی بالصلوٰة عليه فلا تسبقونی بالدعاء له۔

اگر تم جنازہ مجھ سے پہلے پڑھ چکے ہو تو اب دعا کے ساتھ مجھ سے سبقت نہ کرو۔ یعنی مجھے دعا میں تو شامل کر لو۔

(نوٹ) فتویٰ ع۱ میں تو صرف اتنی عبارت ہے ترجمہ اور تشریح نہیں

کی گئی۔ ہاں فتویٰ ۲ کا ترجمہ ساتھ ہی درج کر دیا گیا ہے اور جو تشریح کی گئی تھی وہ ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

مبسوط شمس الائمہ سرخسی میں روایت ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جنازے پر بعد نماز کے پہنچے اور فرمایا ان سبقتمونی بالصلوٰۃ علیه فلا تسبقونی بالدعاء لهٗ اسی مبسوط میں اسی جگہ یعنی باب غسل المیت میں ابن عمرو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہم سے ثابت کیا کہ ان حضرات نے دعا بعد نماز جنازہ کی اور فلا تسبقونی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دعا پر صحابہ کرام کا بھی عمل تھا۔"

الجواب فتویٰ ۲ میں اس روایت کو عبداللہ بن عمر سے لکھا گیا ہے حالانکہ مبسوط سرخسی میں یہ قول عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ ہم پہلے تو مبسوط سرخسی سے اصل عبارت بتمامہ نقل کئے دیتے ہیں تاکہ ہمارے دوستوں پر پوری حقیقت کھل جائے۔ شمس الائمہ سرخسی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ دلائل جو انہوں نے دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق دیئے ہیں نقل فرماتے ہیں۔

وقال الشافعی رحمۃ الله علیه تعاد الصلوٰۃ علی الجنازۃ مرّۃ بعد مرّۃٍ لما روی انّ النبی صلی الله علیه وسلّم مرّ بقبر جدید فسأل عنه فقیل قبر فلانة فقال هلّا آذنتمونی بالصلوٰۃ علیها فقیل انها دفنت لیلاً فخشینا علیك هوام الارض فقام وصلّٰی علی قبرها ولمّا قبض رسول الله صلی الله علیه وسلم صلی الصّحابة رضی الله عنهم علیه فوجًا بعد

اور کہا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز دہرائی جائے جنازہ پر ایک بار کے بعد دوسری بار جیسا کہ روایت کیا گیا کہ تحقیق نبی کریم علیہ السلام ایک نئی قبر پر گذرے آپ نے اس کے بارے میں پوچھا تو کہا گیا کہ فلاں عورت کی قبر ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے مجھے اس پر نماز کیلئے کیوں نہ خبر دی تو کہا گیا کہ وہ رات کو دفن کی گئی تھی تو ہم آپ کیلئے زمین کے کیڑے مکوڑوں سے ڈرے پس آپ نے کھڑے ہو کر اس کی قبر پر نماز پڑھی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت ہوئی تو آپ پر

فوج۔

پر صحابہ نے فوج در فوج نماز پڑھی۔

پھر ان دلائل کا جواب دیتے ہوئے شمس الائمہ سرخسی اپنے دلائل پیش کرتے ہیں کہ ہمارے نزدیک دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا درست نہیں بلکہ غیر مشروع ہے فرماتے ہیں۔

ولنا ماروی عن ابن عباس رضی الله عنهما وابن عمر رضی الله عنه فاتتهما الصلوٰۃ علی جنازۃ فلمّا حضرا ما زاد علی الاستغفار لهٗ وعبد الله ابن سلام رضی الله عنه فاتته الصلوٰۃ علی جنازۃ عمرؓ فلمّا حضر قال ان سبقتمونی بالصلوٰۃ علیه فلا تسبقونی بالدعاء له، والمعنیٰ فیه ان حق المیّت قد تادّیٰ بفعل الفریق الاوّل فلو فعلهٗ فریق الثّانی کان تنفّلًا بالصلوٰۃ علی الجنازۃ وذلك غیر مشروع ولو جاز هذا لکان الاولی ان یصلّی علی قبر رسول الله صلی الله علیه وسلم من یرزق زیارته لانّه فی قبرهٖ کما وضع فان لحوم الانبیاء حرام علی الارض به ورد الاثر ولم یشتغل احد بهذا فدلّ انه لا تعاد الصلوٰۃ علی المیّت الا

اور ہماری دلیل وہ روایت ہے جو حضرت ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان دونوں کی ایک جنازہ پر نماز فوت ہو گئی پس جس وقت وہ دونوں حاضر ہوئے تو اس کے لئے استغفار سے زیادہ کچھ نہ کیا۔ اور عبداللہ بن سلام کی نماز حضرت عمرؓ کے جنازہ پر فوت ہو گئی پس جس وقت وہ حاضر ہوئے تو کہا کہ اگر تم اس پر مجھ سے پہلے نماز پڑھ چکے ہو تو اب دعا میں مجھ پر سبقت نہ کر سکو گے معنیٰ اس کے یہ ہیں کہ حق میت کا تو ادا ہو گیا پہلے فریق کے فعل سے۔ پس اب اگر دوسرا فریق کرے گا تو جنازے پر نفل نماز ہو گی اور یہ غیر مشروع ہے۔ اور اگر جائز ہوتی تو بہتر یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر نماز جنازہ پڑھتا جس شخص کو اب اس کی زیارت نصیب ہوتی کیونکہ وہ قبر میں اسی طرح ہیں جس طرح رکھے گئے تھے کیونکہ پیغمبروں کا بدن مبارک کھانا زمین پر حرام ہے۔ اس پر آثار وارد ہیں لیکن کسی نے ایسا نہیں کیا۔ پس ثابت ہوا کہ نہ دہرائی جائے۔ نماز میت پر

ان یکون الولی ھوالذی حضرفلان الحق لہٗ ولیس لغیرہٖ ولایۃ اسقاط حقہٖ وھوتاویل فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان الحق کان لہٗ قال اللہ تعالیٰ النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم وھکذا تاویل فعل الصحابۃ فان ابابکرؓ کان مشغولاً بتسویۃ الامور وتسکین الفتنۃ وکانوا یصلون علیہ قبل ظھورہٖ وکان الحق لہٗ لانہٗ ھوالخلیفۃ فلما فرغ صلی علیہ ثم لم یصل احد بعدہٗ علیہ

مگر یہ کہ ولی ہو جو حاضر ہوا ہے پس تحقیق حق اس کا تھا کسی دوسرے کو اس کا حق ساقط کرنے کی ولایت نہیں اور یہی حقیقت ہے فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پس حق ان کا تھا کہا اللہ تعالیٰ نے نبی خیر خواہ ہے مومنوں کا ان کے نفسوں سے بھی اور یہی تاویل ہے فعل صحابہ رضی اللہ عنہم کی پس حضرت ابوبکر مشغول تھے استحکام امور میں اور فتنہ کے فرو کرنے میں لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جنازہ پڑھتے رہے ان کے آنے سے قبل اور حق ان کا تھا کیونکہ وہ خلیفہ تھے پس جب فارغ ہوئے تو نماز پڑھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پھر نہ پڑھی بعد اس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جنازہ کسی ایک نے۔

اس تمام عبارت کو نہایت غور سے پڑھ جایئے اور خط کشیدہ روایات کی عبارت کو سامنے رکھ لیجیئے۔ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کسی جنازہ پر حاضر نہ تھے، نماز جنازہ ان سے فوت ہو گئی تو کیا وہ دونوں حضرات امام کے سلام پھیرتے ہی وہاں آگئے تھے یا بعد دفن کے یا اپنے اپنے گھروں میں سب لوگ پہنچ چکے تھے تو اس وقت وہ تشریف لائے ایک دن بعد آئے یا دو تین دن بعد آئے۔ ان کے اس قول میں تو یہ صراحت موجود نہیں کہ وہ کس وقت آئے تھے۔

دونوں تثنیہ کے صیغے ہیں۔ جس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ جس وقت بھی آئے صرف ان دونوں نے میت کے لئے انفرادی طور پر استغفار کر لیا۔ کسی دوسرے کی ان کے ساتھ شرکت ثابت نہیں ہوتی۔ اس سے دعا بعد نماز جنازہ (قبل از دفن) کو ثابت کرنا درست نہیں اور بہت ممکن ہے کہ یہ استغفار دفن کے بعد قبر پر ہوا ہو۔ جس کا ثبوت صحیح حدیث میں موجود ہے۔

باقی حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے قول کے متعلق یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے سے رہ گئے نماز جنازہ ان سے فوت ہو گئی۔ جیسا کہ اس روایت کے پہلے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

وعبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاتتہ الصلوٰۃ علیٰ جنازۃ عمرؓ فلما حضر قال ان سبقتمونی بالصلوٰۃ علیہ فلا تسبقونی بالدعاء لہٗ

اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے کی نماز فوت ہو گئی تو وہ جس وقت بھی حاضر ہوئے انہوں نے کہا کہ اگر تم نے اس پر نماز میں سبقت کی ہے تو اب مجھ سے دُعا کرنے میں سبقت نہ کرو۔

اس روایت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام جس وقت بھی حاضر ہوئے (اسی دن یا دوسرے تیسرے دن آئے) انہوں نے حضرت عمرؓ کے حق میں دعا مغفرت کر لی اور بس اس سے یہ بات قطعاً ثابت نہیں ہوتی کہ وہ امام اور مقتدیوں کے سلام پھیرتے ہی جنازہ گاہ میں آگئے تھے اور لوگوں کو پکار کر فرما رہے تھے کہ تم مجھ سے دعا کرنے میں سبقت نہ کرو۔ مجھے بھی دعا میں شامل کر لو۔ "(حاشا وکلا) اس روایت کے یہ معنی" کرنے نہایت ہی مضحکہ انگیز معلوم ہوتے ہیں۔ وجہ اول تو یہ ہے کہ اگر وہ جنازہ گاہ سے کچھ دور تھے تو ان کو یہ بات کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ جس صورت میں کہ وہ نماز جنازہ کے بعد دفن میت سے قبل دعا و استغفار کرنا جائز سمجھتے تھے یہ تو وہ دوسرے لوگوں کے دعا کر لینے کے بعد بھی انفرادی طور پر کر سکتے تھے اور اگر یہ خیال ہو کہ وہ اجتماعی رنگ میں دعا مانگنا چاہتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ عبداللہ بن سلام کو ان لوگوں کے دعا کر لینے کے بعد اجتماعی صورت میں دعا کرنے سے کیا چیز مانع تھی۔ جس کی وجہ سے ان کو اسی دعا میں شامل ہونے کی ضرورت پیش آگئی؟ کیا ان کو اس دعا میں بھی یہ خدشہ دامنگیر تھا کہ کہیں یہ دعا بھی نماز جنازہ کی طرح فوت نہ ہو جائے؟

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر وہ جنازہ گاہ میں آچکے تھے تو پھر بھی ان کو یہ الفاظ

فرمانے کی ضرورت نہیں تھی وہ خاموشی کے ساتھ دوسرے اصحاب کے ساتھ شامل ہو کر دعا و استغفار کر سکتے تھے اور اگر وہ قریب آچکے تھے تو وہ ذرا فاصلے پر بھی یہ دعا و استغفار کر سکتے تھے۔ کیونکہ اس دعا میں نہ تو نمائش کی ضرورت تھی نہ صف بندی کی حاجت تھی۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ صرف استغفار و دعا کرنے کیلئے نماز جنازہ کی طرح وضو اور استقبال قبلہ کی بھی شرط نہیں تھی کہ حضرت عبداللہ بن سلام نماز جنازہ ادا ہو چکنے کے بعد آئے تھے اور وضو کرنے کیلئے کہیں جا رہے تھے اس لئے انہوں نے فرمایا جلدی نہ کرو ذرا وضو کر لینے دو مجھے بھی اس دعا میں شامل کر لینا لیکن ظاہر ہے کہ اس قسم کا کوئی قرینہ وہاں موجود نہیں تھا اس لئے صرف فلا تسبقونی بالدعا لہٗ سے یہ مراد نہیں لی جا سکتی کہ مجھے دعا میں شامل کر لو۔"

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اگر نماز جنازہ کے بعد متصلاً دعا مانگنا آثار و احادیث سے ثابت ہوتا اور قرون مشہود لہا بالخیر میں یہ دعا معہود و مشہور ہوتی تو ہم حضرت عبداللہ بن سلام کے اس قول سے بھی یہی سمجھ لیتے کہ شاید آپ نے یہ فقرہ اسی دعا میں شامل ہونے کے متعلق فرمایا ہوگا۔ لیکن احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور آثار صحابہ و تابعین سے اس دعا کا ہرگز ثبوت نہیں ملتا۔ پھر اس میں یہ احتمال بھی موجود ہے کہ تم میرے ساتھ شامل ہو کر دعا کرنے میں سبقت نہ کرو۔ کیونکہ تم نماز جنازہ میں سبقت کر چکے ہو اور نماز جنازہ خود دعائیت ہے اس لئے تمہیں میرے ساتھ مل کر دعا کرنے کی فرصت نہیں ہے۔

ان وجوہ اور احتمالات پر غور کرنے کے بعد ہر عقلمند انسان یہ نتیجہ از خود نکال سکتا ہے کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام، صحابہ اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں جو دعا معہود و مشہور تھی۔ عبداللہ بن سلام نے یہ کلمہ اسی دعا میں شامل ہونے کے لئے فرمایا تھا۔ اور وہ دعا یقیناً وہی ہے۔ جو تمام اہل اسلام بالاتفاق دفن میت کے بعد قبر پر مانگتے ہیں۔ اور جس کا ثبوت احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور فقہ

حنفیہ میں موجود ہے اور اس دعا کو فقہائے احناف نے مستحب قرار دیا ہے۔ خاتمہ کتاب میں اس کا ثبوت بھی نقل کر دیا جائے گا۔ احباب کرام وہاں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

قولہم فتویٰ ص۲ : بیہقی میں ہے۔

عن المستظل بن الحصین ان علیاً صلی علیٰ جنازۃٍ بعد ما صُلِّیَ علیہ۔

مستظل ابن حصین سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک جنازہ پر نماز ہو جانے کے بعد نماز پڑھی۔

اس حدیث میں حضرت علی کا تعامل ثابت ہے۔ انتہیٰ

الجواب فتویٰ ص۲ میں دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کا ثبوت دیا گیا ہے۔ حالانکہ استفتاء میں صرف دعا بعد نماز جنازہ کا سوال تھا۔ مولوی صاحب نے تمام فقہائے احناف کے خلاف فتویٰ دیا ہے اور شافعیوں کے مذہب کی خود تائید فرما دی ہے۔ صاف کیوں نہیں کہتے کہ ہم شافعی ہیں۔ شمس الائمہ سرخسی نے حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے تعامل سے اس بات کا خوب جواب دیا ہے کہ ان بزرگوں نے نماز جنازہ کے فوت ہو جانے پر صرف دعا و استغفار پر اکتفا کیا تھا۔ اور دوبارہ نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی۔ پھر فرماتے ہیں کہ فریق اول کے نماز جنازہ پڑھ لینے کے بعد میت کا حق ادا ہو گیا۔ جو فرض کفایہ تھا۔ اب فریق ثانی کی نماز جنازہ نفل ہوگی۔ اور وہ غیر مشروع ہے۔ اس بحث کے آخر میں شمس الائمہ سرخسی مبسوط جلد دوم ص۶۷ پر فرماتے ہیں۔ واذا صلی علیٰ جنازۃ ثم حضر قوم لم یصلوا علیہا ثانیۃ جماعۃً ولا وحداناً عندنا۔ اور جب نماز جنازہ پڑھی جائے پھر کوئی قوم آگئی تو وہ نماز نہ پڑھیں اس پر جماعت سے یا انفرادی طور پر دوبارہ ہمارے نزدیک۔

جس سے معلوم ہو گیا کہ حنفیوں کے نزدیک نماز جنازہ دوبارہ پڑھنا جائز نہیں ہے صرف ولی کو یہ حق حاصل ہے۔ کہ اگر اس نے خود نماز جنازہ نہ پڑھی ہو اور وہ پڑھنا چاہے تو نماز جنازہ دوبارہ پڑھ سکتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی اگر کسی جنازہ پر دوبارہ نماز پڑھی ہے تو اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ وہ اپنی خلافت کے زمانے میں تمام

مسلمانوں کے ولی تھے۔ اس لئے ان کے لیے اس صورت میں نماز جنازہ کو دوبارہ پڑھ لینا جائز تھا لیکن غیر ولی کو ہرگز جائز نہیں ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کے نزدیک بھی نماز جنازہ حقیقت میں میت کے لئے دعا و استغفار ہی ہے۔ اسی لئے انہوں نے دعا بعد جنازہ کو ثابت کرنے کیلئے نماز جنازہ کے بعد دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کی روایت کو پیش کیا ہے۔

فقہ حنفیہ سے نماز جنازہ کے دوبارہ ادا کرنے کے غیر مشروع ہونے پر کئی ایک حوالے نقل کئے جاسکتے ہیں۔ لیکن شمس الائمہ سرخسی کا بیان ہی اس کے لئے کافی ہے پوری عبارت اس کتاب کے ۳۰-۲۹ پر مع ترجمہ کے ملاحظہ فرمائیے۔

قولهم فتوی ۱،۲،۳ فتح القدیر کتاب الجنائز میں ہے۔

نصلی علیه رسول الله صلی الله علیه وسلم ودعا له وقال استغفروا له۔

پس نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اور دعا کی اس کیلئے اور کہا استغفار کرو اس کیلئے۔

نوٹ: فتویٰ ۱ میں صرف حدیث لکھی گئی ہے۔ ترجمہ اور تشریح نہیں کی گئی فتویٰ ۲ میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر شریف پر قیاماً خبر کر غزوہ موتہ کی خبر دی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نماز جنازہ غائبانہ پڑھی اور ان کے لئے دعا فرمائی اور لوگوں سے فرمایا کہ تم بھی اپنے بھائی کیلئے دعا مغفرت کرو۔ ودعا له کی واؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعا نماز کے علاوہ تھی۔" فتویٰ ۳ میں ترجمہ اور تشریح وہی ہے جو فتویٰ ۲ میں لکھی گئی ہے۔ صرف اتنی عبارت اس میں زائد ہے کہ آپ نے غزوہ موتہ کی خبر دی اور اسی اثناء میں جعفر بن ابی طالب کی شہادت کی خبر دی۔"

الجواب فتویٰ ۱،۲،۳ اس روایت میں سے صرف ودعا له کی واؤ سے یہ سمجھ لینا کہ یہ دعا نماز کے علاوہ تھی نہایت درجہ رکیک تاویل ہے۔ آج تک کسی محدث و فقیہ نے اس حدیث سے یہ تاویل کر کے دعا بعد نماز جنازہ کو ثابت نہیں کیا۔ فتح القدیر

میں اس حدیث کو نماز جنازہ کے غائبانہ پڑھنے کی خبر دینے کے ضمن میں نقل کیا گیا ہے۔ بعد نماز جنازہ کی دعا کے ثبوت میں اس کو پیش نہیں کیا گیا۔ واؤ مطلق جمع کے لئے آتی ہے۔ اس میں ثم کی طرح ترتیب اور تراخی کے معنی نہیں ہوتے۔ جیساکہ شرح جامی میں ہے۔

فالواو للجمع مطلقاً لا ترتيب فيها فقوله لا ترتيب فيها بيان لاطلاقها اى لا ترتيب بين المعطوف والمعطوف عليه بمعنى لا يفهم هذا الترتيب منها وجوداً ولا عدماً۔

پس واؤ مطلق جمع کیلئے ہے۔ اس میں ترتیب نہیں ہے پس اس کا قول لا ترتیب فیہا بیان ہے واسطے مطلق ہونے کے۔ یعنی نہیں ترتیب درمیان معطوف اور معطوف علیہ کے اس معنی کے ساتھ کہ اس سے ترتیب وجوداً و عدماً نہیں سمجھی جاتی۔

جیسے جاءنی زید وعمرو (میرے پاس زید اور عمرو آیا) سے یہ ترتیب مراد نہیں لی جائے گی کہ زید پہلے آیا اور عمرو بعد میں آیا۔ ممکن ہے کہ عمرو پہلے آیا ہو اور زید بعد میں یا دونوں اکھٹے آگئے ہوں بہرحال فعل کی نسبت میں معطوف اور معطوف علیہ دونوں متحد ہوتے ہیں۔ اس مثال میں زید اور عمرو کی ذات الگ الگ ہے اور صفات میں باوجود تغایر کے معطوف اور معطوف علیہ میں ایسا تغایر نہیں ہوتا کہ وہ ایک موصوف میں جمع نہ ہوسکیں۔

جیساکہ قرآن حکیم میں آتا ہے۔

قَدْ جَاءَكُمْ بَشِيرٌ وَّنَذِيرٌ۔ تحقیق آیا تمہارے پاس مبشر اور نذیر۔

اس آیت میں اس قسم کا تغایر نہیں ہے۔ کہ بشیر کی ذات الگ ہے۔ اور نذیر کی الگ بلکہ بشیر و نذیر کی ذات ایک ہے دوسری جگہ قرآن کریم میں آتا ہے۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا وَّدَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا۔

اے نبی (علیک السلام) تحقیق بھیجا ہم نے تجھ کو شاہد اور مبشر اور نذیر اور داعی الی اللہ ساتھ حکم اپنے کے اور سراج منیر بنا کر۔

اس آیت میں حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شاہد، مبشر، نذیر اور داعی الی اللہ اور سراج منیر فرمایا گیا ہے اور سب کے درمیان واؤ عاطفہ بھی موجود ہے۔ لیکن اس میں نہ تو یہ ترتیب

ہے کہ آپ پہلے شاہد تھے پھر مبشر پھر نذیر بنے پھر داعی الی اللہ ہوئے اور اس کے بعد سراج منیر بنا دیئے گئے اور نہ یہ سمجھا جائے گا کہ آپ صرف شاہد تھے، مبشر کوئی اور تھا نذیر کوئی اور ہوگا، داعی الی اللہ کی ذات الگ ہے ـ اور سراج منیر سے کوئی اور ہستی مراد ہے بلکہ حضور اکرم علیہ السلام میں یہ سب صفات بیک وقت موجود تھیں۔ ان میں تقدم و تاخر ہرگز نہیں تھا۔

اسی طرح جب جملے کا عطف جملے پر ہو جیسا کہ اس روایت میں ہے کہ معطوف علیہ بھی جملہ فعلیہ ہے اور معطوف بھی جملہ فعلیہ ہے تو اس صورت میں بھی ترتیب کے معنیٰ نہیں لیے جائیں گے اور نہ فعل میں ہر جگہ اور ہر لحاظ سے تغایر مراد لیا جائے گا بلکہ اکثر دوسرا فعل پہلے فعل کی تفسیر اور وضاحت کے لئے آجاتا ہے جس کو عطف تفسیری کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں آتا ہے۔

اَبٰی وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ۔ (شیطان) نے انکار کیا اور تکبر کیا اور تھا وہ کافروں سے۔

اَبٰی وَاسْتَكْبَرَ میں واؤ عاطفہ موجود ہے۔ لیکن یہاں یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ شیطان نے پہلے انکار کیا تھا پھر تکبر کیا بلکہ صحیح تر بات یہ ہے کہ شیطان نے تکبر کی وجہ سے انکار کیا تھا اور نہ اَبٰی وَاسْتَكْبَرَ میں من کل الوجوہ تغایر ہے۔ یہاں دوسرا فعل پہلے کی تاکید اور مزید وضاحت کیلئے آیا ہے۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں آتا ہے وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ اور جو کوئی انکار کرے گا بندگی اس کی سے اور تکبر کرے گا۔

اس آیت میں استنکاف اور استکبار دونوں معنیٰ کے اعتبار سے ایک جیسے ہیں اور واؤ عاطفہ بھی درمیان میں موجود ہے۔

دعا قنوت میں سے ایک مثال ملاحظہ فرمایئے۔

نَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ۔ ہم چھوڑ دیتے ہیں اور ترک کر دیتے ہیں اس کو جو تیری نافرمانی کرے۔

نخلع و نترک۔ دونوں ہم معنیٰ ہیں درمیان میں واؤ عاطفہ تفسیر اور وضاحت کے لئے آئی ہے۔

بیہقی شریف کا حوالہ جو ص۶۰ پر آچکا ہے اس میں ایک مثال موجود ہے۔ يَسْتَغْفِرُ لَهَا وَيَدْعُوْ۔ استغفار اس (لڑکی) کیلئے اور دعا کرتا رہا۔

یہاں بھی واؤ عاطفہ ہے کیا یہاں بھی سمجھا جائے گا کہ یہ دعا استغفار سے الگ ہے یا دعا و استغفار کو ایک ہی سمجھا جائے گا؟

اب پھر اصل حدیث کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے اور غور فرمایئے۔

فَصَلّٰى عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَعَا لَهٗ وَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لَهٗ۔

پس نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اور دعا کی اس کیلئے اور کہا اس کے لیے استغفار کرو۔

مطلب بالکل صاف ہے کہ نماز جنازہ چونکہ بعض وجوہ کے اعتبار سے نماز ہے اور اکثر وجوہ کے اعتبار سے دعا للمیت ہے بلکہ یوں سمجھنا چاہیئے کہ شریعت مقدسہ میں اس کو دوسری دعاؤں سے زیادہ اہتمام و اجتماع کے ساتھ ادا کرنے کیلئے وضو استقبال قبلہ اور قیام کو اس پر بڑھا دیا گیا ہے۔ ورنہ تصریحات فقہ سے یہ بات واضح ہے کہ حقیقتها الدعاء وهو المقصود منها۔ (بحر عن الفتح) نماز جنازہ کی حقیقت دعا ہے اور دعا ہی نماز جنازہ سے مقصود ہے۔

اور نماز جنازہ کی نیت کے ساتھ میت کیلئے دعا کی نیت کو بھی اسی لئے شامل کیا جاتا ہے کہ مقصود اصلی یہی دعا للمیت ہے جیسا کہ رد المحتار میں ہے۔ اِنَّ المصلي يَنوي مَعَ الصلوٰة لِلّٰهِ تعالیٰ الدعاء لِلميت علله الشارح هناك بانه الواجب عليه۔ تحقیق نماز جنازہ پڑھنے والا نیت کرے کہ نماز ہے اللہ تعالیٰ کیلئے اور دعا ہے میت کیلئے اور اس کی وجہ شارح نے یہ بیان کی ہے کہ یہ دعا اس پر واجب ہے۔

اور نماز جنازہ میں اللہ تعالیٰ کی ثنا، حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شریف اور میت کیلئے دعا و استغفار یہ سب کچھ شامل ہے جیسا کہ اس کی نیت سے ظاہر ہے۔

نویت ان اؤدی اربع تکبیرات	نیت کی میں نے چار تکبیر نماز جنازہ کی کہ ادا
صلوٰۃ الجنازۃ الثناء لِلّٰهِ تعالیٰ و	کروں میں جو ثنا ہے اللہ تعالیٰ کی اور درود
الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم	ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور دعا ہے

وَالدُّعاءُ لِهٰذا المیت متوجہا الیٰ جِهَةِ الکعبة الشریفة۔ — اس میت کیلئے منہ کرتے ہوئے طرف کعبہ شریف کے۔

اس نیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی ثنا اور درود شریف اور دعا للمیت کو واو عاطفہ سے بیان کیا گیا ہے لیکن یہ نہیں سمجھا جاتا ہے کہ درود شریف نماز جنازہ سے الگ ہے اور دعا بھی نماز جنازہ سے علیحدہ ہے اسی طرح اس حدیث فصلیٰ علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وَدَعَا لَہٗ میں صلیٰ و دعا کا مطلب الگ الگ نہیں سمجھنا چاہیئے بلکہ یہی سمجھنا چاہیئے کہ آپ نے اس پر صورتاً نماز پڑھی جو حقیقتہً دعا میت تھی۔ جب اس روایت میں عطف تفسیری کا بھی احتمال ہے تو اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال کے بموجب ان کا استدلال اور کمزور ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہاں معاملہ ہی صاف ہے۔ اور وہ یہ کہ نماز جنازہ اور دعا للمیت ایک ہی چیز ہے۔ جس طرح یستغفر لہا و یدعوا میں استغفار اور دعا سے ایک چیز مراد ہے۔ مطلب یہ نکلا کہ آپ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی یعنی اس کیلئے دعا مغفرت فرمائی۔

اور اگر یہ لوگ وقال استغفروا لہٗ۔ سے دعا بعد نماز جنازہ کو ثابت کرتے ہیں تو اس حکم میں بھی واو عاطفہ موجود ہے اس میں بھی ترتیب کا لحاظ نہیں رکھنا چاہیئے کیونکہ بہت ممکن ہے بلکہ اقرب الی الحق یہ ہے کہ آپ نے نماز جنازہ سے پہلے دوسرے لوگوں کو نماز میں شامل ہونے کیلئے فرمایا ہو اور اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ استغفار سے نماز جنازہ مراد نہیں لی جاسکتی تو اس کا جواب یہ ہے کہ صحیح بخاری میں ابن عمر سے روایت ہے کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب عبداللہ بن ابی منافق کے جنازے پر کھڑے ہوئے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا دامن پکڑ کر عرض کیا تھا کہ حضرت آپ پر صلوٰۃ وسلام ہو یہ شخص تو منافق ہے اور منافقین کے حق میں استغفار کرنے سے ہمیں اللہ تعالیٰ نے روک دیا ہے آپ کیوں اس پر نماز جنازہ پڑھنے لگے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (پارہ ۱۰ رکوع ۱۶)

بخشش مانگ واسطے ان کے یا نہ بخشش مانگ واسطے ان کے اگر بخشش مانگے تو واسطے ان کے ستر بار پس اللہ ہرگز نہ بخشے گا واسطے ان کے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا سازیدہٗ علیٰ سبعین۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ میں اس کیلئے ستر بار سے بھی زیادہ استغفار کروں گا۔ پھر آپ نے نماز جنازہ پڑھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی آپ پر وحی نازل ہوئی جس میں صریحاً یہ حکم نازل ہوا۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ (پارہ ۱۰ رکوع ۱۷)

اور مت نماز پڑھ ان میں سے کسی پر جو مرجائے اور مت کھڑا ہو اوپر قبر اس کی کے۔

پہلی آیت سے حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استغفار سے نماز جنازہ مراد لی تھی ورنہ صرف استغفار فرماتے۔ جس سے ثابت ہوا کہ استغفار و دعا سے نماز جنازہ مراد لی جاسکتی ہے کیونکہ نماز جنازہ محض استغفار للمیت ہے ثنا اور درود شریف اس میں سنت ہے اس طریق سے دعا کرنا نہایت درجہ مقبول ہے۔ جیسا کہ کئی احادیث نبویہ اس پر شاہد ہیں۔ شمس الائمہ سرخسی مبسوط کے صفحہ ۶۴ پر فرماتے ہیں۔

ویستغفر للمیّت ویشفع لہ فی الثالثۃ لان الثناء علی اللہ تعالیٰ والصلوٰۃ علی النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم یعقبہ الدعاء والاستغفار

اور استغفار کرے میت کیلئے اور شفاعت تیسری تکبیر میں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ثنا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شریف ہو جانے کے بعد دعا و استغفار ہونا چاہیئے۔

پس نماز جنازہ میں اہم مقصود اور خاص چیز استغفار اور دعا للمیت ہے۔ اس سے ساری نماز جنازہ مراد لی جاتی ہے جس طرح صرف رکوع سے وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ اور سجدہ اور رکوع سے وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ۔ میں ساری نماز مراد لی جاتی ہے اسی طرح یہاں بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس موقع پر استغفروا لہٗ کا ارشاد فرما کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز جنازہ میں شامل ہونے کے لئے دعوت دی تھی۔ اس سے نماز جنازہ کے بعد کی دعا ثابت کرنا درست نہیں ہو سکتا۔ اس روایت میں حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نماز پڑھنے کی خبر دینے کا ذکر ہے۔

استغفروا لہٗ کے الفاظ میں آجانے سے معنوں میں کوئی فرق نہیں پڑتا مطلب یہ ہوگا کہ آپ نے اس پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھی اور دوسرے لوگوں کو بھی استغفار یعنی نماز جنازہ پڑھنے کا ارشاد فرمایا۔

اس روایت سے فقہا مجتہدین کے خلاف فتویٰ دے کر دعا بعد نماز جنازہ کو شریعت میں زیادہ کرنا اور اس پر اصرار کرنا صریحاً ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟

قولہم فتویٰ ۳ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ میں دعا کرنیوالے کی دعا کو قبول کرتا ہوں۔ جب وہ دعا کرے

قرآن حکیم کی یہ آیت کریمہ مطلق ہے اور اذا وقتیہ ہے کہ جس وقت دعا کی جاتے رب تعالیٰ قبول فرماتا ہے جنازہ کے بعد بھی ایک وقت ہے۔ لہذا از روئے قرآن مجید ثابت ہوا کہ اس دعا کے متعلق جواز ہے۔

الجواب فتویٰ ۳ اس فتویٰ میں اس آیہ کریمہ کو مطلق اور اذا کو وقتیہ کہا گیا ہے۔ پھر مطلق کو اپنی مرضی سے مقید کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ آیت میں نماز جنازہ کے بعد کی دعا کا قطعاً ذکر نہیں ہے تو پھر اس کو خاص دعا سے مقید کرنے کی کوئی ضرورت نہیں پھر جس صورت میں نماز جنازہ بھی دعا للمیت ہے اور فرض کفایہ ہے۔ جس وقت اس کو ادا کرلیا اس آیہ کریمہ پر بھی عمل ہوگیا جس وقت نماز پڑھی جاتی ہے اس پر وقت یا زمان کا اطلاق نہیں ہوسکتا کہ اس کے بعد ایک اور دعا پر اتنا اصرار ہے؟ اور کیا رب العزت نماز جنازہ جیسی اہم اور بہترین دعا کو قبول نہیں فرمائیں گے؟ حکم عام ہے جس قسم کی دعا ہو یا ذکر ہو اللہ تعالیٰ اس کو سنتے ہیں جیسا کہ ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت نقل کی ہے۔

سال جماعة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَقَرِیْبٌ ربنا فنناجیہ ام بعید فنناديہ فنزل اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ	ایک جماعت صحابہؓ نے نبی علیہ السلام سے سوال کیا کہ آیا رب ہمارا قریب ہے کہ ہم آہستہ پکاریں اس کو یا دور ہے کہ ہم اونچی پکاریں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ جب سوال کریں تجھ کو بندے میرے مجھ سے پس تحقیق میں قریب

الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ (پارہ ۲ رکوع ۷)	ہوں جواب دیتا ہوں پکارنے والے کی پکار کا جب وہ پکارے مجھ کو۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ آیہ کریمہ ہر قسم کی عبادت اور ذکر و دعا کو شامل ہے چاہے جہری ہو یا سری۔ رات کو ہو یا دن میں، وادی میں ہو یا آبادی میں، خشکی میں پکارا جائے یا تری میں۔ جس وقت اور جس جگہ اس کو یاد کیا جائے وہ ہر حال میں سن لیتے ہے اور قبول فرماتا ہے۔

کتب اصول میں یہ تصریح موجود ہے کہ:

حکم المطلق ان یکون الاداء واجبًا علی التراخی بشرط ان لا یفوتہ فی العمر و علی ھذا قال محمد فی الجامع لو نذر ان یعتکف شھرًا لہ ان یعتکف ای شھر شاء۔	اور حکم مطلق کا یہ ہے کہ اس کا ادا کرنا واجب ہے تراخی سے اس شرط سے کہ وہ عمر بھر میں فوت نہ ہو اسی لئے محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جامع صغیر میں کہا کہ اگر کوئی شخص نذر مانے کہ وہ ایک مہینہ اعتکاف بیٹھے گا۔ اس کے لئے جائز ہے۔ جس مہینے میں چاہے اعتکاف بیٹھے۔

نماز جنازہ ادا ہو جانے کے بعد دوسری دعا کی ضرورت نہیں رہتی۔ شریعت نے دعا للمیت کیلئے جنازہ کی نماز مقرر کردی ہے۔ بغیر دلیل اور ثبوت کے اس پر زیادتی کرنا ہرگز مناسب نہیں ہے اور جو کچھ بعد نماز جنازہ کی دعا کے ثبوت میں پیش کیا جا رہا ہے وہ بالکل مہمل تاویل ہے جس کا فقہائے احناف کے نزدیک کوئی اعتبار نہیں ایسی باتوں سے احتراز کرنا بہت ضروری ہے۔

قولہم فتویٰ ۴ الم نشرح پ ۳۰ قرآن شریف میں ہے۔
فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ ۔ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو بعد میں اللہ سے دعا کرو۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو بعد میں اللہ سے دعا

مانگو اس کا ثبوت حدیث پاک میں موجود ہے۔ عبارت لکھنے کیلئے ایک خاصہ دفتر کی ضرورت ہے۔ مندرجہ ذیل کتب سے عبارت دیکھ لیجئے جو کہ اس آیت کے معنے کی تائید میں ہے۔

نوٹ :۔ اس کے بعد مولوی صاحب نے تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن کثیر، خازن، معالم التنزیل کے حوالہ سے ابن عباس رض، مجاہد، قتادہ، ضحاک، مقاتل کلبی سے اس آیت کی تفسیر کی ہے۔ اور بعد میں لکھا ہے۔ کہ ان تفاسیر سے ثابت ہوا کہ جب کسی نماز سے فارغ ہووے نماز جنازہ ہو یا اور تو اس کے بعد وہیں ٹھہرے رہنا اور بحکم الٰہی وہیں دعا مانگنا ضروری ہوا۔"

الجواب فتویٰ ۲ۓ اگر ہر نماز کے بعد دعا مانگنا ضروری ہے تو آپ لوگ کیوں اس کے خلاف نماز عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے بعد دعا نہیں مانگتے اور خطبہ کے لئے کھڑے ہو جاتے ہو؟ اس آیت کی تفسیر کے ساتھ یہ فقرہ کہ جب کسی نماز سے فارغ ہووے نماز جنازہ ہو یا اور، آپ لوگوں نے اصل تفسیر پر از خود بڑھا لیا ہے۔ ان تفسیروں میں نماز جنازہ اور نماز عیدین کا ذکر نہیں ہے بلکہ صرف صلوٰۃ مکتوبہ کے بعد دعا مانگنے کا حکم ہے۔ فرائض پنجگانہ پر نماز جنازہ کو قیاس نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ فرائض کو مسجد میں ادا کیا جاتا ہے نماز جنازہ کو کھلے میدانوں میں پڑھا جاتا ہے، فرائض میں اذان، اقامت اور وقت کی پابندی ہوتی ہے۔ نماز جنازہ میں یہ تینوں باتیں نہیں ہیں۔ دیکھئے قتادہ، ضحاک مقاتل، کلبی اور مجاہد فرماتے ہیں۔ اِذَا فرغتَ مِنَ الصلوٰۃِ المکتوبۃ فانصب اِلٰی ربّك فی الدعاء وارغب الیه فی المسئلة یعطك جب تو نماز مکتوبہ سے فارغ ہو تو کوشش کر تو طرف رب اپنے کے دعا کرنے میں اور رغبت کو اس کی طرف سوال کرنے میں وہ تجھے عطا کرے گا۔

اس تفسیر میں صرف صلوٰۃ مکتوبہ کا ذکر ہے نماز جنازہ وغیرہ نمازوں کا ذکر نہیں ہے اور صلوٰۃ مکتوبہ اس نماز کو کہا جاتا ہے جس کو وقت کی پابندی کے ساتھ ادا کرنے کا حکم

ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرقان حمید میں فرماتا ہے۔

فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا۔

پس قائم کرو نماز کو تحقیق نماز اوپر مومنوں کے لکھی ہوئی ہے وقت مقرر کئے ہوئے۔

نماز جنازہ میں کسی خاص وقت کی پابندی نہیں اس لئے یہ نماز مکتوبہ نہیں ہے۔

مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ میں ابو الدردا سے روایت ہے۔

قَالَ اَوْصَانِی خلیلی ان لاتشرك باللهِ شیئًا و ان قطعت و حرقت ولا تترک صلوٰۃ مکتوبة متعمدًا فمن ترکها متعمدًا فقد برئت منه الذّمة۔

کہا اس نے مجھے میرے خلیل (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ تم اللہ کا شریک کسی کو نہ بنائیو اگرچہ تم کاٹے جاؤ اور جلائے جاؤ اور صلوٰۃ مکتوبہ کو جان بوجھ کر نہ چھوڑیو جو اس کو چھوڑتا ہے اس سے عہد دور ہو جاتا ہے۔

نماز جنازہ میں اگر کوئی شخص حاضر نہ ہو تو وہ گنہگار نہیں ہوتا۔ جس سے ثابت ہوا کہ نماز جنازہ صلوٰۃ مکتوبہ نہیں ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نماز مکتوبہ کے ترک کو کفر سمجھتے تھے۔ لیکن نماز جنازہ کے ترک کو کوئی شخص کفر نہیں سمجھتا۔ اگر ایسا ہوتا تو ہزاروں آدمی نماز جنازہ میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے کافر قرار دیئے جاتے۔ جس سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ صلوٰۃ مکتوبہ نہیں۔

ہدایہ کے ص ۱۲۶ کتاب الجنائز میں ہے۔

ولا یصلّی علیٰ میت فی مسجد جماعة لقول النبی صلی الله علیه وسلم من صلّی علیٰ جنازة فی المسجد فلا اجر لهٗ - اور نہ نماز جنازہ پڑھے کوئی مسجد جماعت میں واسطے قول نبی علیہ السلام کے جو نماز جنازہ پڑھے گا مسجد میں۔ پس اس کو کوئی اجر نہ ملے گا۔

اس کے بعد صاحب ہدایہ لکھتے ہیں۔

لانه بنی لاداء المکتوبات۔ (ہدایہ ص ۱۲۶) کیونکہ وہ مکتوبہ نمازوں کی ادائیگی

کے لئے بنائی گئی ہیں۔

سوا ہو اکہ فقہاء کے نزدیک بھی نماز جنازہ صلوٰۃ مکتوبہ میں داخل نہیں اور نہ کوئی نماز جنازہ کو (بلا ضرورت شرعی) مسجد میں پڑھنے کا فتویٰ دے سکتا ہے۔ اپنے خیال سے نماز جنازہ کو صلوٰۃ مکتوبہ میں داخل کر کے اس کے بعد ایک اور دعا ثابت کرنا نہایت شرمناک امر ہے۔

اب ہم اس آیت کے متعلق انہی بزرگوں سے وہ روایات نقل کئے دیتے ہیں۔ جو انہوں نے اس کی تفسیر میں دوسرے معنوں کے ساتھ بیان فرمائی ہیں تاکہ ناظرین کرام کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس آیت کی تفسیر میں اور روایات بھی آئی ہیں۔ جن کو ان مولویوں نے جان بوجھ کر چھوڑ دیا ہے تاکہ صلوٰۃ مکتوبہ میں نماز جنازہ کو شامل کر کے دعا بعد نماز جنازہ کے مسئلہ کو ثابت کیا جا سکے، ملاحظہ فرمایئے۔

قال الشعبیؒ اذا فرغت من التشهد فادع لدنیاک واخرتک۔ وکذا قال الزهری وقال ابن عباسؓ قال الله لرسوله اذا فرغت من الصلوٰة وتشهدت فانصب الی ربک واسئله حاجتک۔

کہا شعبیؒ نے جب تو فارغ ہو تشہد سے پس دعا کر تو دنیا اور آخرت کے لئے اور اسی طرح کہا زہری نے اور کہا ابن عباسؓ نے فرمایا اللہ نے اپنے رسول کو جب تو فارغ ہو نماز سے اور تشہد پڑھ لے تو اپنے رب کی طرف لو لگاؤ اور اسی سے اپنی حاجت مانگو۔

ان دونوں روایتوں میں تشہد کے بعد دعا کرنے کا حکم ہے۔ نماز جنازہ میں تشہد نہیں ہے۔ اس لئے ثابت ہو گیا کہ اس آیت اور اس کی تفسیر سے صرف صلوٰۃ مکتوبہ مراد ہے جس میں تشہد کے بعد دعا مانگی جاتی ہے اور سلام کے بعد بھی دعا مانگنا حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے لیکن نماز جنازہ کے بعد سلام پھیرتے ہی دعا مانگنا احادیث اور فقہ سے قطعاً ثابت نہیں ہے۔ اس آیت کی تفسیر سے صلوٰۃ مکتوبہ پر قیاس کر کے نماز جنازہ کو ثابت کرنا صریحاً ظلم ہے اور امر شریعت سے تجاوز ہے۔

اس کے علاوہ اس آیت کی تفسیر میں اور روایات بھی آئی ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔

وقال الحسنؓ وقتادةؒ وزید بن اسلم اذا فرغت من جهاد عدوک فانصب لعبادة ربک۔ وقال مجاهد اذا فرغت من دنیاک فانصب فی صلوٰتک وعن ابن مسعودؓ اذا فرغت من الفرائض فانصب فی قیام اللیل وعن ابن عباسؓ نحوه وقال الضحاک فاذا فرغت من الجهاد فانصب فی العبادة وعن الحسنؓ اذا فرغت من الغزو فاجتهد فی العبادة واخرج ابن نصر وجماعة عن مجاهد اذا فرغت عن اسباب نفسک وفی لفظ من دنیاک فصلِّ۔

اور کہا حسنؓ اور قتادہؒ اور زید بن اسلم نے جب تو فارغ ہو دشمن کے ساتھ جہاد کرنے سے تو اپنے رب کی عبادت میں جہد و سعی کر اور کہا مجاہدؒ نے جب تو فارغ ہو دنیا سے تو نماز پڑھنے میں اجتہاد کر۔ اور ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب تو فرائض سے فراغت پالے تو قیام لیل میں سعی بلیغ کر اسی طرح ابن عباسؓ سے مروی ہے اور کہا ضحاک نے پس جب تو فارغ ہو جہاد سے تو لگ جا عبادت میں اور حسنؓ سے روایت ہے کہ جب تو فراغت پائے لڑائی سے اجتہاد کر تو عبادت میں اور ابن نصر اور ایک جماعت نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ جب تو فارغ ہو اپنے نفس کے اسباب سے اور ایک لفظ میں اپنی دنیا سے تو نماز پڑھ۔

ان بزرگوں کی ان روایات پر ان لوگوں نے بالکل التفات نہیں کیا۔ اہل علم و بصیرت پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اس آیت اور اس کی تفسیر سے دعا بعد نماز جنازہ کا ثبوت ہرگز نہیں ہوتا۔ ان سب روایتوں پر مفسرین نے بحث فرماتے ہوئے تطابق کی صورت میں یہ خلاصہ بیان فرمایا ہے۔

اذا فرغت من عبادة کتبلیغ الوحی فانصب فی عبادة اُخریٰ ،

جب تو فارغ ہو ایک عبادت سے مانند تبلیغ وحی کے تو اجتہاد کر دوسری عبادت

شكرًا لما عددنا عليك من النعم السالفة ووعدنا لك من الآلاء الآنفة۔

میں شکر کرتے ہوئے ان نعمتوں کا جو ہم نے تجھ کو گنوادی ہیں پہلے کی اور جن کا اب تجھ کو وعدہ دے رکھا ہے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں۔

كانه عز وجل لما عدد وعداه بما وعدا بعثه على الشكر والاجتهاد فى العبادة وان لايخلى وقتًا من اوقاتها منها فاذا فرغ من عبادة اتبعها باخرى۔

گویا کہ اللہ عزوجل نے جب نعمتیں شمار کرائیں حضورؐ کو اور وعدہ کیا ان سے جو وعدہ کیا تو ان کو حکم دیا شکر کرنے کا اور عبادت میں اجتہاد کرنے کا اس طرح سے کہ کوئی وقت ان اوقات سے وہ خالی نہ رہنے دیں پس جب فارغ ہو ایک عبادت سے دوسری شروع کرے۔

ان سب روایات پر غور وفکر کرنے سے معلوم ہوا کہ صرف دعا کی تخصیص نہیں ہے ایک عبادت کے بعد دوسری عبادت خواہ وہ کسی قسم کی ہو کر لینی چاہیئے۔ اس آیت کی تفسیر میں جو روایتیں نقل کی گئی ہیں وہ بڑی بڑی تفسیروں مین موجود ہیں۔ جس کا دل چاہے خازن۔ مدارک۔ ابن جریر۔ ابن کثیر، معالم التنزیل، فتح البیان، روح المعانی، تفسیر کبیر وغیرہ میں دیکھ سکتا ہے۔ جس سے صاف طور پر معلوم ہو جائے گا کہ ان لوگوں کا اس آیت سے نماز جنازہ کے بعد کی دعا کا استدلال سراسر غلط ہے، کسی مفسر نے اس کی تفسیر سے اس دعا کو ثابت نہیں فرمایا اور نہ کسی فقیہ ومجتہد نے آج تک اس آیت اور اس کی تفسیر سے نماز جنازہ کے بعد دفن میت سے پہلے دعا کرنا استنباط فرمایا ہے۔

باب چہارم

(خاتمہ)

دفن میت کے بعد قبر پر دعا کرنے کے ثبوت میں

دفن میت کے بعد قبر پر میت کے لئے دعا و استغفار کرنا سنت ومستحب ہے۔ اس کا ثبوت موجود ہے۔ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین رضی اللہ عنہم کے قرون مشہود لہا بالخیر میں یہ دعا معہود اور مشہور تھی۔ اس پر عمل کرنا مستحسن ہے۔ لیکن اس کو بھی فرض، واجب کے درجے میں ہرگز اعتقاد نہ کرنا چاہیئے بلکہ سنت ومستحب ہی سمجھنا چاہیئے۔

حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رب العزت نے منافقین پر نماز جنازہ ادا کرنے اور ان کی قبر پر دفن و دعا کے لئے ٹھہرنے سے روکنے کے لئے سورۂ توبہ میں ارشاد فرمایا۔ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۔ اور مت نماز پڑھ اوپر کسی کے ان میں سے کہ مرجاوے اور مت کھڑا ہو اُوپر قبر اُس کی کے۔

امام فخرالدین رازیؒ تفسیر کبیر میں اس آیت کی تفسیر میں صـ۱۷۱ پر فرماتے ہیں۔

ثُمَّ قَالَ اللهُ تعالىٰ وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ وفيه وجهان الاول قال الزجاجؒ كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا دفن الميت وقف على قبره ودعا له فمنع هٰهنا منه والثانى قال الكلبى لا تقم باصلاح مهمات قبره

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا' اور تو اس کی قبر پر بھی نہ کھڑا ہو' اس میں دو وجہیں ہیں پہلی وجہ یہ ہے کہ کہا زجاج نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میت کو دفن کرتے تھے تو اس کی قبر پر ٹھہر کر اس کے لئے دعا مغفرت کرتے تھے۔ پس یہاں اس سے بھی روک دیئے گئے دوسری وجہ یہ ہے کہ کلبی نے فرمایا کہ تم اس کی قبر کی درستی کے

کاموں کے لئے بھی ٹھہرو۔

تفسیر فتح البیان میں بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی دو روایتیں نقل کی گئی ہیں اور تفسیر روح المعانی جزو عاشر کے صـ ۱۲۸ پر اس کی تفسیر یہ کی گئی ہے۔ وکان المراد بالقیام علی القبر الوقوف علیه حالة الدفن وبعده ساعة وکان الوقوف بعد الدفن بمقدار نحر جزور مندوبا۔ قبر پر قیام کرنے سے مراد یہ ہے کہ دفن میت کی حالت میں اور بعد دفن کے ایک گھڑی قبر پر ٹھہرا جائے اور بعد دفن میت کے اونٹ نحر کرنے کی مقدار تک ٹھہرنا مندوب تھا۔

اس آیت اور اس کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم علیه الصلوة والسلام کے زمانہ خیر القرون میں نماز جنازہ پڑھنے اور بعد دفن کے قبر پر دعا کرنے کا طریق ضرور معہود تھا اور ان دونوں سے حضور اکرم علیه السلام کو منافقین کے حق میں رب العزت نے آیت کے اندر صریحاً ممانعت فرمادی، مومن و مسلم کے لئے نماز جنازہ اور قبر پر دعا کرنے کا حکم بدستور سابق بحال رہا۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کا دستور حضور علیه الصلوة والسلام کے عہد مبارک میں ہرگز معہود نہیں تھا اگر یہ دعا بعد نماز جنازہ حضور اکرم علیه الصلوة والسلام خود مانگتے تو منافقین کے حق میں آپ کو اس آیت میں اس دعا سے بھی لازماً روک دیا جاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم علیه الصلوة والسلام اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ مشہود لہا بالخیر میں اس دعا بعد نماز جنازہ کا قطعاً وجود نہیں تھا اور نہ اس کا کتاب و سنت میں ثبوت ملتا ہے۔ جب ثبوت ہی نہیں تو اس دعا کا بدعت ہونا یقینی امر ہے اور اس سے احتراز کرنا لازم ہے اور اس کی بجائے دفن میت کے بعد قبر پر دعا و استغفار کر لینا بہتر ہے۔ جس کا ثبوت کتاب و سنت میں موجود ہے۔

جس طرح میت پر نماز جنازہ ادا کرنے کا بڑا ثواب ہے اسی طرح اس کے دفن میں ہاتھ بٹانا بھی بڑے ثواب کا کام ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔
قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من اتبع جنازة مسلم ایمانا واحتسابا

وکان معه حتی یصلی علیها ویفرغ من دفنها فانه یرجع من الاجر بقیراطین کل قیراط مثل احد ومن صلی علیها ثم رجع قبل ان یدفن فانه یرجع بقیراط۔ (متفق علیه) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے کسی مسلم کے جنازہ کا ایمان اور احتساب سے اتباع کیا اور اس کے ساتھ رہا یہاں تک کہ اس پر نماز پڑھی اور اس کے دفن سے فارغ ہوا وہ دو قیراط ثواب لے کر واپس آئے گا ہر ایک قیراط احد پہاڑ کے برابر ہو گا۔ اور جو صرف نماز پڑھ کر دفن سے قبل واپس ہوا وہ ایک قیراط ثواب لے کر واپس آیا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ میت کے دفن کرنے تک جنازہ کے ساتھ رہ کر دفن میت میں اعانت کرنا نماز جنازہ جتنا ثواب رکھتا ہے اس لئے دفن میت تک قبر پر موجود رہ کر میت کے لئے دعا کر کے لوٹنا چاہیئے۔ تھوڑے سے وقت میں احد پہاڑ جتنا ثواب مفت میں حاصل ہوتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے۔

سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول اذا مات احدکم فلا تحبسوه واسرعوا به الی قبره ولیقرأ عند راسه بفاتحة البقرة وعند رجلیه بخاتمة البقرة۔ میں نے حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے جب تم میں سے کوئی مرجاوے اس کو روک نہ رکھو جلدی اس کو قبر کی طرف لے جاؤ اور کوئی آدمی اس کے سر کی جانب سورۂ بقرہ کا شروع اور پاؤں کی جانب سورۂ بقرہ کا آخر پڑھے۔

مرقاۃ علی المشکوٰۃ میں اس کی شرح کرتے ہوئے ملا علی القاری حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ قبر پر سر کی طرف کھڑے ہو کر سورۂ بقرہ کا شروع مفلحون تک پڑھا جائے اور پاؤں کی جانب سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں آمن الرسول سے لے کر آخر سورہ تک پڑھی جائیں۔ سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں دعا پر مشتمل ہیں۔ جس سے قبر پر دعا مانگنا ثابت ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت وقف علیہا فقال استغفروا لاخیکم ثم سلوا لہ التثبت فانہ الآن یسئل رواہ ابوداؤد۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دفن میت سے فارغ ہوتے کچھ دیر اس پر ٹھہرتے۔ پس فرماتے اپنے بھائی کے لئے دعاء مغفرت کرو اور اس کے لئے کلمہ شہادت پر ثابت رہنے کی بھی دعا کرو۔ کیونکہ اب اس کو سوال کیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح مرقاۃ علی المشکوٰۃ میں ملا علی القاری حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمائی ہے۔

سلوا لہ التثبیت ای ادعوا لہٗ بدعاء التثبیت یعنی قولوا اثبتہٗ اللہ تعالیٰ بالقول الثابت او اللھم ثبتہ بالقول الثابت وھو کلمۃ الشہادۃ عند منکر و نکیر۔ سوال کرو اس کے لئے تثبیت کا یعنی دعا کرو اس کے لئے کلمہ شہادت پر ثابت و قائم رہنے کی یعنی مضبوط رکھے اس کو اللہ کلمہ شہادت پر "یا کہو" اے اللہ اس کو ثابت رکھ قول ثابت پر" اور وہ کلمہ شہادت ہے منکر نکیر کے سوال کرنے کے وقت۔

اس حدیث اور اس کی شرح سے معلوم ہوا کہ قبر پر دفن میت کے بعد استغفار اور تثبیت کے لئے دعا کرنے کا حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی موجود ہے اس کو سنت و مستحب کہنا جائز ہے۔

براء بن عازب نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔

المسلم اذا سئل فی القبر یشھد ان لا الٰہ الا اللہ ویشھد ان محمدًا رسول اللہ فذالک قولہ یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ۔ (متفق علیہ)

(ترجمہ: مسلمان سے جب قبر میں سوال کیا جائے گا تو وہ گواہی دے گا کہ اللہ کے سوا

کوئی معبود نہیں اور گواہی دے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ پس یہ قول اللہ کا کہ ثابت رکھے گا اللہ تعالیٰ مومنوں کو کلمہ شہادت پر دنیا و آخرت میں۔

یہ سب روایتیں مشکوٰۃ المصابیح میں موجود ہیں۔ جن سے معلوم ہوگیا کہ قبر میں منکر و نکیر کا سوال ہوگا۔ اس موقع پر میت کے لئے دعاء استغفار کرنا مناسب و جائز ہے۔ اور کلمہ شہادت پر اس کے قائم و ثابت رہنے کی دعا کرنا مستحب امر ہے۔

کتب فقہ میں بھی بعد دفن کے قبر پر دعا مغفرت کرنے کی صراحت موجود ہے دیکھئے علامہ شامی ردالمحتار۔ جلد اول کے ص۶۱ پر فرماتے ہیں۔

ویستحب حثیہ من قبل راسہ ثلاثا وجلوس ساعۃ بعد دفنہ لدعاء وقراءۃ بقدر ما ینحر الجزور و یفرق لحمہ۔ و کان ابن عمر رض یستحب ان یقرأ علی القبر بعد الدفن اول سورۃ البقرۃ وخاتمتہا

اور میت کی قبر کے سرہانے کی طرف سے تین دفعہ مٹی ڈالنا اور بعد دفن میت کے لئے دعا و قرأت قرآن کے لئے بقدر اونٹ کے نحر کرنے اور اس کا گوشت تقسیم کرنے کے بیٹھنا مستحب ہے اور حضرت ابن عمرؓ دفن میت کے بعد قبر پر سورہ بقرہ کا اول حصہ اور سورۂ بقرہ کا خاتمہ پڑھنے کو مستحب گردانتے تھے۔

ان روایات اور کتب فقہ کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ دفن میت کے بعد قبر پر دیر تک ٹھہر کر دعاء استغفار کرنا سنت و مستحب ہے اور حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق اس سے میت کو ثواب پہنچتا ہے اور دعا کرنے والے کو بھی ثواب عظیم حاصل ہوجاتا ہے۔

یہاں تک تو دفن میت کے بعد قبر پر دعا و استغفار کرنے کے ثبوت میں کتاب و سنت اور فقہ سے دلائل نقل کئے گئے ہیں۔ اب ایسے امور کا اختصار کے ساتھ ذکر کردیا جاتا ہے جو جائز، سنت یا مستحب ہیں اور ساتھ ساتھ ان رسموں کا ذکر بھی کردیا جائے گا جو ناجائز، مکروہ اور بدعت ہیں اور بعض ان میں سے باطل اور حرام ہیں۔

میت کی تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا مستحب ہے۔ جیسا کہ فتح القدیر صفحہ ۹۷ جلد ۲ میں ہے۔ ویستحب الاسراع بتجہیزہ کلہ من حین یموت۔ میت کے مرنے کے وقت سے ہی اس کے سارے سامان میں جلدی کرنا مستحب ہے۔

جس وقت کسی مومن و مسلم کو موت آجائے اسی وقت اس میت کی تجہیز و تکفین اور تدفین میں لگ جانا چاہیئے اور اپنی رائے اور قیاس سے کسی کام کے لئے روکنا مناسب نہیں ہے۔ اگرچہ وہ کام ظاہر نظر میں اچھا ہی کیوں معلوم نہ ہو۔ وجہ اس کی ظاہر ہے کہ جس کام سے شریعت کے حکم کی مخالفت اور مقابلہ لازم آتا ہو۔ اس کے کرنے میں سرکشی اور خود رائی ضرور پائی جائے گی۔ پس جب کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کی تجہیز و تکفین میں جلدی کرنے کا حکم فرما دیا ہے۔ تو اب کسی عزیز کے انتظار میں یا مال و دولت کی جانچ پڑتال یا تقسیم ترکہ میں مشغول ہو کر میت کی تجہیز و تکفین اور تدفین میں دیر کرنے سے حضور اکرم علیہ السلام کے حکم کی خلاف ورزی ضرور ہو جائے گی اور سنت کی بجائے بدعت پر عامل ہونا لازم آئے گا۔ اسی طرح میت کو غسل دینے سے قبل یا غسل دینے کے بعد نماز جنازہ سے پہلے یا اس کے بعد اہتمام و اجتماع کے ساتھ ذکر و تلاوت قرآن اور دعا و استغفار میں مشغول ہو کر تاخیر کرنا مکروہ اور خلاف سنت ہو گا۔ دیکھئے درّ مختار میں یہ تصریح موجود ہے۔

وکرہ تاخیر صلٰوتہ و دفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلٰوۃ الجمعۃ۔

(میت) پر نماز پڑھنے اور دفن کرنے میں اس غرض سے دیر کرنا کہ نماز جمعہ کے بعد بڑی جماعت سے جنازہ پڑھیں گے مکروہ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کو بڑی جماعت کے ساتھ پڑھنا اچھا ہے لیکن چونکہ اس میں نماز پڑھنے اور دفن کرنے میں تاخیر ہو جانے سے شریعت کی مخالفت ہو جانا یقینی ہے۔ اس لئے فقہائے احناف نے اس کو مکروہ تحریمی فرمایا ہے۔ اور مکروہ کو مطلق استعمال کرنے سے فقہا کے نزدیک مکروہ تحریمی مراد لیا جاتا ہے۔

جنازہ کو اٹھا کر جب چلتے ہیں تو بعض لوگ باآواز بلند کلمہ شریف پکار کر پڑھتے ہوئے جنازہ گاہ یا قبرستان تک جاتے ہیں۔ یہ کلمہ شریف یا اور کچھ بلند آواز سے پڑھنا بدعت اور مکروہ ہے۔ دیکھئے فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

وعلیٰ متبعی الجنازۃ الصمت ویکرہ لہم رفع الصوت بالذکر و قراءۃ القرآن کذا فی شرح الطحطاوی۔ جنازے کے ساتھ جانے والوں کو خاموشی لازم ہے اور ان کو ذکر یا قرات قرآن بلند آواز سے کرنا مکروہ ہے۔ اسی طرح شرح طحطاوی میں ہے۔

جوہرۂ نیرہ میں بھی یہی عبارت ہے، مراقی الفلاح میں بلند آواز سے ذکر و تلاوت قرآن کو بدعت کہا گیا ہے اور غنیۃ المستملی میں اس کو مکروہ تحریمی قرار دیا گیا ہے اور ساتھ ہی قیس بن عبادہؓ کی یہ روایت نقل کی گئی ہے۔

کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکرھون رفع الصوت عند ثلاث عند القتال وفی الجنازۃ وفی الذکر ذکرہ ابن المنذر فی الاشراف۔ کہ رسول اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام تین جگہ آواز بلند کرنا مکروہ سمجھتے تھے ایک قتال کے وقت دوسرے جنازے میں اور تیسرے ذکر میں بیان کیا اس کو ابن منذر نے اشراف میں۔

جس وقت نماز جنازہ سے فراغت ہو جائے فوراً میت کو قبر کی طرف لے جانا چاہیئے۔ پھر میت کو قبلے کی طرف سے قبر کے اندر اتاریں اور قبر میں اتارتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ پڑھیں اور یہ مستحب ہے۔ میت کو داہنی جانب سے قبلہ رو کر دینا مسنون ہے۔ اس کے بعد کچی اینٹوں سے لحد کو بند کر دینا چاہیئے۔ پختہ اینٹوں اور لکڑی سے بند کرنا مکروہ ہے۔ قبر میں مٹی ڈالتے وقت مستحب یہ ہے کہ سرہانے کی طرف سے شروع کیا جاوے اور ہر شخص اپنے دونوں ہاتھوں میں مٹی اٹھا کر قبر میں ڈالے اور پہلی بار مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ دوسری مرتبہ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ اور تیسری بار وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى پڑھنا چاہیئے بعد دفن کے تھوڑی

دیر بعد قبر پر ٹھہرنا اور میت کے لئے دعا مغفرت و تثبیت کرنا مستحب ہے، جیسا کہ احادیث اور فقہ کے حوالے سے ثابت ہو چکا ہے۔ قبر پر پانی چھڑکنا بھی مستحب ہے قبر کو مربع شکل میں بنانا مکروہ ہے۔ مستحب یہ ہے کہ اٹھی ہوئی شکل کوہان شتر کے بنائی جائے اس کی بلندی ایک بالشت بھر تک ہونی چاہیئے۔ قبر کا بہت اونچا کرنا قبر پر پکی اینٹیں لگا کر پختہ کرنا مکروہ ہے بلکہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد گرامی سے سرتابی ہے۔ کیونکہ آپ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبر وان یبنی علیہ وان یقعد علیہ (رواہ مسلم) منع فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبر کو چونے پختہ بنانے سے اور اس پر کوئی عمارت بنانے اور اس پر بیٹھنے سے۔

قبر پر عمارت مثل گنبد یا قبے کے بغرض زینت بنانا حرام ہے اور مضبوطی کے لئے بنانا مکروہ ہے، قبر پر بیٹھنا ناجائز ہے۔ کسی میت کو چھوٹا ہو یا بڑا مکان کے اندر دفن نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ یہ بات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص ہے۔ قبروں پر چڑھاوے، نذر و نیاز، منت وغیرہ چڑھانا حرام ہے میلے لگانا، تماشے کرانا بہت برا ہے۔ قبر کی طرف سجدہ کرنا اور قبر کا طواف کرنا شرک اور ظلم عظیم ہے۔ یہ تمام مسائل فقہ کی معتبر اور مشہور کتابوں مثلاً بحرالرائق۔ درّ المختار۔ ردّ المحتار، فتاویٰ عالمگیری اور فتاویٰ قاضیخاں وغیرہ میں موجود ہیں۔ جس کا دل چاہے ان کتابوں میں دیکھ سکتا ہے۔

اس زمانے میں چونکہ عوام نے اپنے عقائد و اعمال کو بہت سخت خراب کر لیا ہے اور جس قسم کی ضرورتوں کو یہ لوگ بیان کرتے ہیں وہ سب نفس امارہ کے بہانے ہیں اور خواہش نفسانی کے فریب۔ دل میں سوچا جائے تو ایسی محدث اور منکر چیزوں کی برائی خود معلوم ہو سکتی ہے۔ تمام مسلمانوں کے لئے نہایت ضروری ہے۔ کہ جس طرح سے وہ دوسرے محرمات و مکروہات سے پرہیز کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح ان مشتبہات اور محدثات سے بھی اپنے دامن کو بچاتے رہیں۔ ایسا نہ ہو

کہ ہم ان دھندوں میں پھنس کر اپنی عاقبت کو ہی خراب کر بیٹھیں۔

آخر میں دعا ہے کہ رب العزت تمام مومنوں کو اور بندۂ ناچیز کو کتاب و سنت پر عمل پیرا ہونے کی ہمت و توفیق بخشے اور مدۃ العمر ان کو شرک و بدعت سے برکنار رکھتے ہوئے اپنی حفاظت میں صراط مستقیم پر ثابت و قائم رکھے، آخرت میں اپنے سایۂ رحمت میں جگہ عنایت فرمائے اور اپنے حبیب سید الکونین رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین! سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۔

بندہ ناچیز سیّد عزیز علی عفا اللہ عنہ،

پچّیس سال کے بعد

ایک ربع صدی گزر چکی ہے جب بندہ نے تحقیق الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ کو ترتیب دیا تھا اس وقت اور اس سے پہلے بعض نادان اور شرع سے بے خبر لوگوں کے دلوں میں یہ خیال راسخ ہو چکا تھا بلکہ عقیدہ ہی بنا چکے تھے کہ نماز جنازہ کے بعد متصل بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر دعاء مانگنا ضروری ہے اور بغیر اس دعا کے نماز جنازہ ناتمام رہ جاتی ہے۔ نماز جنازہ کی طرح یہ دعاء بعد از جنازہ کے بھی نہایت اہم اور ضروری ہے اس لئے میں نے اپنی کتاب تحقیق الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ حصہ اول میں جو اس وقت ناظرین کرام کے زیر نظر ہے۔ جس میں قرآن حکیم سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے اور تعامل صحابہ رضی اللہ عنہم اور فقہاء کرامؒ کی تصریحات سے ثابت کیا تھا کہ یہ دعاء بعد نماز جنازہ کے غیر شرع ہے سنت نہیں مستحب بھی نہیں بلکہ بدعت، مکروہ، زیادت علی السنۃ ہے اس کو ترک کر دینا چاہیئے اور یہی زہد و اتقاء سے اقرب ہے تاکہ کسی سنت کا رفع یا کسی سنت کا استخفاف ہم سے سرزد نہ ہو جائے۔

ماسٹر شبیر صاحب ڈھبوی کو پچیس سال کے طویل عرصہ کے بعد یہ بات سوجھی کہ کیوں نہ میں بھی کسی طرح "تھوڑا سا خون لگا کے شہیدوں میں مل سکوں" میری کتاب کے حصہ اوّل

(جو لہ اس وقت ناظرین کے ہاتھ میں جدید ایڈیشن میں حاضر ہے) اس پر اعتراض کرتے ہوئے اپنی کتاب اثبات الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ لکھی ہے جس میں ماسٹر صاحب نے کوئی خاص دلیل قرآن حکیم سنت یا فقہ سے پیش نہیں کی صرف عمومی دلائل، قرآن و حدیث کی غلط تاویلات، اصول فقہ سے برکنار رہ کر اپنے قیاس اور فاسد اجتہاد سے اس دعاء کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے جس کے جواب میں اور ماسٹر صاحب کے دلائل مزعومہ کی تردید میں بندہ نے اسی حصہ اول کے ساتھ حصہ دوئم تحقیق الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ لکھی اور ترتیب دی ہے ناظرین کرام اس کتاب کے حصہ دوئم کو بنظر عمیق ملاحظہ فرمائیں اور اپنی عقل و بصیرت کے میزان میں موازنہ فرمانے کے بعد حق و باطل میں تمیز فرمائیں اور بندہ کے حق میں دعاء خیر و مغفرت فرمادیں۔

لاالٰہ الااللہ کی ضرب

لاالٰہ کی ضرب سے ٹوٹا طلسم ماسوا
دِل میں محکم ہو گئی اللہ اللہ کی نوا

شرک ہے من دونہ بدعت ہے من غیر النبی
آشنائی ان بتوں سے ہو نہیں سکتی دوا

شرک و بدعت میں ہے انکار خدا و مصطفےٰ
اور اس انکار سے بڑھتی ہے حبِ ماسوا

ہیں یہ دو بیماریاں مہلک ترے دم کیلئے
ہر مرض کی ہے دوا لیکن نہیں اس کی دوا

جھنڈیاں میلاد کی بازار میں پامال ہیں!
خلد میں لہرائے گا احیاءِ سنت کا لوا!

سجدۂ عرس و طواف و نذر غیر اللہ تک
سب مشاغل ہیں یہ تمہارے نفس کی حرص و ہوا

چھوڑ کر سنت کو بدعت آشنا ہوتے ہوئے
یہ دلا ور پیٹ میں بھر کر بریلی کی ہوا

دَر بدر پھرنا تمہارا جانتے ہیں اہلِ حق
ہے کسی سنت کو بدعت میں بدلنے کی ہوا

نشر بدعت کیلئے تیری دوامی آرزو
رفع سنت کے لئے القزامی آرزو

احقر:- سید عزیز علی صانہ اللہ عن کل ذنب خفی و جلی

ما ابتدع قوم بدعة فی دینهم الا نزع الله من سنتهم مثلها (رواہ الدارمی)

جس قوم نے اپنے دین میں کوئی بدعت نکالی اللہ تعالیٰ اس قوم سے اس جیسی ایک سنت نکال دے گا

حصہ دوئم

تحقیق الدعاء

بعد صلوٰۃ الجنازہ

فی

تردید اثبات الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ

مؤلف

حکیم سید عزیز علی ثابت بخاری خطیب جامع کھیکے (گوجرانوالہ)

باھتمام

انجمن جامعۃ العزیزیہ کھیکے ضلع گوجرانوالہ

انجمن اسلامیہ گکھڑ منڈی ضلع گوجرانوالہ

اِنتسَاب

(بفقہاءِ ملت خصوصًا فقہاء احناف کثر اللہ تعالٰی جماعتہم)

باسملك اللهم فاطر السموت والارض عالم الغيب و الشهادة انت تحكم بين عبادك فيما كانوا فيه يختلفون اهدني لما اختلفوا فيه من الحق باذنك انك تهدى الى صراط مستقيم اللهم لك اسلمت وبك امنت وعليك توكلت واليك انبت وبك خاصمت واليك حاكمت فاغفرلى ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم به مني انت المقدم وانت المؤخر لا اله الا انت ولا اله غيرك وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين ۔

پیش لفظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہِ الکریم ۝

ایک کتاب بعنوان اثبات الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ نظر سے گزری۔ اس عنوان سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز جنازہ کے متصل بعد بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر دعا مانگنے کا ثبوت اور دلائل اس کتاب میں پیش کیے جائیں گے اور اس عنوان سے ظاہر ہوتا ہے کہ خصوصی طور پر اس دعاء کے ثبوت میں ہی یہ کتاب لکھی جا رہی ہے لیکن معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ عمومی ادعیہ کے دلائل سے اس کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے قرآن احادیث اور فقہ سے کوئی ثبوت خاص اس دعا کا پیش نہیں کیا گیا جیسا کہ اگلے صفحات میں ہم ثابت کر رہے ہیں، انشاء اللہ العزیز، اور ناظرین کرام کو خود معلوم ہو جائے گا۔

اس کتاب کی ابتداء میں تقریظ جناب عظمت علی شاہ صاحب نے لکھی ہے۔ مقدمہ مولوی محمد سعید صاحب خطیب مسجد علی پور چٹھہ کا تحریر شدہ ہے اور کتاب برخوردار ماسٹر شبیر حسین صاحب ڈھبوی ثم گکھڑوی ثم ادجلوی ثم دلاوری پھر کیلانی اور آخر میں بریلوی رضاخانی اور نوری وغیرہ نے لکھی ہے جس کی یہ رہائشی اور مذہبی نسبتیں ہر آن بدلتی رہتی ہیں، اور بدلتی رہیں گی۔ زیر بحث مسئلہ تو دعاء بعد نماز جنازہ متصلاً کا ہے جس کی کوئی خصوصی دلیل آیات قرآن کریم یا سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام یا کتب فقہ اور خصوصًا فقہ حنفی سے حضرات ائمہ فقہاء رحمہم اللہ کی تصریحات سے ہونا چاہیئے تھی، احادیث میں اور کتاب اللہ میں ہر موقعہ اور محل کی الگ الگ دعائیں منقول ہیں۔ اور ادعیہ ماثورہ کے نام سے مشہور ہیں، مثلاً زیارت قبور کے وقت کی دعاء دفن کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر دعا۔ کھانے پینے کے بعد کی دعا سونے کے وقت اور جاگنے کے بعد کی دعائیں سواری کے وقت کی دعا وضو کے بعد کی دعا پاخانہ جانے اور پیشاب کرنے سے پہلے کی دعائیں جو احادیث میں وارد ہیں جن کا استیعاب کرنا ہمارے بس اور مبحث سے باہر ہے۔ اگر نماز جنازہ کے

بعد بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر اجتماعی رنگ میں کوئی دعا احادیث میں ہوتی یا حضرات صحابہ رض تابعین رح تبع تابعین رح اور فقہاء ملت اور خصوصاً فقہاء احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کے قول و عمل سے ثابت ہوتی تو وہ ہمارے لئے بلکہ تمام امت مسلمہ کے لیے حجت ہو سکتی ہے۔ عمومی دلائل اور غلط تاویلات و تسویلات سے اس خاص دعا کو ثابت کرنا قرین انصاف نہیں کیا فقہائے ملت نے اور خصوصاً فقہاء احناف رحمہم اللہ علیہم نے ان آیات و احادیث کو نہیں پڑھا تھا اور ان کو درایت کے اصول پر نہیں پرکھا تھا کہ وہ یہ بات سمجھ جاتے کہ بعد نماز جنازہ کے دعا، بیٹھ کر یا صفیں توڑ کر کھڑے ہو کر اجتماعی رنگ میں مانگنا جائز ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو فقہائے کرام رح اس دعا کے الفاظ اور محدثین اس دعا کا کوئی ثبوت پیش کرتے یا کسی آیت یا حدیث سے اس دعا کو درایت کے اصول پر استنباط فرماتے لیکن انہوں نے یہ نہیں کیا جس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس دعا کی کوئی اصل نہیں ہے حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اعتبار جس طرح ہم روایت میں کرتے ہیں ان کی درایت و فقہ سے بھی ہم اس سے زیادہ مستفیض ہوتے ہیں۔ الفاظ روایت ان بزرگوں کے ہمارے لئے حجت ہیں تو ان کی درایت و فقہ اور تفقہ فی الدین کے بھی ہم معتقد ہیں۔ صرف ظاہر بین حضرات ان کے روایت کردہ الفاظ کی تو قدر کرتے ہیں لیکن ان کی درایت و تفقہ فی الدین سے بالکل اعراض کر جاتے ہیں یہ ان کا شیوہ عقل و نقل کے اعتبار سے بالکل لائق التفات نہیں ہے۔ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بالکل سچ فرمایا ہے۔

من یرد اللہ خیرًا یفقہ فی الدین۔ بخاری ج۱ ص۱۶ مسلم ج۲ ص۱۴۴
جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے تفقہ فی الدین عطا کرتا ہے۔

اور قرآن حکیم میں بالصراحت ارشاد باری موجود ہے۔

وما کان المومنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ لیتفقہوا فی الدین ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم لعلہم

مومنوں کے لیے یہ مناسب نہ تھا کہ وہ سب (جہاد) کے لئے کوچ کرتے کیوں نہ کوچ کیا ہر فرقے میں ان میں سے ایک جماعت نے تاکہ وہ دین میں تفقہ پیدا کریں اور اپنی قوم کو ڈرائیں جب وہ

یحذرون۔ پ۱۱۔ سورہ توبہ

ان کی طرف لوٹیں تاکہ وہ بچ جائیں۔

اس حدیث اور آیۂ کریمہ سے واضح طور پر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ تفقہ فی الدین کی خیریت و افادیت میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے اور جس طرح جہاد کے لئے نکلنا اور سفر کرنا فرض کفایہ ہے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ تفقہ فی الدین کے لئے سفر کرنا اور اس کو حاصل کرنے کے لئے پیہم کوشش کرنا ضروری اور اہم ہے، اور تفقہ فی الدین اور درایت کو چھوڑ کر صرف صورت و الفاظ پر اپنی نگاہِ فکر و عمل جمائے رکھنا نہایت مذموم ہے۔ غیر مقلدین حضرات کئی مسائل میں درایت و تفقہ کو چھوڑ کر صرف الفاظ حدیث پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اور ہم مقلدین پر یہ اعتراض وارد کیا کرتے ہیں کہ نماز جنازہ بھی دوسری فرائض و سنن اور نوافل کی طرح نماز ہی ہے اور تم ہر نماز میں امام اور منفرد ہونے کی حالت میں سورۂ فاتحہ پڑھتے ہو تو تم نماز جنازہ میں امام ہونے کی صورت میں کیوں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتے۔ بالکل اسی طرح کا اعتراض بریلوی اور رضاخانی حضرات نے اٹھا رکھا ہے کہ ہر نماز مکتوبہ اور غیر مکتوبہ کے بعد تم ذکر و دعاء کرتے رہتے ہو نماز جنازہ بھی تو ایک نماز ہی ہے اس کے بعد کیوں تم ذکر و دعا کو چھوڑتے ہو اور کیوں اس دعا کو بدعت اور مکروہ کہتے ہو۔ بناء علیہ ہم بریلوی اور رضاخانی حضرات سے پوچھتے ہیں کہ اگر نماز جنازہ من کل الوجوہ نماز ہے تو تم اس میں کیوں قرأۃ سورۃ من القرآن رکوع اور سجود اور اس کی تسبیحات اور التحیات کو چھوڑ کر صرف ثناء، درود اور دعاء و تسلیم پر اکتفا کر لیتے ہو اور ان سب کو کس دلیل اور برہان سے چھوڑ دیتے ہو۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین۔ تفقہ فی الدین اور درایت و تفکر فی الاحادیث والقرآن سے برکنار ہو کر غلط تاویلات و تسویلات سے ایسی باتوں کو ثابت کرنا جن کا خصوصی ذکر قرآن و حدیث اور فقہاء عظام رح کی تصریحات میں موجود نہیں ہے قرآنی اصطلاح میں زیغ کہلاتا ہے۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا۔ آمین۔

دوسری صورت ان کے عقائد و اعمال میں یہ پائی جاتی ہے کہ جو کام دین اسلام میں اپنے خیال سے نیک تصور کر کے اسے دین کا رنگ دے لیتے ہیں اور اسے بدعت حسنہ

سمجھ کر کرتے ہیں، اور کار ثواب سمجھتے ہوئے ان کے تارک پر لعنت و ملامت کرتے رہتے ہیں اور خود ان کی حالت یہ ہے کہ نماز جنازہ جو کہ فرض کفایہ ہے اس کا ثبوت بھی قرآن کریم اور حدیث شریف میں موجود ہے۔ پھر بھی اکثر و بیشتر بریلوی رضاخانی حضرات نماز جنازہ کو ترک کر دیتے ہیں یا ان سے ترک ہو جاتی ہے۔ اور جب یہ نماز ان سے چھوٹ گئی تو دعا بعد نماز جنازہ کب باقی رہے گی؟ ایسی صورت میں یہ لوگ اپنے آپ کو ہرگز ملامت نہیں کرتے کہ یہ کیوں نماز جنازہ اور دعا بعد نماز جنازہ ترک کر دیتے ہیں، اور کوئی دوسرا بھی ان کو ملامت نہیں کرتا، اور میں علیٰ وجہ البصیرت کہوں گا کہ ان بریلویوں اور رضاخانیوں اور نوریوں کے بعض مقررین اور خطباء فرض عین نمازوں کے تارک ہیں اور تقریریں کرتے اور خطبات پڑھتے رہتے ہیں وہ بھی اکثر و بیشتر فرائض اور سنن ترک کر جاتے ہیں انہیں کوئی نہیں پوچھتا کہ تمہاری جب یہ حالت ہے کہ نمازیں ترک کر جاتے ہو تو تمہارے سامعین پر تمہاری تقریروں اور خطبوں کا کیا اثر ہوگا اور تم جناب باری کے دربار میں کیا جواب دوگے؟ یوں سمجھ لیجئے کہ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور ہیں اور کھانے کے اور۔

صرف اس دعا بعد نماز جنازہ کو چھوڑ دینا انہیں بہت بھاری اور ناگوار معلوم ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک یہ دعا فرض عین اور نماز جنازہ سے بھی زیادہ اہم اور ضروری ہے نماز جنازہ چلی جائے تو جائے لیکن دعا بعد جنازہ کے نہ رہ جائے یہ ان کا مسلک و مذہب ہے۔ اور یہ ان کی حنفیت ہے۔ مزید برآں اس اپنے انداز فکر و عمل اور قیاس کو حسن اور بہتر خیال کرتے ہیں۔ یحبون انھم یحسنون صنعًا۔ اور اس فعل کو بدعت حسنہ کہتے ہوئے عمل پیرا ہوتے ہیں یہ نہیں جانتے کہ جس چیز کو وہ پسند کرتے ہیں وہ خدا کے نزدیک ناپسند ہوگی اور جس چیز کو یہ ناپسند رکھتے ہیں وہ خدا کے نزدیک پسندیدہ اور محبوب ہوگی اللہ تعالیٰ اصل بات کو جانتے ہیں تم نہیں جانتے۔

بریلوی اور رضاخانی حضرات کی عجیب اور انوکھی نادر بیانات سے ہم یہی اندازہ کرتے ہیں کہ یہ تفقہ فی الدین اور تقلید فقہاء کرام رحمہم اللہ سے بالکل نفور ہیں اور بدعات محدثات کو جاری کرنے اور ان پر عمل پیرا ہونے پر بہت مسرور ہیں۔ اسی سے یہ بات بھی اظہر

من الشمس ہوگئی کہ یہ فرقہ بھی شتر بے مہار ہے اور من کی کارروائی کو مذہب قرار دیتا ہے اور فقہ حنفی اور فقہاء احناف و دیگر ائمہ کرام کی تصریحات سے اس فرقہ کو سخت نفرت ہے اور یہ اپنا کوئی نیا اجتہاد جاری کرکے کسی نئے فرقہ اور مذہب کی بنیاد استوار کر رہا ہے

حقیقت الامر یہ ہے کہ نماز جنازہ دراصل دعاء للمیت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو جاری کیا ہے اگر اس دعاء پر قبولیت کا اعتبار نہ کیا جائے جس کے متعلق حضرت نبی کریم علیہ السلام نے صاف لفظوں میں فرمادیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مسلم کے جنازہ کے ساتھ جاتے اور نماز جنازہ پڑھے پھر دفن میت تک ساتھ رہے اس کو دو قیراط ثواب ملتا ہے اور ایک قیراط احد پہاڑ جتنا ہوگا اور اگر دفن میت سے قبل آجائے تو اس کو ایک قیراط ثواب ملے گا (صحیح بخاری و مسلم)

اور اگر کسی مسلم پر تین صفیں بنا کر نماز جنازہ پڑھی جائے تو اس کے لئے جنت واجب ہو جائے گی۔ ایسی مقبول و مستجاب دعاء بفرمان مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کسی مسلم میت پر پڑھی جائے تو پھر کیا اس میت کے لئے کسی اور دعاء کی ضرورت رہتی ہے اور بصورت دیگر حضور علیہ السلام کے فرمان کی کوئی قدر و منزلت باقی رہے گی؟ اور اگر کسی اور دعاء کی ضرورت تمہارے خیال کے مطابق ہے تو اس کی دلیل کتاب و سنت سے بیان کر دی جائے، اور اس روایت میں بعد نماز جنازہ کی تصریح بھی ہو اور دعا کے الفاظ بھی صراحت کے ساتھ حدیث میں موجود ہوں۔ ورنہ یہ سب حضرات سمجھ لیں کہ اس بعد کی دعاء سے نماز جنازہ (دعاء للمیت) سے استخفاف سنت یا رفع سنت نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ضرور لازم آئے گا، اور اس کا وبال آپ پر ضرور پڑے گا۔

بندہ۔ حکیم سید عزیز علی عفی عنہ الخفی والجلی۔

یکم جمادی الاول ۱۳۸۰ھ

تقریظ پر تقریض

اثبات المعار کے صفحہ ۷۰-۸ پر تقریظ سید عظمت علی شاہ صاحب صاحبزادہ سید باقر علی شاہ صاحب نقشبندی مجددی کی لکھی ہوئی ہے۔ اس تقریظ میں آپ لکھتے ہیں، نزول قرآن کے وقت علماء یہود نے کئی حلال چیزوں کو اپنی کج فہمی کی بنا پر حرام ٹھہرا رکھا تھا اور اس کام کو اپنے تقدس اور پرہیزگاری کی دلیل بنا رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کام پر تنبیہ فرمائی اور ان سے فرمایا۔

فَأْتُوا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَا إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ — پس لاؤ توراۃ پھر پڑھو اس کو اگر تم سچے ہو۔

آگے لکھتے ہیں "علماء یہود کی طرح امت محمدیہ کے بعض علماء بھی اس کار بے خیر میں مصروف ہیں"

اقول:- چوتھے پارہ کے شروع میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم نیکی کو ہرگز نہیں پا سکتے جب تک تم اپنی محبوب ترین چیز کو نہ خرچ کرو۔ اور جو چیز تم خرچ کرو گے بیشک اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتے ہیں" اس کے بعد رب العزت ارشاد فرماتے ہیں۔

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ قُلْ فَأْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (پ ۴)

تمام کھانے بنی اسرائیل پر حلال تھے مگر جو یعقوب علیہ السلام نے اپنے نفس پر حرام کیا توراۃ کے نزول سے پہلے۔ پس لاؤ توراۃ پس پڑھو اس کو اگر تم سچے ہو۔

اس آیۃ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے نفس پر ایک قسم کا کھانا (اونٹ کا گوشت) حرام کیا تھا اور یہ واقعہ توراۃ کے نزول سے بھی پہلے کا ہے۔ شاہ صاحب نے صرف آیت کا آخر تو تقریظ میں درج کر دیا ہے لیکن پہلے کا حصہ بالکل ترک کر دیا ہے، اور اس کے ترجمہ پر بھی غور نہیں فرمایا تاکہ انہیں یہ معلوم ہو جاتا کہ اونٹ کو حرام اپنے نفس پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے کیا تھا نہ کہ یہود نے اور یہ واقعہ نزول توراۃ سے قبل کا ہے نہ کہ نزول قرآن کے وقت کا جو کہ

کئی صدیاں پہلے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد سے اور بعثت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک سے پہلے کا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے قرآن مجید اور اس کا ترجمہ کبھی نہیں پڑھا ورنہ اس قسم کا سفید جھوٹ نہ لکھتے اور قرآن کریم کی غلط تفسیر نہ کرتے، ان کی اس غلط تاویل میں دو جھوٹ تو بالکل ظاہر ہیں ایک جھوٹ یہ ہے کہ نزول قرآن کے وقت کا یہ واقعہ لکھا گیا ہے دوسرا جھوٹ یہ ہوا کہ حضور نبی کریم علیہ السلام کے وقت یہودیوں نے کئی حلال چیزوں (اونٹ کا گوشت اور اس کے دودھ) کو حرام کیا تھا۔ حالانکہ یہود نے نزول قرآن سے پہلے اور نزول توراۃ کے قبل اپنے جد اعلیٰ کی تقلید کورانہ کرتے ہوئے ایسا کیا تھا۔ تیسری گستاخی اور بے ادبی شاہ صاحب نے یہ کی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے فعل (اونٹ کے گوشت اور دودھ کے حرام کرنے) کو کج فہمی اور کار بے خیر لکھ دیا ہے۔ ذرا ہوش سے کام لیجئے پیغمبروں پر اتنا بڑا بہتان باندھنا اور گستاخی کرنا اور پھر الزام اُمت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علماء پر دھرنا کتنی بڑی بے انصافی اور ظلم عظیم کا ارتکاب ہے ؎ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ آپ ذرا گریبان میں منہ ڈال کر سوچ سمجھ کر بتائیے کہ یہ سفاہت، نادانی اور سفید جھوٹ نہیں ہے، اور اس کام کا نام ہیرا پھیری نہیں ہے؟

واقعہ اصل میں قرآن کریم اور حدیث شریف کی رو سے یہ تھا کہ علماء یہود حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتراض کیا کرتے تھے کہ آپ ملت ابراہیم پر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام تو اونٹ کا گوشت نہ کھایا کرتے تھے آپ کیوں اونٹ کا گوشت کھاتے ہیں نیز علماء یہود یہ بھی کہا کرتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے چنانچہ یہودیوں کے چند علماء حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئے اور عرض کیا کہ ہم آپ سے چند سوالات کرتے ہیں۔ آپ ان کا صحیح جواب دیجئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر میں ان سوالات کا صحیح جواب دے دوں تو تم میری رسالت کی تصدیق کرتے ہوئے ایمان لے آؤ گے انہوں نے کہا کہ ہم ضرور ایمان لے آئیں گے اور ایمان لانے پر بار بار انہوں نے قسمیں اٹھائیں پھر آپ نے فرمایا بتاؤ

وہ کیا سوالات ہیں۔ سب سے پہلا سوال ان کا یہی تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کس چیز کو اپنے نفس پر حرام کیا تھا آپ نے فرمایا اونٹ کا گوشت اور دُودھ۔ دوسرا سوال ان یہودی علمار کا یہ تھا کہ نبی اُمّیؐ کی نیند کیسی ہوگی تو حضرت نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ختمی مرتبت نے فرمایا کہ ان کی آنکھیں سوتی ہوں گی اور دل جاگتا ہوگا۔ تیسرا سوال ان کا یہ تھا کہ مرد اور عورت کے پانی میں کیا فرق ہے، اور کیوں کبھی لڑکا اور کبھی لڑکی پیدا ہوتی ہے اور ان کی شکل وصورت کبھی ماں پر اور کبھی باپ کے مشابہ ہوتی ہے۔ اس کا جواب ختم الرسل حضور علیہ السلام نے یہ دیا کہ مرد کا پانی سفید اور عورت کا پانی زرد رنگ کا ہوتا ہے اور جس کا پانی غالب ہو اسی کے مشابہ لڑکا یا لڑکی پیدا ہوتی ہے۔ چوتھا سوال ان کا یہ تھا کہ پیغمبروں پر کونسا فرشتہ وحی یا رسالت لاتا ہے؟ حضور ختمی مرتبت سرورِ کائناتؐ نے جواب میں فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سب پیغمبروں پر وحی لاتے ہیں اور مجھ پر بھی وہی روح القدس وحی لاتا ہے۔ پانچواں سوال ان کا یہ تھا کہ رَعد کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ رعد فرشتہ میکائیل ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بادلوں پر مقرر ہے اس کے بعد تمام علمار یہود اور ان کے ساتھی یخ پا ہوگئے اور کہنے لگے کہ اگر آپ [illegible] فرشتہ وحی لاتا تو ہم ضرور آپ پر ایمان لے آتے یہ جبرئیل تو عذاب اور جنگ و جدال کا فرشتہ ہے، اور وہ ہمارا دشمن ہے۔ میکائیل فرشتہ بارش اور پیداوار کے لئے مقرر ہے وہ آپ کا رفیق ہوتا تو ہم ضرور مان لیتے۔ (مسند امام احمد بروایت ابن عباس)

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہودیوں کا یہ بھی اعتراض تھا کہ آپ جب نبوت کا دعویٰ کر رہے ہیں اور اپنے آپ کو ملت ابراہیمی کا تبع گردانتے ہیں تو پھر آپ اونٹ کا گوشت کیوں کھاتے ہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تو اونٹ کا گوشت نہ کھایا کرتے تھے، اور نہ حضرت یعقوب علیہ السلام اونٹ کا گوشت کھایا کرتے تھے نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے مذہبًا اور ملتہً ہمارے ساتھ تھے جس کا جواب اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کے اندر واضح کر دیا کہ ایک قسم کا کھانا (اونٹ کا گوشت) حضرت یعقوب علیہ السلام نے صرف اپنے نفس پر حرام کیا تھا، نہ حضرت ابراہیمؑ نے اس

کو حرام فرمایا نہ باقی بنی اسرائیل پر پیغمبروں کے ذریعے حرام کیا گیا۔ نزول توراۃ کے بعد اور حضرت موسیٰؑ کے عہد سے یہودی دور شروع ہوا۔ اور حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں یہ جھگڑا تمہارا نرا فضول اور بحث لاحاصل ہے۔ ارشاد باری سنئے۔

یا اھل الکتاب لم تحاجون فی ابراھیم وما انزلت التوراۃ والانجیل الا من بعدہ افلا تعقلون ○ ما کان ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما وما کان من المشرکین

اے اہل کتاب حضرت ابراہیم کے بارے میں تم کیوں جھگڑتے ہو حالانکہ توراۃ اور انجیل تو ان کے بعد نازل ہوئی تھی تم کیوں نہیں سمجھتے حضرت ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی ولیکن وہ تو کلیۃً حنیف اور مسلم تھے اور وہ مشرکین سے بھی نہ تھے۔

شاہ صاحب آپ میں اگر علم و دانش ہے تو ذرا غور و فکر سے کام لیجئے کہ جس راہ پر آپ گامزن ہو رہے ہیں وہ راستہ تو ایک بھیانک جنگل کی طرف آپ کو لے جا رہا ہے کیوں کہ من فسر القراٰن برایہ فلیتبوأ مقعدہ من النار کی وعید شدید موجود ہے یعنی جو قرآن کریم کی تفسیر اپنی رائے سے اور غلط تاویل سے کرتا ہے تو وہ اپنی جگہ جہنم میں بنا لیتا ہے ؎

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی　　کیں راہ کہ تو میروی بترکستان است

اور ایسے ہی لوگوں کے بارے میں ارشاد ہے۔

فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ۔

پس جن لوگوں کے دلوں میں زیغ ہے وہ متشابہ آیات کی اتباع کرتے ہیں فتنہ اٹھانے کو اور (غلط) تاویل کرنے کو

قرآن کی اصطلاح میں اس کو زیغ کہا جاتا ہے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ۔ ربنا لا تزغ قلوبنا۔ اٰمین۔

شاہ صاحب جی مسائل و احکام میں قرآن و احادیث اور فقہ کو اپنے مقام پر رکھنا چاہیئے، اور ان میں اپنی طرف سے کوئی تصرف یا ترمیم و تنسیخ الفاظ یا معانی میں کرنا نہایت

ظلم عظیم اور کبیرہ گناہ ہے یہ ایسی بات نہیں ہے کہ کسی قوم کے افراد کو زدو کوب کر لیا، اور جب اس قوم نے پڑھائی کر دی تو اپنے بزرگوں کو آگے کر دیا کہ وہ نہایت ذلت آمیز رسوائی سے بھرے مجمع میں معافی مانگ لیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

مقدمہ پر تعریض

رسالہ اثبات الدعا بعد صلوٰۃ الجنازہ کا مقدمہ حافظ محمد سعید صاحب خطیب مسجد علی پور چٹھہ نے لکھا ہے۔ اس مقدمہ میں حافظ صاحب نے مولانا محمد سرفراز خاں صاحب کے مقدمہ پر جو انہوں نے تحقیق الدعا بعد صلوٰۃ الجنازہ پر ابتدائیہ لکھا تھا اس پر چند اعتراضات وارد کئے ہیں، سب سے پہلے حافظ صاحب نے اس مقدمہ پر یہ لکھا ہے

بدعت کے متعلق مولوی صاحب کا نظریہ ہے کہ ہر بدعت گمراہی اور دوزخ میں لے جانے والی ہے حالانکہ یہ الفاظ مولانا محمد سرفراز خاں صاحب کے اپنے الفاظ نہیں بلکہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث کا ترجمہ ہے دیکھئے حضور نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد گرامی آپ فرماتے ہیں۔

وایاکم ومحدثات الامور فان شر الامور محدثاتها وکل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار (نسائی ج۱ ص۱۷۹ مشکوٰۃ ج۱ ص۳۰ وقال رواہ احمد وابو داؤد، ترمذی وابن ماجہ)

بد ترین امور میں سے محدثات ہیں اور ہر ایک محدثہ بدعت ہے اور ہر ایک بدعت گمراہی اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جائے گی۔

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ یہ جملہ حدیث میں موجود اور مذکور ہے۔

حافظ صاحب نے یہ فقرہ بھی مولانا محمد سرفراز صاحب کی طرف منسوب کیا ہے کہ

بدعتی کو توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوگی۔

حالانکہ یہ عبارت بھی حضور نبی ختمی مرتبت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث کا ترجمہ ہے جو مولانا صاحب ممدوح کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ دیکھئے فرمان نبوی علیہ السلام حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ حجب التوبة عن کل صاحب بدعة۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجاله رجال الصحیح الخ (مجمع الزوائد ج۱ ص۱۸۹)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب بدعت پر توبہ کا دروازہ بند کر دیا ہے۔

ان احادیث کے ترجمے حافظ صاحب نے مولانا سرفراز خان صاحب کی طرف نسبت کرتے ہوئے اپنی طرف سے تین نتائج برآمد کئے ہیں۔

۱۔ جو نیک کام خیر القرون میں نہ تھے وہ بدعت ہیں۔

۲۔ اور وہ کام گمراہی اور دوزخ میں لے جانے والے ہیں۔

۳۔ اور ایسے نیک کام کرنے سے دل پر بدعت کی تاریکی چھا جاتی ہے اور دل سے نور ایمان جاتا رہتا ہے۔

نتیجہ نمبر ۱۔ حافظ صاحب نے بدعت کو نیک کام کہا ہے حالانکہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بدعت کو شر الامور محدثاتها فرمایا ہے، اور ہر بدعت کو گمراہی اور مردود فرمایا ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سرور کائنات جس کام کو بُرا فرما چکے ہیں وہ تا قیام قیامت بُرا ہی رہے گا۔ وہ کبھی نیک اور حسن بن نہیں سکتا۔ حافظ صاحب کا یہ اعتراض بالواسطہ صادق المصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وارد ہوتا ہے۔ مولانا ممدوح پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ وہ صادق القول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات پیش کر رہے ہیں۔

نتیجہ نمبر ۲۔ بالکل نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث کا ترجمہ ہے جو پہلے درج ہو چکی ہے ہر صاحب عقل و دانش اس حدیث کو دیکھ کر پرکھ سکتا ہے اور صحیح فیصلہ کر

سکتا ہے زیادہ وضاحت کرنے کی ضرورت نہیں ؎

"چہ حاجت است عیاں را باستماع و بیاں"

نتیجہ نمبر ۳ میں حافظ صاحب لکھتے ہیں ایسے نیک کام کرنے سے دل پر بدعت کی تاریکی چھا جاتی ہے اور دل سے نورِ ایمان جاتا رہتا ہے۔ جب یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی اور حضرت الصادق الامین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان حقیقت ترجمان سے روشن ہو جائے کہ بدعت گمراہی ہے تو اب آپ ہی بتائیے کہ بدعت پر عمل پیرا ہونے اور بدعت کو بدعت حسنہ یقین کرنے سے دل پر بدعت کی تاریکی نہ چھا جائے گی؟ اور اس دل میں جس کے اندر بدعت جاگزین اور تہ نشین ہو چکی ہو اس میں ایمان کی روشنی کس طرح آسکے گی؟ اور جو بدعت کو احسن اور مستحسن خیال کرتا ہو وہ بدعت سے توبہ کب کر سکتا ہے؟ اور اسے توبہ کب نصیب ہو سکتی ہے؟ توبہ تو اس وقت نصیب ہو گی جب ہم اس کو برا خیال کرتے ہوئے خدا کی طرف انابت و رجوع کریں اور خدائے قدوس سے اس فعل سے ہمیشہ کے لئے مدت العمر ترک کرنے کا وعدہ کر لیں اور اس رب العزت سے معافی اور مغفرت بھی طلب کریں ورنہ توبہ نصیب نہیں ہو سکتی۔ اور جس بدعت کو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شر الامور محدثاتہا فرما دیا ہو اس کو احسن اور حسنہ کون کہہ سکتا ہے؟ اور جو ان کو اچھا تصور کرتا ہے وہ مجددی اور نقشبندی کب ہو سکتا ہے؟ ظاہری طور پر وہ اپنے نام کے ساتھ مجددی نقشبندی لکھ سکتا ہے حقیقت میں وہ بدعتی ہو گا۔ اسی طرح وہ اہل السنت والجماعت کا ظاہری ٹائیٹل تو اپنے نام کے ساتھ لگا سکتا ہے لیکن اہل السنت و الجماعت، حنفی المذہب اور مقلد نہیں بن سکتا۔ حافظ صاحب دیکھئے پہلے آپ اپنے مجددی نقشبندی ہونے کا ثبوت دیں جو ہم مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ سے پیش کر رہے ہیں۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوب ع۲۵۵ صفحہ ۲۷۷ پر فرماتے ہیں۔

بملا طاہر لاہوری صدور یافت در تحریص بر احیائے سنت سنیہ و برفع بدعت نامرضیہ

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ مکتوب شریف کہ بمصحوب حافظ

بہاء الدین ارسال داشتہ بودند رسید فرحت فراواں رسانید چہ نعمتی است کہ محبان و مخلصان بہمگی ہمت خود متوجہ احیاء سنتی از سنن مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ باشند و بکلیۃ خود خواہاں رفع بدعتے از بدع منکرہ نامرضیہ بودند۔ سنت و بدعت ضد یکدیگر اند و جود یکے مستلزم نقیض و نفی دیگرے است پس احیائے یکے مستلزم اماتت دیگرے بود احیائے سنت موجب اماتت بدعت است و بالعکس پس بدعت حسنہ و سیئہ مستلزم رفع سنت است مگر حسن نسبتی اعتبار کردہ باشد کہ حسن مطلق آنجا گنجائش ندارد چہ جمیع سنن مرضی حق اند جل سلطانہ و اضداد آنہا مرضیات شیطان امروز ایں سخن بواسطہ شرح بدعت بر اکثری گراں است اما فردا معلوم خواہند کرد کہ ما بر ہدایتیم یا ایشاں۔

(ترجمہ) ملا طاہر لاہوری کو لکھا جس میں سنت سنیہ کے احیاء پر اور بدعت نامرضیہ کے رفع کرنے پر ترغیب دلائی گئی ہے۔ فرماتے ہیں۔

کہ مکتوب شریف جو بہمراہی حافظ بہاء الدین آپ نے ارسال کیا تھا وہ پہنچ گیا ہے۔ نہایت درجہ فرحت حاصل ہوئی کتنا بڑا احسان ہے کہ محب اور مخلصین اپنی تمام تر ہمت احیاء سنت از سنن مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ پر توجہ رکھتے ہیں اور اپنے آپ کو کلیتًا رفع بدعت از بدعات منکرہ نامرضیہ میں لگائے رکھتے ہیں سنت اور بدعت ضد ایک دوسرے کی ہیں۔ ایک مستلزم نقیض اور نفی دوسرے کی ہو گی۔ پس ایک کے احیاء سے دوسرے کی اماتت لازم آجائے گی۔ احیاء سنت موجب اماتت بدعت ہو گی اور بالعکس یعنی احیاء بدعت حسنہ و سیئہ مستلزم رفع سنت ہو جائے گی۔ حسنہ میں نسبت کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیوں کہ حسن مطلق اس جگہ گنجائش نہیں رکھتا۔ تمام سنن پسندیدہ حق تعالیٰ جل سلطانہٗ ہیں اور ضد ان کی تمام بدعات پسندیدہ شیطان ہیں۔ آج یہ بات شرح بدعت کے واسطہ سے اکثر لوگوں کو گراں معلوم ہوتی ہے لیکن فردائے قیامت ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم ہدایت پر ہیں یا یہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

نمبر ۱۔ اس تمام عبارت کو نہایت غور و تفکر سے پڑھئے۔ جس سے یہ باتیں بیّن طور پر ثابت

ہوتی ہیں کہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ اپنے مریدان باصفا کو کیا ہدایت فرما رہے ہیں۔ اور ان کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ لوگ اپنی تمام تر توجہ احیائے سنت اور رفع بدعت پر متوجہ رکھتے ہیں اور یہ اللہ کا بڑا احسان ہے۔

نمبر ۲۔ پھر فرماتے ہیں کہ سنت اور بدعت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ہر ایک دوسرے نقیض ہوگی، اسی طرح ایک سے دوسرے کی نفی ضرور اور لازماً ہو جائے گی۔ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی بھی یہی ہے کہ ما ابتدع قوم بدعۃ الا رفع مثلھا من السنۃ جس قوم نے بدعت نکالی اس قوم سے اسی کی مثل سنت رفع ہو جائے گی اور دوسری حدیث عن حسان رح میں ہے ما ابتدع قوم بدعۃ فی دینھم الا نزع اللہ من سنتھم مثلھا ثم لا یعیدھا الیھم الی یوم القیمۃ۔ (مشکوٰۃ) یعنی جس قوم نے کوئی بدعت اپنے دین میں نکالی اس جیسی (کمیت وکیفیت) میں ایک سنت اللہ تعالیٰ اس قوم سے نکال دے گا اور پھر قیامت تک اس کو اس قوم کی طرف نہیں لوٹنے دے گا۔ اور امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد گرامی بھی قابل غور ہے کہ حسنہ میں نسبت کا اعتبار کیا جاتا ہے اگر اس فعل کی نسبت خدا ورسول کے امر کی طرف ہو تو پھر وہ حسنہ اور احسن ہے، اور اگر اس فعل کی نسبت امراً یا نہیاً شیطان اور وساوس کی طرف ہو تو پھر وہ سیئہ ہوگی اور خدا کے نزدیک مردود ہوگی۔ اسی اصول کے تحت تمام بدعات بدتر ہوں گی اور قابل ترک ہو جائیں گی۔ سنت کا احیاء مومنین مخلصین کا کام ہے اور بدعات کو فروغ دینا بالکل جاہلوں اور نادانوں کا کام ہے اعاذنا اللہ منہ۔

حافظ صاحب حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ نے کیا اچھا فیصلہ کیا ہے کہ بدعت حسنہ نہیں ہو سکتی، اور جو سنت ہو وہی حسنہ ہے، اور خدا ورسول علیہ السلام کو پسند ہے۔ امدات بدعت کو چھوڑ کر سنت سنیہ سے تمسک کرنا بہتر ہے۔ بدعت پر عمل پیرا ہونے سے کسی سنت کا ضرور رفع ہو جائے گا۔ اور ایسا آدمی تارک سنت کہلائے گا۔ حافظ صاحب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ مولانا محمد سرفراز خاں صاحب نے

سچ کہا ہے یا نہیں؟ اور کیا کلام حضرت امام ربانی صاحب علیہ الرحمۃ نے ان کی تائید نہیں کی اب آپ امام ربانی صاحب کے بارے میں کیا فیصلہ کریں گے اور امام ربانی صاحب علیہ الرحمۃ کا آپ کے بارے میں اور آپ کے ہمنواؤں کے حق میں کیا فیصلہ ہوگا۔ امام صاحب رح اس بدعت کو کیا برا فرما رہے ہیں اور بدعت حسنہ ہو یا سیئہ سب کو مردود کہتے ہیں۔ اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ آپ مجددی نقشبندی ہیں یا کچھ اور دوستان بینہما۔

مکتوب نوزدہم (جلد ثانی) ص۳۲ میں میر حبیب اللہ کو امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ النصیحۃ ھی للدین متابعۃ سید المرسلین علیہ وعلیھم الصلوٰۃ والسلام واتیان السنۃ السنیۃ والاجتناب عن البدعۃ اللامرضیۃ وان کانت البدعۃ تزھی مثل فلق الصبح لانہ فی الحقیقۃ لا نور لھا ولا ضیاء ولا للعلیل منھا شفاء ولا لداء منھا دواء کیف والبدعۃ اما رافعۃ للسنۃ او ساکتۃ عنھا والساکتۃ لا بد ان تکون زائدۃ علی السنۃ فتکون ناسخۃ لھا فی الحقیقۃ ایضاً لان الزیادۃ علی النص نسخ لہ فالبدعۃ کیف کانت تکون رافعۃ للسنۃ نقیضۃ لھا فلا خیر فیھا ولا حسن فیھا لیت شعری من این حکموا بحسن البدعۃ المحدثۃ فی الدین الکامل والاسلام المرضی بعد اتمام النعمۃ ولم یعلموا ان الاحداث بعد الاکمال والاتمام وحصول الرضاء بمعزل من الحسن فماذا بعد الحق الا الضلال ولو علموا ان الحکم بحسن المحدث فی الدین الکامل مستلزم لعدم کمالہ وینبئ عن عدم تمام النعمۃ۔

(ترجمہ) نصیحت خیر خواہی دین ہے اور اتباع سید المرسلین علیہ وعلیہم التحیۃ والسلام کی کرنی چاہیئے۔ سنت سنیہ پر عمل کرنا چاہیئے اور بدعت نامرضیہ سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ اگرچہ بدعت صبح کی پوہ پھٹنے جیسی چمکتی ہو۔ کیوں کہ اس میں حقیقۃً کوئی نور نہیں اور نہ کوئی روشنی ہے اور نہ بیمار کے لئے شفاء ہے نہ کسی بیماری کی اس میں دوا ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ بدعت یا تو رافعہ سنت ہو گی یا سنت سے ساکتہ

ہو گی ۔ اگر سنت سے ساکت ہو گی تو ضروری ہے کہ وہ سنت سے زائدہ ہو اگر وہ زائدہ ہو گی تو وہ حقیقت میں سنت کی ناسخہ ہو گی ایسا ہی نص پر زیادت نص کے لئے ناسخہ ہوئی اور بدعت جس قسم کی ہو (حسنہ ہو یا سیئہ) وہ حقیقت میں سنت کی رفع کرنے والی ہو گی اور اس کی نقیض ہو گی (فلا خیر فیہا ولا حسن فیہا) اس میں خیر بھی نہیں اور حسن بھی نہیں ہو گا ۔ افسوس ان لوگوں نے کیسے حکم کیا دین کامل میں بدعت نو ایجاد کو شامل کرنے کا اور اسلام پسندیدہ خدا میں اتمام نعمت اور حصول رضا الٰہی ہو جانے کے بعد بدعت محدثہ کو اسلام اکمل میں ملانے کا ۔"

دیکھیے حضرت مجدد صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بدعت جتنی بھی چمکدار ہو اس میں نور نہیں ، روشنی نہیں ، خیر نہیں ، حسن نہیں اور ہر بدعت سنت کی رافعہ ہو گی یا ناسخہ سنت سے خدا اور اس کا رسول راضی ہیں اور بدعت سے شیطان اور اس کے ساتھی خوش ہوتے ہیں اور دین اسلام مکمل ہونے کے بعد اس میں بدعت کی کوئی گنجائش نہیں اور مبتدعین نے اسلام کے اندر بدعت کو کس طرح اور کیوں داخل کر لیا ہے ان کو دین اسلام میں زیادت کرنے کا اور کسی حکم کو منسوخ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے ۔

حافظ صاحب یہ ہیں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات جو انہوں نے مکتوبات میں ارقام فرما دیئے ہیں یلوح الخط فی القرطاس دہراً ۔ و کاتبہ رمیم فی التراب حافظ صاحب آپ نے اہل السنت والجماعت کے علماء پر مرجئہ و قدریہ کا الزام لگایا اور پھر مقام ابو حنیفہ پر اعتراض کر دیا حالانکہ مقام ابو حنیفہ میں حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کے مناقب اور فقہ حنفیہ کی فضیلت اور ضرورت پر زور دیا گیا ہے اور غیر مقلدین حضرات کے بعض اعتراضات کے جوابات مندرج ہیں ۔ ایسی کتاب پر اعتراض کرنے سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ آپ ضرور غیر مقلد ہیں اور فقہ حنفی سے دور اور نفور بھی ہیں ۔

حافظ صاحب نے مقدمہ میں اصول سے گری ہوئی باتیں لکھ دی ہیں حضور ، صحابہ رضؓ ، تابعین رحؒ ، تبع تابعینؒ کا زمانہ خیر القرون مشہود لہا بالخیر ہے ۔ اس زمانہ کے جو لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت و رفاقت سے فیضیاب ہو چکے ہیں ۔ ان کی

ان کی دیانت و امانت میں امت مسلمہ نے کوئی شک و شبہ نہیں کیا اور ان کی روایات کو معتبر سمجھتے ہوئے تسلیم کر لیا ۔ اسی طرح ان کے اعمال ، اخلاق و سیر کو بھی حضور اکرم علیہ التحیۃ والسلام کے پرتو صحبت و رفاقت کی وجہ سے قابل قبول اور واجب العمل سمجھا دیکھیے حضرات صحابہ تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کے بارے میں قرآن حکیم میں ان کی شان کیا بیان فرمائی ہے ۔

والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ ۔ (سورہ توبہ)

سب سے سبقت کرنے والے پہلے مہاجرین وانصار اور وہ لوگ جو ان کے تابعین تبع تابعین تھے جنہوں نے صحابہ کی اخلاص و احسان سے اتباع کی اللہ ان پر راضی اور وہ اللہ پر راضی ہوئے

قرآن حکیم کے دوسرے پارے کے شروع میں بھی ارشاد باری ہے ۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاۤءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۔

اور اسی طرح ہم نے تم کو امت معتدلہ بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تم پر گواہی دیں

حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان ملاحظہ فرمائیے کہ دنیا میں بھی وہ تمام لوگوں کے سامنے حق کی گواہی دینے والے ہیں اور عالم آخرت میں کافر لوگ جب انبیاء کے بارے میں یہ اعتراض اٹھائیں گے کہ ہمارے پاس کوئی نذیر اور رسول نہیں آیا تو حضرات صحابہ رضؓ اور تابعین وغیرہم تمام سابقہ امم کے خلاف سچی شہادت دیں گے کہ ہاں ضرور ان امتوں کے پاس رسول آئے تھے اور تمام انبیاء ان کی تصدیق فرمائیں گے اور تمام صحابہ رضؓ اور تابعین وغیرہم کی گواہی عند اللہ مقبول ہو جائے گی حضرات صحابہ رضؓ اور تابعین رحؒ کی جب کہ ایسی شان ہو اور اتنا بلند مقام ہو تو کیا ہم ان کے قول اور ان کے صحیح عمل کو تسلیم نہ کریں گے حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرما دیا کہ ما انا علیہ و اصحابی کہ جس طریق پر میں اور میرے صحابہ رضؓ ہیں وہی طریق صحیح ، قویم

اور صراط مستقیم ہے اور حدیث شریف میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بھی موجود ہے کہ اصحابی کالنجوم بایھم اقدیتم اھدیتم (میرے صحابہ رضی اللہ عنہم تاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی اقتدا کرو گے راہ ہدایت پالو گے۔ یعنی جس طرح ستاروں کو دیکھ کر صحیح سمت معلوم ہوسکتی ہے اور ان کی روشنی میں صراط مستقیم کا صحیح یقین ہو سکتا ہے، اسی طرح میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے قول و فعل سے دین اسلام کی سمت اور صراط مستقیم حاصل ہوسکتی ہے۔ اور یہی وہ پاک نفوس ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے انہیں تقوی اور پرہیزگاری میں چن لیا ہے۔ (سورۃ حجرات) اور اللہ تعالیٰ ہمیں تعلیم المسئلہ میں یہ دعا بھی سکھا دی کہ اھدنا الصراط المستقیم ٥ صراط الذین انعمت علیھم ٥ یاالٰہی ہمیں صراط مستقیم پر چلا ان لوگوں کی راہ پر جن پاک ہستیوں پر تو نے انعام فرمایا ہے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد یہی جماعت مہاجرین، انصار تابعین تبع تابعین رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ منہم علیہم جماعت ہے، اور یہی قرون مشہود لہا بالخیر ہے جس کا عمل بھی ہمارے لئے سند اور حجت ہے اور ان کی روایات مرفوعہ ہوں یا موقوفہ ہمارے لئے قابل التسلیم بھی ہیں اور عمل کے لائق بھی ہیں، اسی کا نام تعامل صحابہ رضی اللہ عنہم اور اجماع ہے جو تمام اہل السنت والجماعت کے نزدیک مقبول ہے صرف حافظ صاحب اور ان کے ہم مشرب رضا خانیوں نے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے اعمال و سیر کو در خود اعتنا نہیں سمجھا اور علیکم بسنتی وسنۃ خلفاء الراشدین المھدیین کی صریح مخالفت فرمائی ہے۔

حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تراویح کی جماعت صرف تین رات کرائی اور وہ بھی بیچ میں ایک ایک رات کا وقفہ فرما کر پڑھائیں بعد میں حضرت عمر فاروق اعظم اور محدث رضی اللہ عنہ نے تراویح تمام ماہ رمضان شریف میں ہر رات ایک امام کے پیچھے باجماعت پڑھنے کا حکم فرما دیا کسی صحابی نے ان پر اعتراض نہ فرمایا۔ تمام حجاز اور دوسرے ممالک اسلامیہ میں تراویح باجماعت شروع ہوگئیں اور اب تک اسی نہج پر تراویح باجماعت پڑھی جاتی ہیں اسی کو ہم اجماع اور تعامل صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی پسندیدہ ہے۔ اسی طرح حضرت عثمان کامل الحیاء والایمان ذو النورین رضی اللہ عنہ

نے دوسری اذان جمعہ کے روز جاری فرما دی اور آج تک جاری ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا تعامل ہمارے لئے حجت ہے اور اس پر عمل کرنا عین نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ کی سنت پر عمل کرنا ہے۔ اور اس حدیث پر تمام امت مسلمہ عمل کرتی ہے اسی لئے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین رحمہم اللہ، تبع تابعین رحمہم اللہ، خیر القرون میں داخل ہیں، اور اُن کی سنت بھی واجب الاتباع ہے اور ان کی سنت بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہی کہلائے گی۔ بعض نادان قسم کے لوگ قرون پر اعتراض کرتے ہیں کہ قرون معنیٰ زمانہ کے ہیں اور اس سے اہل زمانہ اور اقوام مراد نہیں حالانکہ قرآن حکیم میں کئی جگہ پر اھلکنا القرون آتا ہے اور اس سے اقوام اور اہل زمانہ کفار کو ہلاک کرنے کا ذکر ہے۔ حضور اکرم علیہ السلام کے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین رحمہم اللہ، تبع تابعین رحمہم اللہ کو خیر القرون، خیر امت اور خیر البریہ کے القاب سے اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا۔ ان بزرگوں نے حضور علیہ السلام کی سنت و عمل پر کما حقہٗ اتباع فرمائی۔ حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں۔

سئل رجل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ای الناس خیر قال القرن الذی انا فیہ ثم الثانی ثم الثالث (مسلم ج ۲ ص ۳۰۱)	ایک آدمی نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا کہ کون سے لوگ بہتر ہیں فرمایا وہ قرن جس میں میں ہوں پھر دوسرا اور پھر تیسرا۔

جس سے یہ ثابت ہوگیا الناس خیرا ہی حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو کہا گیا ہے اور اس کے بعد تابعین رحمہم اللہ اور تبع تابعین رحمہم اللہ بھی خیر القرون میں سے ہیں۔ الناس کے لفظ سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ قرون سے یہی حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین رحمہم اللہ اور تبع تابعین رحمہم اللہ ہی مراد ہیں صرف زمانہ مراد نہیں بلکہ اہل زمانہ مراد ہیں کتب لغت میں تصریح ہے کہ قرن کے معنی ایک زمانہ اور ایک دور میں رہنے والے انسان بھی قرن کہلاتے ہیں چنانچہ صراح ص ۵۱۵ میں قرن کے معنی میں واہل یک روزگار از مردم بھی لکھا ہے یعنی ایک زمانہ میں رہنے والے آدمی۔

حافظ صاحب نے درایت وتفقہ فی الدین اور اجماع یا تعامل صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے بالکل اعراض کرتے ہوئے مولانا صاحب ممدوح کی کتاب مقام ابی حنیفہ پر اعتراض وارد کر دیا اور اس اعتراض کی بنیاد بھی خیانت پر رکھی مقام ابی حنیفہ سے پوری عبارت درج نہ کی اس عبارت کے لکھنے میں ہیرا پھیری کر گئے ہیں، اور یہ ان کے اسلاف و اخلاف کا پرانا طریقہ چلا آرہا ہے۔ ہم مقام ابی حنیفہ سے پوری عبارت لکھ دیتے ہیں تاکہ صحیح بات سامنے آجائے۔ اور وہ یہ ہے۔

اس صحیح اور صریح روایت کے ظاہری الفاظ سے صوم الدھر کی ممانعت یا کراہت ثابت ہوتی ہے۔ لیکن اُمت مرحومہ میں بے شمار لوگ ایسے بھی گزرے ہیں جو صائم الدھر تھے۔

حضرت امام شعبہ بن الحجاجؒ صائم الدھر تھے (مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص۲۲۲)۔

امام وکیع بن الجراحؒ صائم الدھر تھے (تاریخ بغداد ج۱۳ ص۴۷۰)۔

حضرت امام بخاریؒ صائم الدھر تھے۔ (میزان الکبریٰ ج۱ ص۵۰)۔

اگر ہم چاہیں تو کتب اسماء الرجال اور طبقات رواۃ سے سینکڑوں مثالیں ان حضرات کی پیش کر سکتے ہیں جو صائم الدھر تھے مگر صرف ایک حوالہ عرض کرتے ہیں۔

مؤلف نتائج التقلید اپنے استاد محترم حضرت مولانا حافظ محمد عبداللہ صاحب روپڑی کے حالات میں زیر عنوان "مشاہدہ" لکھتے ہیں کہ:۔

مدت مدید اور عرصہ بعید سے صائم الدھر ہیں۔ صرف ایک ہی وقت شام کو کھایا کرتے ہیں (بلفظہٖ ص۳)۔

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ مولانا روپڑی صاحب سحری بھی نہیں کھاتے تھے حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح اور صریح حدیث یوں آتی ہے کہ:۔

تسحروا فان فی السحور برکۃ۔ بخاری ج۱ ص۲۵۷ مسلم ج۱ ص۳۵۰ مشکوٰۃ ج۱ ص۱۷۵۔ یعنی تم سحری کھایا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے۔

تسحروا امر کا صیغہ ہے۔ وجوب کے لئے نہ سہی استحباب سے کیا کم ہوگا۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں

کہ سحری کے مستحب ہونے پر تمام علماء کا اجماع ہے (ج۱ ص۳۵۰) مگر اس حوالے کے پیش نظر مولانا حافظ روپڑی صاحب کا عمل اس پر نہیں تھا اور پہلی روایت کے ظاہری الفاظ کی خلاف ورزی کرنے والے جمہور امت میں علاوہ امام شعبہؒ۔ امام وکیعؒ۔ امام بخاریؒ کے خود مولانا روپڑی صاحب بھی ہیں۔ کیوں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو لا صام من صام الابد فرما کر اس کی نہی کی ہے مگر یہ حضرات اس کے خلاف چلتے رہے ہیں تو کیا ان تمام حضرات کو مخالف حدیث کہہ کر کوسنا شروع کر دیا جائے؟ یا یہ کہا جائے کہ اگرچہ آپ نے یہ ارشاد تو فرمایا ہے مگر اس کی تہ میں امت مرحومہ کے ساتھ ترفق اور سہولت منظور ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے لئے سہولت سمجھتا ہے اور ایام ممنوعہ کے علاوہ ہمیشہ روزے رکھتا ہے تو وہ اس حدیث کے اندر جو مفہوم پنہاں و پوشیدہ مگر زبان حال سے گویا ہے اس پر عامل ہے اور یہ کاروائی حدیث کے مخالف نہیں اور نہ اس کی وجہ سے کسی پر ملامت جائز اور روا ہے۔ اور اس طرز عمل میں صرف امام ابوحنیفہؒ ہی نہیں بلکہ اکثر ائمہ ان کے ساتھ ہیں ؎

ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند (مقام ابی حنیفہؒ ص۲۲۸ طبع دوم)

حافظ صاحب مقام ابی حنیفہ میں امام شعبہؒ بن الحجاجؒ کو آپ نے امام شعبہ بن الحکم لکھ دیا ہے اور اس سے آپ کے دروغ پر تحریری شہادت مل گئی اور جو عبارت میں ہیر پھیر کیا گیا ہے وہ اس پر مستزاد ہے۔ حافظ صاحب آپ نے مقام ابی حنیفہؒ سے یہ عبارت نقل کی ہے کہ "اس صحیح اور صریح روایت کے ظاہری الفاظ سے صوم الدہر کی مخالفت یا کراہت ثابت ہوتی ہے" اور آگے آپ نے تحقیق الدعاء سے مولوی صاحب کے مقدمہ میں سے یہ عبارت نقل کر دی ہے کہ یہی مولوی صاحب تحقیق الدعاء میں کہہ چکے ہیں "کہ کوئی کام اگرچہ نیک ہی کیوں نہ ہو اگر وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں وہ بدعت ہوگا" حافظ صاحب آپ کا یہ کارنامہ بالکل خیانت مجرمانہ ہے۔ مولانا سرفراز خاں صاحب کی عبارت جس پر خط دیتے گئے ہیں۔ اس خط کشیدہ عبارت کو پڑھئے ؎ شاید کہ اتر جائے ترے دل میں بھلی بات

مولانا سرفراز خاں صاحب تو یہ بات ثابت کر رہے ہیں کہ اس روایت کے ظاہری الفاظ سے اگرچہ ممانعت اور کراہت ثابت ہوتی ہے لیکن ان الفاظ کے معانی اور مفہوم کے اندر جو اصل حقیقت ہے وہ آپ سے بالکل اوجھل رہ گئی ہے! اور ہر بدعت تو از انسان سے مستور رہے گی۔ آپ کی ظاہر بین نگاہوں میں اس حقیقت کا تصور بھی نہیں آسکتا۔ جس نے فقہاء اور ائمہ حدیث کی ثقاہت پر اعتراض اور تعامل پر بھی اعتراض کر دیا ہو اور کرتے رہتے ہوں۔ ان کو فقہ حنفی سے کیا سروکار ہو سکتا ہے۔ حافظ صاحب آپ خطیب بھی ہیں اور حافظ قرآن بھی ہیں پھر اس قسم کی ہیرا پھیری کا کیا مطلب ہے اس سے یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ آپ نے جو یہ سب کچھ کیا جان بوجھ کر کیا ہے اور آپ نے اپنے متعلق یہ بھی سمجھ رکھا ہے کہ ہمچو ما دیگرے نیست ؎

ہر کس کہ نداند و بداند کہ بداند — در جہل مرکب ابد الدھر بماند

اب ہم وہ روایت صوم الدھر والی جس سے آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے پوری نقل کر دی جاتی ہے تاکہ اصل حقیقت کھل کر سامنے آجائے۔ ابن جریج کہتا ہے کہ میں نے عطا سے سنا ہے کہ ابو العباس شاعر نے اس کو خبر دی اس نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے سنا ہے (صحیح بخاری ص ۲۶۵)۔

بلغ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انی اسرد الصوم واصلی اللیل واما ارسل الی واما لقیتہ فقال الم اُخبر انک تصوم ولا تفطر وتصلی ولا تنام فصم وافطر وقم ونم فان لعینک علیک حقا وان لنفسک واھلک علیک حقا قال انی اقوی لذلک قال فصم صیام داود قال

حضرت نبی اکرم علیہ السلام کو خبر ہوئی کہ میں لگاتار روزے رکھتا ہوں اور ساری رات قیام کرتا ہوں مجھے ان کا پیغام ملا یا میں خود ان سے ملا۔ پس فرمایا آپ نے کیا مجھے اس بات کی خبر نہیں دی گئی کہ تو روزے رکھتا ہے اور نہیں افطار کرتا اور نماز پڑھتا رہتا ہے اور سوتا نہیں فرمایا آپ نے کہ تو روزے بھی رکھ اور افطار بھی کر بیشک تجھ پر تیری آنکھ کا بھی حق ہے اور تیرے نفس کا تجھ پر اور تیری اہلیہ کا تجھ پر حق ہے۔ کہا اس نے میں اس پر زیادہ قوت

فکیف قال کان یصوم یوما و یفطر یوما وکان لا یفر اذا لاقی قال من لی بھذہ یا نبی اللہ قال عطاء لا ادری کیف ذکر صیام الابد قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا صام من صام الابد مرتین۔

(صحیح بخاری ص ۲۶۵)

رکھتا ہوں فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح روزے رکھ کہا وہ کیسے فرمایا نبی علیہ السلام نے وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور ان کا جب دشمن سے مقابلہ ہوتا تو بھاگتے نہ تھے پھر کہا عبد اللہ نے میرا ان کے ساتھ کب قائم رہ سکتا ہوں اے نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ کہا عطاء نے میں نہیں جانتا کس طرح ذکر کیا ہے صیام الابد کا فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں روزہ رکھا اس شخص نے جو روزہ رکھے ہمیشہ کا۔

صحیح بخاری کے اسی صفحہ ۲۶۵ باب حق الجسم فی الصوم میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ان تصوم من کل شھر ثلاثۃ ایام فان لک بکل حسنۃ عشر امثالھا فاذا ذلک صیام الدھر۔

یہ کہ روزہ رکھے تو ہر مہینے تین دن کے پس تجھ کو ثواب ملے گا ہر نیکی پر دس گنا۔ پس اس وقت یہ صوم الدہر ہوگا۔

اور اسی روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں۔

فکان عبد اللہ یقول بعد ما کبر یا لیتنی قبلت رخصۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

پس عبد اللہ کہا کرتے تھے بعد بڑھاپے کے کاش میں نبی علیہ السلام کی رخصت دی ہوئی کو قبول کر لیتا۔

اور صحیح بخاری کے اسی صفحہ پر تیسری روایت آتی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہر ماہ ایام بیض کے تین روزے رکھ لیا کر و کہا عبد اللہ نے میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ تو حضور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا صم یوما وافطر یومین یعنی تو ایک دن روزہ رکھ اور دو دن افطار کر تو عبد اللہ نے کہا میں زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں اس کے بعد حضور نے صوم داودی کی تلقین کی اور فرمایا کہ یہ افضل الصیام ہیں، پھر

عبداللہ نے کہا کہ میں اس سے زیادہ افضل چاہتا ہوں اس کے بعد حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اس سے افضل نہیں ہیں۔

ان روایات سے چند صورتیں صوم الدھر کی ثابت ہوتی ہیں، اول ایام بیض لے ہر ماہ تین روزے دوسرے ایک دن روزہ اور دو دن افطار تیسرے ایک دن روزہ ایک دن افطار اور چوتھے ایام ممنوعہ (عیدین و ایام تشریق کے علاوہ باقی سارے سال کے روزے۔ اور احادیث سے پانچویں صورت بھی ثابت ہے یعنی شوال المکرم کے چھ روزے رمضان شریف کے فرضی روزوں کے بعد ان سب روزوں کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صوم الدھر ہی فرمایا ہے یا ان کو مثل صوم الدھر کے فرمایا ہے۔ اور لا صام من صام الدھر الابد کے یہ معنی نہیں جو آپ نے سمجھ رکھے ہیں اس کا وہی مفہوم صحیح ہے جو آئمہ حدیث اور فقہاء عظام رحمہم اللہ تعالیٰ نے درایت و تفقہ سے اس حدیث سے استنباط فرمایا ہے وہ معنی یہ ہیں کہ جس شخص نے سارا سال ایام ممنوعہ کی رعایت نہ کرتے ہوئے روزے رکھے تو وہ روزے کوئی نہیں کیوں کہ ایام ممنوعہ میں تو روزے رکھنے سے منع فرما دیا گیا ہے اور کچھ بیماری اور کسی عذر سے روزے ترک ہو جاتے ہیں۔ اس لئے صوم الدھر اور صوم الابد نہیں ہوں گے۔ اور جب (ایام ممنوعہ) کے علاوہ کوئی آدمی سارا سال روزے رکھے تو اس کا جواز ہے کیوں کہ اس پر صوم الدھر کلہ یا صوم الابد کی تعریف صادق نہیں آئے گی۔ جیسا کہ ترمذی شریف میں حضرت قتادہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا۔

یارسول اللہ کیف بمن صام الدھر قال لا صام ولا افطر او لم یصم ولم یفطر و قال ابو عیسیٰ حدیث قتادۃ حدیث حسن۔	یارسول اللہ کیا ہے جو صوم الدھر رکھے۔ فرمایا اس نے نہیں روزے رکھے اور نہ افطار کئے یا اس نے روزہ ہی نہیں رکھا اور نہ افطار کیا، اور کہا ابو عیسیٰ حدیث ابو قتادہ کی حسن ہے۔
و قد کرہ اھل العلم صیام	اور تحقیق مکروہ جانا اہل علم نے صیام الدھر

الدھر وقالوا انما یکون صیام الدھر اذا لم یفطر یوم الفطر ویوم الاضحٰی و ایام التشریق فمن افطر فی ھذہ الایام فقد خرج من حد الکراھیۃ ولا یکون قد صام الدھر کلہ ھکذا۔	کو اور کہا انہوں نے صیام الدہر اس وقت ہوگا جب وہ عید الفطر و عید الاضحےٰ اور ایام تشریق میں بھی افطار نہ کرے پس جو شخص ان ایام ممنوعہ میں افطار کرے وہ صوم الدہر کی کراہیت کی (حد) تعریف سے خارج ہوگا اور وہ صام الدہر کلہ نہ ہوگا اس طرح سے۔

اور روایت کیا گیا مالک بن انس سے اور یہی قول ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اور احمدؒ و اسحاق نے بھی کہا، اسی طرح ان دونوں نے کہا کہ واجب نہیں کہ ان پانچ دنوں کے سوا اور دنوں میں روزہ نہ رکھے جن دنوں میں روزہ رکھنے سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے منع فرما دیا ہے (ترمذی شریف ص۱۲۵ ابواب الصوم)

ان سب روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صوم الدہر اس صورت میں بنتا ہے جب کہ ایام ممنوعہ میں بھی روزے رکھے جائیں ورنہ دوسری صورتوں میں صوم الدھر نہیں بنتا پھر جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے داؤدی روزوں کی عبداللہ بن عمرو بن العاص کو تلقین کی تو انہوں نے کہا کہ میں اس سے افضل چاہتا ہوں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرما دیا کہ اس سے افضل نہیں ہیں۔ ہاں حجازیوں اور عراقیوں میں باہمی اختلاف ہے فقال الحجازیون ان صوم الدھر و صوم داؤد متساویان فی الاجر والثواب و قال العراقیون ان صوم داؤد افضل من صوم الدھر وما یظہر من التامل فی الاحادیث ان صوم داؤد افضل من صوم الدھر و صوم الدھر جائز بلا کراھتہ وفیہ ایضاً اجر و ثواب (ترجمہ) حجازی کہتے ہیں صوم الدہر اور صوم داودی اجر میں برابر ہیں اور عراقی کہتے ہیں صوم داؤدی صوم الدہر سے اجر و ثواب میں افضل ہیں اور جو ان روایات میں تامل کرنے سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ صوم داودی صوم الدھر سے

افضل ہے۔ شرح مشکوٰۃ تعلیق الفصیح ۹۲۔

اور سنن ابن ماجہ ص۱۲۳ پر باب ماجاء فی صیام نوح علیہ السلام میں حضرت عبداللہ بن عمر رض سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آنحضرت فرماتے تھے۔

صام نوح الدھر الا یوم الفطر و یوم الاضحیٰ (ترجمہ) حضرت نوح علیہ السلام صوم الدھر رکھا کرتے تھے سوائے عید الفطر و الضحیٰ کے، اور ابن ماجہ کے حاشیہ پر ہے۔ کہ تمام جماہیر علماء اسی طرف گئے ہیں کہ صوم الدھر جائز ہے بلاکراہت جبکہ ایام منہی منہا یعنی عیدین اور ایام تشریق کے تین روزے نہ رکھے جائیں اور امام شافعی اور ان کے اصحاب بھی یہی کہتے ہیں کہ صوم الدھر میں کراھیت نہیں بلکہ وہ مستحب ہیں اگر عیدین اور ایام تشریق میں روزے نہ رکھے جائیں ص۱۲۳ حاشیہ سنن ابن ماجہ۔

اب حافظ صاحب کو دیکھئے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے روزے کو حرام کہتے ہیں اور امام شافعیؒ اور تمام جماہیر فقہاء اور علماء کے فیصلے کو بدعت کہہ رہے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ حافظ صاحب نے احادیث کا دورہ نہیں کیا ورنہ اس قسم کی بہکی بہکی باتیں شریعت کے خلاف اور سنت صحابہ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہ کرتے۔

من یشاقق الرسول بعد ما تبین لہ الھدیٰ و یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولیٰ و نصلہ الخ	جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت ہدایت کے ظہور کے بعد کرے) اور غیر مسلم کی راہ اختیار کرے ہم اس کو اسی طرف دھکا دیتے ہیں جس طرف وہ پھرا اور ڈالیں گے اس کو...

حافظ صاحب آئیے سیدھی راہ مؤمنین کی اختیار کیجئے ورنہ خیر نہیں ہوگی۔ قیامت بالکل قریب آرہی ہے۔

حافظ صاحب نے مولانا سرفراز خاں صاحب کی عبارتوں کو آگے پیچھے کر کے ہیرا پھیری سے صوم الدھر کو بدعت بنایا اور مولانا ممدوح پر اعتراض کر دیا کہ دیکھو مولانا صاحب نے صوم الدھر کو جس سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا تھا۔ یا اس سے کراہیت

اس روزہ کی ثابت ہوتی تھی اس کو بدعت کہہ کر تمام ائمہ حدیث اور فقہاء عظام پر دھبہ لگایا۔

حضرت امام شعبہ بن الحجاجؒ۔ امام وکیع بن الجراحؒ، حضرت امام بخاریؒ یہ سب صائم الدھر تھے اور بموجب سنت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ضرور اجر و ثواب پائیں گے ہاں وہ ایام منوعہ میں ہرگز روزے نہ رکھتے تھے کہ وہ سنت کے مخالف یا تارک کہلائیں

حافظ صاحب نے اثبات اندعار کے ع۱۳ پر لکھا ہے کہ حدیث کے ظاہری الفاظ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تین دن سے کم راتوں میں قرآن کریم ختم کرنے کا ذکر امام بخاری کے پیش نظر نہیں ہے" اور یہ عبارت مولانا سرفراز خاں صاحب کی کتاب مقام ابی حنیفہ سے نقل کی گئی ہے۔ اس کے بعد حافظ صاحب نے اپنی طرف سے یہ اضافہ کر دیا" یعنی تین راتوں سے کم مدت میں قرآن ختم کرنا چوں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں تو ایک یا دو راتوں میں قرآن مجید ختم کرنا بقول مولوی صاحب بدعت اور گمراہی اور دوزخ میں لے جانے والا کام ہوا" نعوذ باللہ من ذٰلک۔

واہ حافظ صاحب مولانا ممدوح تو کہہ رہے ہیں کہ تین راتوں سے کم مدت میں قرآن مجید ختم کرنے کا ذکر امام بخاری کے پیش نظر نہیں ہے" اس پر یہ اضافہ کرنا آپ کا کام ہے جو سراسر غلط ہے۔ ایک دو راتوں میں ختم کرنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ سے ثابت ہے اور جو صحابہ کی ملت ہے وہ عین سنت رسولؐ ہے عبارت میں کمی بیشی کرنا اور عبارت کو آگے پیچھے کر کے اپنا الو سیدھا کرنا ایسی خیانت کرنا کونسی دیانت ہے اگر یہی دیانت ہے تو آپ کو مبارک ہو۔ حضرات صحابہ رض۔ تابعینؒ، تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سنت کو ہم سنت سمجھتے ہیں اور جو کام حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اور حضرات صحابہؓ۔ تابعین تبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ سے ثابت نہ ہو اور کسی آیت یا حدیث سے استنباط بھی نہ کیا ہو تو اسے ہم بدعت کہتے ہیں۔ حافظ صاحب! آپ نے خود آگے تحریر کر دیا ہے کہ صحابہ میں سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ حضرت تمیم داری

رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہیں جو قرآن کریم کو ایک رات میں ختم کیا کرتے تھے اور ائمہ میں سے حضرت امام شافعی ۔ امام وکیع بن الجراح ۔ امام یحییٰ بن سعید بھی اسی طرح پڑھا کرتے تھے" اور یہ سب حوالے مقام ابی حنیفہ رح صفحہ ۲۴۲ سے ماخوذ ہیں ۔ صحیح مسلم میں بھی اس بات کی تصدیق ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت میں اسلاف کی عادات مختلف تھیں کوئی ان میں سے ایک مہینے میں ختم کیا کرتے تھے کوئی بیس دن میں اور بعض دس دن میں اور اکثر ان میں سات روز میں ختم قرآن حکیم کرتے تھے اور اکثر ان میں سے تین دن میں اور اکثر ان میں سے رات دن میں کرتے تھے ، اور بعض ان میں ایک رات میں اور بعض ان میں سے رات دن میں تین ختم قرآن کریم اور بعض آٹھ ختم قرآن کریم کر لیا کرتے تھے ۔ شرح نووی صفحہ ۲۶۶ ۔

اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسلاف رح اپنی اپنی عادت واحوال کے مطابق اور فہم و وظائف کے معیار پر اور اپنی ہمت استعداد کے موافق قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے تھے ، اور اس تلاوت میں گنجائش ہے ۔ اسی طرح عبداللہ بن عمرو بن العاص نے بھی عزیمت سے صوم الدہر اور قرآن کی تلاوت میں کام لیا تھا ۔ اور حضور کی رخصت اور شفقت پر عمل نہ کیا اور اسی وجہ سے انہوں نے فرمایا کہ افسوس میں حضور ؐ کی دی ہوئی رخصت پر عمل کرتا ۔

حافظ صاحب یہ آپ کا مسلک ہوگا کہ جو بات قرآن حکیم اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری الفاظ سے ثابت ہو صرف وہی اسلام اور دین ہے اور فقہ ائمہ اور تعامل حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے تمام استنباط کئے ہوئے مسائل و احکام کو آپ نادرست اور بدعت کہہ رہے ہیں ۔ گویا آپ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو درایت و تفقہ فی الدین سے عاری سمجھ رہے ہیں ۔ کیا تیسری اذان جمعہ کی حدیث سے ثابت ہے اگر نہیں ثابت تو کیا آپ یہ اذان دیتے یا دلواتے ہیں یا نہیں اگر یہ اذان آپ بھی دیتے دلواتے ہیں تو کیا یہ اذان بدعت ہوگی ؟ اسی سے معلوم ہو گیا کہ تعامل حضرات صحابہ رض اور اجماع صحابہ رض بھی ہمارے لئے حجت اور سنت ہے ۔ تراویح

باجماعت سارے ماہ رمضان میں پڑھنا بھی حضور اکرم علیہ السلام سے ثابت نہیں تو کیا یہ بھی بدعت ہوگی اور سارا مہینہ رمضان شریف میں باجماعت تراویح پڑھنے والے سب بدعتی ہوں گے ؟ اور اگر یہ گناہ ہے تو یہ تمہارے شہر اور مساجد میں بھی ہوتا ہے ۔

اس کے بعد حافظ صاحب نماز ضحیٰ و چاشت کو بدعت قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کی مراد معلوم کرنے کے لئے خود حضرت عمر سے ہی کیوں نہ پوچھ لیں ۔ اور وہ بھی بخاری شریف کے ذریعہ سے ۔ آگے حافظ صاحب نے صحیح بخاری سے روایت درج کرتے ہیں :-

عن شعبہ عن توبہ عن مؤرق قلت لابن عمر اتصلی الضحیٰ قال لا فقلت فعمر قال لا قلت فابو بکر قال لا قلت فالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لا اخالہ ۔

بخاری شریف ج۱ ص۱۵۷

حضرت مؤرق کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رض سے پوچھا کہ آپ چاشت کی نماز پڑھتے ہیں فرمایا نہیں ۔ میں نے کہا حضرت عمر رض پڑھتے تھے فرمایا وہ بھی نہیں پڑھتے تھے میں نے کہا حضرت ابوبکر رض پڑھتے تھے فرمایا وہ بھی نہیں پڑھتے تھے میں نے پوچھا کیا نبی ؐ پڑھتے تھے فرمایا میرا خیال ہے حضور بھی نہیں پڑھتے تھے ۔

حافظ صاحب نے صحیح بخاری سے ایک حاشیہ کی عبارت بھی لکھی ہے ۔
یعنی صاحب قاموس نے کہا یعنی میرا ظن تو یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے یہ نماز نہیں پڑھی اور اس روایت میں لا اخالہ کا لفظ آیا ہے صاحب قاموس کا جو حاشیہ نقل کیا گیا ہے اس میں لا اظنہ کا لفظ آیا ہے جس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا بھی یہ خیال تھا اور صاحب قاموس کا بھی ظن ہی تھا ۔ اور حافظ صاحب بھی یہ کہہ رہے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام چاشت کی نماز نہ پڑھتے تھے ۔ جیسا کہ ان کے ترجمہ سے ظاہر ہے حالانکہ اس روایت کا یہ مفہوم نہیں ہے یہ ظن اور خیال ہے کہ شاید حضور ؐ نے یہ نماز پڑھی ہے یا نہیں ۔ ان الظن لا یغنی من الحق شیئا ۔

یہ بات غلط ہے چند وجوہ کی بنا پر اولاً اس لئے کہ :

حافظ صاحب نے ترجمہ میں زمانہ حال کو ماضی میں بدل دیا ہے تاکہ وہ یہ ثابت کر سکیں کہ حضورؐ اور باقی صحابہ رضؓ نماز چاشت کبھی نہیں پڑھتے تھے۔ یہ معانی میں ہیر پھیر ہوا حافظ صاحب نے حدیث میں بھی اپنا تصرف چلایا اور خود ہی یحرفون الکلم عن مواضعہ کا مصداق بن گئے۔

ثانیاً حافظ صاحب نے صحیح بخاری سے یہ روایت نقل کرتے وقت اوپر نظر اٹھا کر نہیں دیکھا کہ امام بخاری رحمہ کس باب میں اس حدیث کو لائے ہیں۔ عنوان اس کا ہے باب صلوٰۃ الضحیٰ فی السفر۔ اس باب کے تحت امام بخاری نے نقل کی ہے۔ جس سے صاف اور بین طور پر یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ سوال حضرت مورق رضؓ کا سفر میں صلوٰۃ ضحیٰ پڑھنے کے بارے میں تھا اور سفر بھی کونسا تھا وہ سفر فتح مکہ کے روز کا تھا اس دن صحابہ میں سے حضرت عمر رضؓ۔ حضرت ابوبکر رضؓ اور حضور نبی علیہ الصلوٰۃ و السلام کے بارے میں حضرت مورق پوچھتے ہیں حضرت ابن عمر رضؓ نے فرمایا کہ میں نے نہیں پڑھی اور اسی طرح حضرت عمر رضؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی نہیں پڑھی پھر حضورؐ کے متعلق پوچھا تو فرمایا انہوں نے بھی میرے خیال میں نہیں پڑھی۔ اہل علم و دانش یہ بات بھی جانتے ہیں کہ کسی کے عدم علم کی وجہ سے عدم وقوع لازم نہیں آیا کرتا۔ اگر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضؓ حضرت ابوبکر اور حضور علیہ السلام کے نماز ضحیٰ پڑھنے کا علم نہ ہو اور وہ ان کے پاس موجود نہ ہوں تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے؟ حضرت ابن عمر رضؓ نے سچی بات فرمادی کہ میرے علم میں نہیں انہوں نے پڑھی یا نہیں پڑھی۔ اسی لئے انہوں نے لا اخالہ فرمایا تھا۔

ثالثاً یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ اگر نماز چاشت (ضحیٰ) کا وجود ہی نہیں تھا تو حضرت مورق رضؓ کو کیا ضرورت پیش آئی تھی کہ نماز چاشت کے بارے میں حضرت ابن عمر رضؓ کو سوال کریں کہ تم نے صلوٰۃ ضحیٰ پڑھی ہے یا نہیں اور پھر اسی طرح حضرت عمر رضؓ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں سوال کرتے جائیں

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مورق اور حضرت ابن عمر رضؓ کے نزدیک نماز چاشت کی ضرور کوئی اصل ہے۔ اور نماز ضحیٰ کوئی فرض و واجب تو نہیں کہ اس کے ترک سے فرض و واجب کا ترک ہو جاتا ہو۔ اب بھی مسلم و مومن نماز ضحیٰ پڑھتے ہیں لیکن بہت کم لوگ پڑھتے ہیں اور ترک کرنے والے اکثر ہیں۔ لیکن اس کے ترک پر وعید نہیں ہے۔ باقی رہا اس کا ثبوت وہ ہم پیش کر دیتے ہیں کوئی مانے یا نہ مانے یہ اور بات ہے صحیح بخاری ج۱ ص۱۵۷ میں اس روایت سے آگے دوسری روایت میں ہے عمرو بن مرہ کہتے ہیں میں نے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے سنا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے کسی ایک نے یہ بیان نہیں کیا کہ اس نے نبی علیہ السلام کو صلوٰۃ ضحیٰ پڑھتے دیکھا ہو سوائے ام ہانی رضؓ کے وہ کہتی ہیں کہ اس کے گھر میں فتح مکہ کے دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل ہوئے پس آپ نے غسل کیا اور آٹھ رکعت نماز پڑھی اور وہ کہتی ہیں کہ میں نے کبھی اتنی چھوٹی نماز نہیں دیکھی سوائے اس کے آپ رکوع سجود پورا کر لیا کرتے تھے۔ اس روایت سے یہ معلوم ہوگیا کہ حضور کو نہ مورق رضؓ نے نہ کسی اور نے ضحیٰ کی نماز پڑھتے دیکھا اور یہ واقعہ فتح مکہ کے روز کا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اوصانی خلیلی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بثلاث لا ادعھن حتی اموت صوم ثلاثۃ یوم من کل شھر وصلوٰۃ الضحیٰ و نوم علی وتر

وصیت کی مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتھ تین چیزوں کے میں ان کو نہ چھوڑوں گا حتیٰ کہ مجھے موت آجائے۔ تین روزے ہر مہینے میں اور صلوٰۃ ضحیٰ اور نیند کرنا وتر پڑھنے پر۔

اب آپ حاشیہ بخاری شریف ص۱۵۷ پر جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کے لفظ لاسبحھا پر دیا گیا ہے۔

وقد روی اثبات فعلھا و امر بھا جماعۃ من الصحابۃ منھم انس و ابو ھریرۃ و ابوذر و ابو امامۃ

اور تحقیق روایت کیا صلوٰۃ ضحیٰ کے ثبوت میں اس کے ادا کرنے اور اس کے امر کرنے کا ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے جن میں انس، ابوہریرہ،

وعقبہ بن عبد السلمی وابن ابی اوفیٰ وغیرھم رضی اللہ عنھم اجمعین۔

ابوذر، ابوامامہ وعقبہ بن عبد السلمیؓ ابن ابی اوفیٰ وابو سعید
وزید ابن ارقم وابن عباس، وجابر ابن عبداللہ وجبیر
ابن مطعم وحذیفہ ابن یمان وابن عمر وابو موسیٰ وعقبیٰ
ابن مالک وعقبہ بن عامر وعلی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حافظ صاحب کی بیان کردہ روایت کا یہ معنی نہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی صلوٰۃ ضحیٰ پڑھی ہی نہیں اور نہ ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے پڑھی ہے۔ صلوٰۃ ضحیٰ ضرور ثابت بالاحادیث ہے اور حافظ صاحب کا عمدۃ القاری کے حوالے سے بدعت حسنہ کہہ دینا سراسر اصل واقعہ کے خلاف ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر نے حضرت مورّق رضؓ کو کیوں نہ یہ کہہ دیا کہ بھئی یہ تو بدعت ہے تم مجھ سے کیوں پوچھتے ہو پھر اگر بقول حضرت ابن عمر یہ بدعت ہی ہے تو یہ بدعت کس نے جاری کی جس کو ابن عمرؓ نعمت البدعۃ فرما رہے ہیں اس کا کوئی ثبوت ہونا چاہیئے۔ اور پھر جب حضور نبی اکرم علیہ السلام نے اس کو پڑھا اور حضرت ابوہریرہؓ کو آپ نے وصیت فرمائی تو پھر بدعت کیسے ہوئی۔ اور ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کی اس نماز ضحیٰ کی قائل بھی ہو اور اس کا حکم بھی فرماتے ہوں یا للعجب۔

اصل بات یہ ہے صلوٰۃ ضحیٰ تو ثابت ہے لیکن حافظ صاحب اگر اس قسم کا چقمہ نہ دیں تو پھر ان کی بات نہیں بنتی۔ آخر صلوٰۃ ضحیٰ کو بدعت حسنہ اور احسن البدعۃ بنائیں تب ہی وہ دعا بعد صلوٰۃ الجنازہ کو بھی بدعت حسنہ بنا سکیں گے۔ ورنہ ان کی دعا بعد صلوٰۃ الجنازہ جو ان کو نہایت ہی مرغوب اور محبوب ہے کیسے ثابت ہو سکتی ہے۔ اتنا ہیر پھیر کرنے سے ہی ان کو ایک پیاری چیز مل سکتی ہے۔ حافظ صاحب اپنی غلط بات پر مصر ہیں اور آیات واحادیث اور فقہاء کی تصریحات میں تحریف معنوی کر کے اپنا الو سیدھا کرنا چاہتے ہیں۔ ایں خیال است ومحال است وجنوں۔

اب سنیئے حافظ صاحب ایک حدیث موقوف جو حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے مروی ہے پیش کرتے ہیں اور اس میں بھی اپنی پرانی عادت کے مطابق ہیرا پھیری سے

کام لیتے ہیں لکھتے ہیں حضرت عمرؓ کا جنازہ پڑھا جا چکا تھا تو عبداللہ بن سلام آئے اور آپ نے فرمایا۔

ان سبقتمونی بالصلوٰۃ علیہ فلا تسبقونی بالدعاء لہٗ۔

یعنے اے مسلمانو اگر حضرت عمرؓ کا جنازہ پڑھنے میں تم مجھ سے سبقت کر چکے ہو تو دعا مانگنے میں مجھ سے سبقت نہ کرو۔

اس ترجمہ کے بعد اپنی طرف سے ترجمے میں اضافہ کرتے ہیں "یعنی مجھے بھی شامل کر لو" ہم پوچھتے ہیں کہ یہ فقرہ "مجھے بھی شامل کر لو" کونسے لفظوں کا ترجمہ ہے؟ یہ زیادتی حضرت عبداللہ بن سلام کے اثر میں آپ نے کیوں شامل کی ہے۔ صرف اس لئے کہ بغیر اس فقرہ کے ملانے کے آپ کی دعا ثابت ہی نہیں ہو سکتی۔ اور وہ انشاء اللہ اب بھی نہیں ثابت ہوگی۔

آگے حافظ صاحب نے لکھا ہے "کہ کتنی بامعنی اور سیدھی بات ہے کہ ایک آدمی جنازہ میں شامل ہونے کے لئے چلا ہے لیکن وہ اس وقت پہنچا جب جنازہ پڑھا جا چکا تھا وہ پکار کر لوگوں کو کہتا ہے کہ بھائی چلو جنازہ تو ہو چکا اب دعا میں تو مجھے شامل کر لو۔" یہ حافظ صاحب کی کتنی مہمل سی بات ہے اور اس بات کے مہمل ہونے کی کئی وجوہ ہیں۔ اول تو جب جنازہ کے لئے سب لوگ کھڑے ہوتے ہیں اور امام بھی کھڑا ہو جاتا ہے تو جو شخص سو قدم یا ڈیڑھ سو قدم کے فاصلہ پر ہو اس کو لوگ شامل کرنے کے لیے ٹھہر جاتے ہیں یہ لوگ ہی کہتے ہیں کہ یہ شخص جو چلا آ رہا ہے وہ شامل ہو جائے۔ کیوں کہ اتنے قریب کے آدمی کو جنازہ میں شریک کر لیا جاتا ہے اور جنازہ پڑھنے میں دیر بھی نہیں لگتی، اتنا قریب آدمی فوراً سلام پھیرتے ہی پہنچا ہے اور وہ پکار کر یہ کہہ رہا ہے کہ مجھے بھی دعا میں شامل کر لو یہ دعا کوئی نماز جنازہ کی طرح فرض نہیں ہے کہ اس میں شمولیت کے لئے پکار کر کہہ رہے ہیں۔ اگر جنازہ چھوٹ گیا ہے تو جنازہ کے بعد دعا بھی چھوٹ جانے سے کونسا فرض یا واجب رہ جاتا ہے جب حضرت عبداللہ ابن سلامؓ اسے جنازہ کے ترک ہو جانے پر کوئی گناہ یا ان پر کوئی

الزام نہیں تو اس دعاء بعد نماز جنازہ پر کیا گناہ اور عذاب ہوگا اور اگر اس دعاء اور ترک جنازہ پر کوئی گناہ مترتب ہوتا ہے تو اس کی کوئی سند ہونی چاہیئے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

ثانیاً تحقیق الدعاء صفحہ ۶۵ پر شمس الائمہ سرخسی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ دلائل پیش کر رہے ہیں جو انہوں نے دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کے بارے میں نقل فرماتے ہیں۔ وہ اس دعاء بعد نماز جنازہ کو ثابت نہیں کر رہے اگر ان کے نزدیک یہ دعاء بھی جنازہ کی طرح ضروری ہوتی تو وہ اس عبداللہ بن سلام کے اثر سے یہ دعاء بھی ضرور ثابت فرما دیتے۔ آخر وہ فقیہ تھے اور فقہ حنفیہ کے عامل تھے چنانچہ انہوں نے امام شافعی کے دلائل دینے کے بعد حنفاء کرام رح کے دلائل دیتے ہیں کہ دوبارہ جنازہ پڑھنا ٹھیک نہیں ہے۔ وہ دلائل جو انہوں نے دوبارہ جنازہ نہ پڑھنے کے متعلق دیتے ہیں وہ دلائل صفحہ ۶۶ سے شروع ہوتے ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

ولنا ما روی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما وابن عمر رضی اللہ عنہ فاتتہما الصلوٰۃ علی جنازۃ فلما حضر ما زاد علی الاستغفار لہ۔	اور ہماری دلیل یہ ہے جو ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان دونوں کی ایک جنازہ پر نماز جنازہ فوت ہوگئی تو وہ جس وقت آئے دونوں نے صرف استغفار للمیت کیا اور کچھ نہ کیا۔

اس روایت سے ثابت ہوا حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جس وقت آئے صرف دعا فرمائی اسی طرح عبداللہ بن سلام رض نے بھی جس وقت آئے حضرت عمر رض کے لئے مغفرت کی دعاء کر دی جس کو حافظ صاحب نے طول دے کر اور بیچ میں یہ فقرہ بڑھا کر کہ مجھے بھی دعا میں شامل کر لو "عبداللہ بن سلام کے اثر میں اپنا اثر شامل کر دیا۔ افسوس صد افسوس۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔

ثالثاً اس دعا بعد نماز جنازہ پر صحابہ رضوان اللہ علیہم کا تعامل نہ تھا نہ ان سے ثابت ہے کہ اجماع کے ساتھ یہ دعا مانگی جائے اور نہ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و

فعل سے یہ امر واضح ہوتا ہے تو پھر کیسے یہ سمجھا جائے کہ اس حدیث سے اور اس کے تشابہ الفاظ سے یہ ہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام ضرور اسی دعا میں شامل ہونے کے لئے پکار رہے تھے کیا فقہاء عظام کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ یہ دعاء جائز ہے اور ہم کیوں اس دعاء بعد تسلیم صلوٰۃ الجنازہ کا فتویٰ دے رہے ہیں صحابہ رضوان اللہ علیہم کی اتنی کثیر تعداد نے کسی صریح اور صحیح روایت سے اس دعا کی نشاندہی نہ کی۔ اور نہ فقہاء کرام نے اس کی تصریح فرمائی بلکہ اس کے برعکس اس دعاء کے مکروہ اور بدعت اور زیادت علی السنۃ ہونے کا فتویٰ دے دیا۔ حاش للہ۔

رابعاً اس کا بعد از نماز جنازہ ثابت کرنا بعید از عقل ہے جبکہ آپ نے نماز جنازہ ہی نہیں پڑھی تو بعد از دعا کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اور روایت کے سیاق سے بھی یہ معلوم ہوتا کہ یہاں نہی کا صیغہ نہیں بلکہ فلا تسبقونی یا فلا تسبقونی تھا یہ کاتب کی غلطی سے نفی کو نہی بنا دیا گیا ہے یا راوی سے لکھنے میں ایسا لکھا ہے۔ یا بعد میں لکھنے والے نے ایسا لکھ دیا ہے۔

خامساً ایک اور شہادت خود مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی حافظ صاحب اور ان کے ہم مشرب ساتھیوں کے مقتدا و پیشوا کی طرف سے اسی روایت پر ملتی ہے وہ اپنے رسالہ النہی الحاجز عن تکرار صلوٰۃ الجنائز میں فرماتے ہیں۔

عن عبداللہ ابن سلام لما فاتتہ الصلوٰۃ علی عمر رض قال ان سبقت بالصلوٰۃ علیہ فلم اسبق بالدعاء لہ۔	عبداللہ بن سلام رض سے روایت ہے جس وقت حضرت عمر رض پر نماز جنازہ ان سے فوت ہوگئی تو وہ کہنے لگے کہ اگر مجھ سے نماز جنازہ پر سبقت کی گئی ہے تو مجھ پر دعاء میں سبقت نہیں کی گئی

اس روایت سے رضا خانیوں کے بالکل خلاف یہ بات ثابت ہوتی کہ عبداللہ بن سلام کے ساتھ دعاء میں کسی صحابی رض نے شمولیت نہیں کی۔ جس طرح دوسرے صحابہ رض نے جنازہ پڑھنے میں عبداللہ بن سلام رض سے سبقت کی ہے اسی طرح عبداللہ بن سلام نے بھی دعاء ان کی شمولیت کے بغیر ہی کر لی بس قصہ ختم ہوا، ان لوگوں کا تمام تر استدلال باطل اور بودا ہو

کر رہ گیا۔ اگر پھر بھی کوئی آدمی شک و شبہ رکھتا ہو تو وہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے جو اس کا ترجمہ کیا ہے وہ دیکھ لے اور اس پر خوب غور و تعمق کی نگاہِ بصیرت ڈالے تو اس پر یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی۔ ترجمہ یہ ہے۔

یعنی "عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے جنازے پر نماز نہ ملی فرمایا اگر نماز میرے آنے سے پہلے ہو چکی ہے تو دعاء کی بندش نہیں میں اکیلے دعا کروں گا۔"

حافظ صاحب نے دیکھا کہ اس روایت سے تو خانصاحب بریلوی نے بھی اجتماعی دعاء بعد نماز جنازہ کو ثابت نہیں کیا: اور کہتے ہیں کہ "دعاء کی بندش نہیں میں اکیلے دعا کرلوں گا۔" اور جو لوگ نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوتے ان کی دعاء بعد نماز جنازہ کے متصلاً نہیں سمجھی جاتی اور نہ دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر دعاء مانگنے کا ثبوت اور جواز ملتا ہے اور یہ ہمارے دعویٰ کے منافی نہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ دعا بعد از نماز جنازہ بہیئت اجتماعیہ بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر یا صفیں توڑ کر جائز نہیں یہ بدعت ہے، مکروہ اور زیادت علی السنۃ ہے اور اس نے استخفاف سنت یا رفع سنت بفرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ضرور ہو جاتی ہے۔ اس سے ہر مسلمان کو اور حافظ صاحب اور ان کے تمام ہم نوالہ و پیالہ دوستوں کو بچنا چاہیئے۔ ورنہ جناب ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حشر کے دن حوض کوثر پر ان تمام لوگوں کو یہ فرمائیں گے۔ فسحقاً فسحقاً۔

حافظ صاحب! آپ حنفی المذہب (اہل السنت والجماعت) ہونے کا اور نقشبندی مجددی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور مقام ابوحنیفہ اور فقہاء کرام خصوصاً ائمہ احناف رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کے خلاف فقہ حنفیہ کا انکار کرتے ہوئے اجماع صحابہ رض اور تعامل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی انکار کرتے ہوئے زمرۂ احناف (اہل سنت والجماعت) سے بالکل خارج ہو رہے ہیں اور آپ نے ذرہ بھر بھی اہل سنت والجماعت کی حمایت میں قلم نہیں اٹھایا۔ بلکہ اہل سنت والجماعت اور فقہاء احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کے مسلک اور ان کی تصریحات کے بالکل خلاف تیغ قلم اٹھائی ہے۔ اس پر وہی مثال صادق آرہی ہے کہ ایک آدمی جس درخت کی شاخ پر بیٹھا ہوا تھا اسی شاخ کی اصل (جڑ) کو کلہاڑی سے کاٹ رہا تھا جس کا نتیجہ

ظاہر ہے کہ شاخ کی جڑ کٹتے ہی وہ شاخ زمین پر گر پڑے گی اور جو اس شاخ پر بیٹھا ہوا تھا وہ بھی شاخ سے پہلے زمین پر آرہے گا۔

حافظ صاحب! حق میں باطل کی ملاوٹ کرنا درست نہیں ہے، سچی اور پکی تاروں میں جھوٹی اور کچی تاروں کا جوڑ لگانا کوئی عقلمندی اور ہنرمندی نہیں ہے۔ ع

بس کہ بس معلوم شد بافندگی بافندگی

آخر میں دعا کرتا ہوں کہ حافظ صاحب کو اور ان کے تمام ہم مشرب دوستوں کو فہم قرآن و حدیث اور فقہ حنفیہ کے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور قرآن حکیم اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور فقہ حنفیہ میں کجروی (زیغ) سے بچنے کی ہمت ارزانی فرمائے آمین۔

بندہ —— عبدعزیز علی صانہ اللہ عن کل ذنب خفی و جلی۔

باب دوم

تحقیق الدعاء بعد صلوۃ الجنازہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین اما بعد۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات بابرکات ستودہ صفات تمام جمیل ترین حمد وثنا کے لائق ہے جس نے کائنات کے ہر ذرہ سے لے کر ارض وسماوات تک پیدا کئے اور زمین پر پہاڑ نصب کر دیئے، آسمان پر ستارے، سورج چاند روشن کر کے اہل زمین کے لئے رشد وہدایت کی راہیں کھول دیں زمین پر دریا اور نہریں چلا دیں اور اہل زمین کے لئے آسمان سے باران رحمت نازل فرمائی اور اس رحمت آسمانی سے اس زمین سے ہر قسم کے پھل دانے غلے میوے چارہ وغیرہ انسانوں اور دیگر جانداروں کے لئے خوراک کا انتظام فرما دیا۔ انسان کو اس زمین پر حکومت وخلافت بخش دی۔ مردہ زمین کو باران رحمت سے زندہ فرمایا۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ یوم الحشر کو اسی زمین کی قبروں سے مردے زندہ کر کے اٹھائیگا اور حق تعالیٰ وتقدس تمام انسانوں اور جنوں کا میرا اور آپ کا حساب لے گا۔ اسی آخرت کے خوف وعذاب سے بچانے کے لئے اللہ تبارک تعالیٰ نے تمام روئے زمین میں شروع سے لے کر حضور محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تک لاکھوں ہزاروں کی تعداد میں تمام مخلوق سے بہتر اشرف المخلوقات حضرت انسان کی نسل سے انبیاء ورسلین مبعوث فرماتے حتیٰ کہ سید الانبیاء والمرسلین ختمی مرتبت حضور محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا قانون اور ضابطہ حیات دے کر جس کا نام نامی قرآن حکیم ہے دے کر بھیجا۔ اور اپنی تمام نعمت کو ہم پر پورا فرما دیا۔ اور ہمارے دین کو ظاہراً باطناً مکمل فرما دیا اور اس میں ایک اینٹ اور پتھر کی گنجائش نہ چھوڑی کہ بعد میں کوئی صاحب زیغ یہ کوشش نہ کر سکے کہ میں اس میں کوئی زیادت اور اضافہ کر دوں اور قرآن کریم کے ساتھ ساتھ یعنی وحی متلو کے ہمراہ حکمت وسنت یعنی وحی غیر متلو بھی جس کو احادیث النبویہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ بذریعہ سید الانام حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے مرحمت فرما دی۔ الحمد للہ۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔

آج میں نے تم پر دین مکمل فرما دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لئے صرف دین اسلام کو پسند فرمایا ہے۔

اس مکمل دین اسلام کو ہمارے لئے نعمت نامہ بنا کر یہی دین ہمارے لئے پسند فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ

مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فلن یقبل منہ۔

جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے گا وہ قبول نہ کیا جائے گا۔

اور حضور نبی اکرم علیہ السلام جن کو یہ دین مکمل دیا گیا تھا، اور اس دین میں اللہ تعالیٰ نے کوئی کمی بھی نہ رہنے دی تھی اور اس دین کی تعلیم دینے والے معلم اول بھی وہی تھے اور دین کے ہر چھوٹے بڑے احکام اللہ تعالیٰ کی وحی سے انہیں سمجھا دیئے گئے تھے، اور اللہ تعالیٰ نے کوئی امر ایسا نہ چھوڑا۔ جو نبی آخر زمان صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ بتا دیا ہو تاکہ ہم میں سے کوئی آدمی یہ دعویٰ نہ کر سکے کہ یہ دین نامکمل ہے اور اس میں فلاں چیز کی کمی ہے اور اس کمی کو اب ہم خود پورا کر رہے ہیں۔ جس ذات جامع الصفات کو مکمل دین دیا گیا اور ان پر نعمت بھی تمام ہو چکی اور ان کے لئے دین بھی پسند فرمایا گیا وہی ختمی مرتبت سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عہد نبوت میں تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے روبرو یہ اعلان فرما گئے ہیں۔

من احدث فی امرنا ما لیس منہ فھو رد۔

جو ہمارے امر دین میں کوئی امر داخل کرے جو ہمارے دین میں نہ تھا۔ وہ مردود ہے۔

یعنی جس آدمی نے ہمارے دین اسلام میں کوئی چیز ایسی داخل کر دی جو قرآن حکیم اور سنت نبویہ علیہ السلام میں نہ تھی اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس پر تعامل یا اجماع تھا۔ وہ مردود ہے وہ قابل عمل نہیں وہ بدعت اور محدث اور فرمان مصطفوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رو سے شر الامور محدثاتها میں سے ہے۔ جس سے ہر مسلم ومومن کو اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر

علیہ السلام نے ایسا حکم فرما کر روک دیا ہے۔

ماسٹر صاحب نے اس حدیث کے معنے میں بھی خیانت کی اور بہت بڑی خیانت کی ہے۔ ترجمہ اس حدیث کا یوں لکھتے ہیں جو شخص ہمارے اس دین میں وہ چیز ایجاد کرے جو دین کے خلاف ہو وہ مردود ہے" حالانکہ اس حدیث میں جو فقرہ ہے وہ یہ ہے مَا لَیسَ مِنہُ۔ اس کا ترجمہ یہ ہے جو اس دین میں سے نہ ہو۔ مطلب اس کا یہ ہوا شریعت میں اس کا ثبوت نہیں۔ کسی چیز کا ثبوت نہ ہونا بھی عدم جواز کو ثابت کرتا ہے۔ کیونکہ جس چیز کا قرآن و سنت اور اجماع میں ذکر تک نہیں آیا وہ ہمارے لئے حجت نہیں اور نہ وہ سنت ہے کہ ہم اس پر ضرور عمل پیرا ہوں یہ ترجمہ بھی اسی لئے کیا ہے کہ یہ لوگ خود بھی جانتے ہیں کہ یہ دعاء بعد نماز جنازہ قرآن حدیث سے ثابت نہیں اس طرح کے معنے کر کے یہ لوگ اس دعاء کو بدعت سے خارج کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ ان کو ایسا کرنے کا کوئی حق نہیں تھا۔ قرآن کے معانی میں تحریف لفظی یا معنوی کرنی ظلم عظیم ہے۔ اور یہ یہودیوں کا کام تھا یحرفون الکلم عن مواضعہ۔ (قرآن حکیم)

جو لوگ فرمان مصطفےؐ کی قدر و منزلت اپنے دل میں نہیں رکھتے، وہ طرح طرح کے نئے نئے طریقے اور راہیں خود نکالتے ہیں اور پھر ان کو دین اسلام میں داخل کر کے ہیں) دین یا دین میں سے ہی یقین کر لیتے ہیں۔ مثال کے طور پر عید میلاد النبی اور اذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام کی رسمیں مطلقاً اس ملک میں نہیں تھیں۔ نہ ایسے جلوس نکلتے تھے۔ چودھویں صدی کے نصف تک تو ان کا وجود تک نہ تھا۔ ہمارے سامنے یہ رسمیں پیدا ہوئیں اور جلوس نکلے۔ اور دیگر ممالک میں اب بھی ان چیزوں کا کوئی چرچا نہیں نہ یہ وہاں جاری ہو سکیں۔ پھر حضور نبی سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے خاص حکم و ارشاد کے خلاف بھی کئی کام شروع ہو گئے مثلاً ارشاد نبی علیہ السلام یہ ہے۔

عن جابرؓ قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یجصص القبر وان یبنیٰ علیہ وان یقعد علیہ (مسلم)

حضرت جابرؓ کہتے ہیں منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پکی چونے گچ بنانے سے اور اس پر مکان بنانے سے اور اس پر بیٹھنے سے۔

لیکن زائغین نے پکی قبریں بھی بنالیں اور ان پر گنبد اور مکان بھی تعمیر کرتے کسی نے اپنے باپ کی قبر کو پکا کر کے گنبد بنا دی کسی نے بیٹے کی قبر چونے گچ بنائی اور کسی نے پیر و مرشد کی پکی قبر بنائی اور گنبد کھڑا کر دیا تاکہ ایک ذریعہ آمدن چڑھاووں کی صورت میں ہو جایا کرے۔ اور ان کے حلوے مانڈے کا کام خوب چلتا رہے اور اس کا کام انہوں نے ایصال ثواب رکھ دیا۔ ثواب کیا خاک ہو گا۔ جبکہ یہ لوگ اپنی کمائی سے تو ایصال ثواب کرتے ہی نہیں سب پرائی آمدن قبروں کو پختہ بنانے میں اور ختموں میں خرچ ہوا کرتی ہے۔ ہوا پرستی کے یہ سب کرشمے ہیں۔ اگر ان کو اپنی آمدن سے خرچ کرنا پڑے تو ایک دمڑی خرچ نہ کریں۔ آمدم برسر مطلب۔

ایک برخوردار ماسٹر شبیر حسین صاحب ڈھبوی جو کہ سید باقر علی شاہ صاحب کے مرید ہیں۔ انہوں نے ایک کتاب مسمی اثبات الدعا بعد صلوٰۃ الجنازہ لکھی ہے جو میری کتاب تحقیق الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ اور دعوی گیا ہے کہ ماسٹر صاحب نے قرآن۔ حدیث اور فقہ سے دعاء بعد نماز جنازہ کو ثابت کر دیا ہے حالانکہ ایک بھی روایت صحیح اور صریح اس دعاء کے بارے میں نہیں لکھ۔ اور لکھتے کیسے تمام محدثین کی حدیث کی کتابیں اٹھا کر دیکھو محدثین نے کہیں یہ باب نہیں باندھا کہ اثبات الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ اور نہ فقہاء عظام نے کوئی اس دعاء کے بارے میں تصریح فرمائی ہے کہ بعد نماز جنازہ کے یہ دعاء جس کے یہ الفاظ ہیں۔ پڑھنی چاہیئے اور جنازہ کی نماز ہو جانے کے بعد فوراً بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر دعا مانگنی چاہیئے اور یہ بھی انہوں نے نہیں فرمایا کہ یہ مستحب ہے یا سنت واجب ہے یا فرض۔ بلکہ اس کے بالکل خلاف تمام فقہاء کی تصریحات موجود ہیں جن سے یہ دعاء بعد نماز جنازہ مکروہ بدعت اور زیادت علی السنۃ ہے اور یہ بھی حدیث شریف میں وارد ہے کہ ہر بدعت سے رفع سنت ضرور ہو جایا کرتی ہے۔ مثلاً پکی قبر بنانے سے کچی قبر بنانے کی سنت تو ضرور رفع ہوئی اور ترک ہو گئی جس سے ایسے آدمی : بلکہ سنت لازماً ٹھہر گئے اسی طرح دعاء بعد نماز جنازہ سے رفع سنت ہو جائے گی

اس طرح سے کہ دعا۔ قرون مشہود لہا بالخیر میں نہ مانگی جاتی تھی اور نہ حضورؐ نے خود مانگی نہ کسی کو فرمایا کہ تم جنازہ پڑھنے کے بعد فوراً دعا مانگ لیا کرو، قرآن حکیم اور احادیث اور اجماع صحابہ اس دعا سے ساکت ہیں اور جس کا ثبوت اس قرون اولیٰ میں نہ مل سکے وہ بدعت ہوگا۔ ان لوگوں نے اس دعا کو ثابت کرنے کے لئے نہایت رکیک تاویلات اور تسویلات سے کام لیا ہے۔ ماسٹر شبیر صاحب نے تو دلکھا ہے کہ قرآن حکیم کی آیات کی کئی اقسام ہیں اور آیات کی اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وعن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم نزل القرآن علی خمسة اوجه حلال وحرام ومحکم ومتشابه وامثال فاحلوا الحلال وحرموا الحرام واعملوا بالمحکم وآمنوا بالمتشابه واعتبروا بالامثال

(مشکوٰۃ بالاعتصام بالکتاب والسنۃ)

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن پانچ صورتوں (یا پانچ قسموں) پر نازل ہوا (۱) حلال (۲) حرام (۳) محکم (۴) متشابہ (۵) امثال پس تم حلال کو حلال جانو اور حرام کو حرام سمجھو محکم پر عمل کرو۔ متشابہ پر ایمان لاؤ۔ اور امثال (قصوں) سے عبرت پکڑو۔

اس کے بعد ماسٹر صاحب کہتے ہیں ایک دوسری حدیث میں مذکور، بالاحادیث کا خلاصہ یوں بیان کیا گیا ہے۔

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم الامر ثلثة امر بین رشده فاتبعه وامر بین غیه فاجتنبه وامر اختلف فیه فکله الی الله عزوجل (رواه احمد ومشکوٰة باب الاعتصام)

حضرت ابن عباس رضؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ امر تین طرح کے ہیں ایک امر ظاہر ہے ہدایت اس کی پس اس کی پیروی کرو۔ دوسرا امر وہ ہے جس کی گمراہی ظاہر ہے اس سے بچو۔ تیسرا امر مختلف فیہ ہے اس کو خدا کے حوالے کرو۔ (رواہ احمد)

ماسٹر صاحب خود ان دونوں حدیثوں پر عامل نہیں ان کے عمل اور طرز زندگی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیر اللہ کی نذر و نیاز قبروں کے چڑھاوے خود کھا جاتے ہیں جن کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن حکیم میں کئی جگہ پر حرام فرما دیا ہے اور مردار، خون خنزیر اور ما اھل بہ لغیر اللہ کو ایک ہی مد میں لاکر حرام فرما دیا ہے پھر بھی تم اس کو بغیر ڈکار لئے کھاتے ہو اور دوسروں کو کھلاتے ہو۔ اس طرح بدعت جو کہ حرام ہے اس پر حسنہ کا لبادہ ڈال کر اپنے جسم و جان سے لگائے رکھتے ہو۔

پھر حضورؐ کے ارشاد کے مطابق محکم پر عمل کرنے کا حکم ہے اور متشابہ پر صرف ایمان لانے کا حکم ہے عمل کرنے کا حکم نہیں۔ ماسٹر صاحب نے جتنی حدیثیں اور فقہ کی عبارتیں جواز دعا بعد نماز جنازہ کے بارے میں پیش کی ہیں سب متشابہ ہیں ان کی غلط تاویلات و تسویلات سے اس دعا بعد نماز جنازہ ثابت کیا گیا ہے اور اسی سے معلوم ہوگیا کہ صریح کوئی حدیث اس کے بارے میں نہیں آئی اور نہ عمل صحابہ سے صریحاً یہ ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ دعا بعد جنازہ کے سلام ہو جانے پر مانگی ہے نہ قرآن مجید سے یہ بات ان سے ثابت ہو سکی اور نہ وہ ثابت کر ہی سکتے ہیں۔

اسی طرح دوسری حدیث پر بھی ماسٹر صاحب کا عمل نہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس امر میں اختلاف بین المسلمین پایا جائے اس کو خدا کے حوالے کرو۔ دعا نماز جنازہ پر اصرار کرتے ہوئے تمام بلاد اسلامیہ اور حرمین شریفین اور دیگر ممالک کے عمل اور صحابہ کے عمل کے خلاف پر فتویٰ شبیر صاحب نے یہ دیا کہ دعا بعد نماز جنازہ جائز ہے۔ اور پھر ماسٹر صاحب نے یہ بھی خود لکھ دیا ہے کہ جس کام کے متعلق قرآن و حدیث خاموش ہے۔ اس میں خواہ مخواہ اختلاف کر کے بحث و مباحثہ کی صورت نہ بناؤ ص۲۱۔ ماسٹر صاحب! ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ جب اس مسئلہ میں ہمارے مابین اختلاف ہے تو پھر آپ نے کیوں اس مبحث کو چھیڑ کر خواہ مخواہ سنت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی علانیہ مخالفت کی ہے! ھاتوا برھانکم۔ لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا۔

ماسٹر صاحب نے "یہ بھی لکھا ہے کہ جس کام کے متعلق قرآن و حدیث خاموش

ہے۔" یہی بات ہمارے واجب الاحترام بزرگ مجدد الف ثانی امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے جس کی عبارت پہلے لکھی جاچکی ہے دیکھ لی جائے وہ لکھتے ہیں بدعت یا رافعہ سنت ہوگی یا اس سے ساکتہ ہوگی یعنی خاموش ہوگی شریعت میں اس کا حکم موجود نہ ہوگا اگر شریعت اس سے خاموش ہے تو پھر وہ سنت سے زائدہ ہوگی۔ اگر وہ زائدہ ہوگی تو پھر وہ سنت کی ناسخہ ہوگی دونوں صورتوں میں بدعت سنت کے خلاف ہوگی پس ماسٹر صاحب کے بیان سے بھی یہ ظاہر ہوگیا کہ اس کا ثبوت قرآن حدیث میں کوئی نہیں لہذا اس میں خواہ مخواہ بحث مباحثہ نہ کرنا چاہیئے۔ ماسٹر صاحب یہ بحث مباحثہ بھی آپ نے ہی شروع کیا ہے اور حدیث کی مخالفت کی ہے۔ آپ کے اس جملہ میں یہ بات بھی پنہاں معلوم ہوتی ہے کہ آپ صرف ہمیں خاموش کرانا چاہتے ہیں اور آپ بدستور بدعت کا پرچار کرتے رہنا چاہتے ہیں۔ خدا کا فضل شامل حال رہا تو میں انشاء اللہ سنت کے اجراء اور بدعت کے قلع قمع کرنے میں تا زیست سعی بلیغ کرتا رہوں گا۔

ماسٹر صاحب نے ایک اور بات بڑی مضحکہ خیز لکھ دی ہے وہ یہ ہے کہ آج کل کے مولویوں اور مفتیوں کی فتوے بازی کا یہ عالم ہے کہ جس کام کے حرام ہونے کا حکم نہ قرآن میں ہے نہ رسول گرامی کی زبان وحی ترجمان سے اس کام کے متعلق شرک و بدعت کے فتوے لگا کر سیدھے سادے مسلمانوں کے ایمان کا خون کر رہے ہیں۔"

ماسٹر صاحب کی اس عبارت سے تین چیزیں بالبداہت ثابت ہوگئیں کہ آپؐ مولوی نہیں اور نہ ان کے ہم مشرب مولوی ہیں۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ ماسٹر صاحب فتویٰ بازی سے کام نہیں لیتے اور نہ ان کے بیلی ہی فتویٰ بازی سے کام لیتے ہیں حالانکہ یہ بالکل سفید جھوٹ ہے۔ آپ کی فتویٰ بازی تو اس کتاب کے صـ ۳۵ پر دیکھی جاسکتی ہے اور ماسٹر صاحب کے اسلاف اخلاف نے جو فتوے علماء حق کے خلاف کفر کے دیتے ہیں وہ بہت سی آپ کی کتابوں میں دیکھے جاسکتے ہیں

جن میں سے مولانا احمد رضا خاں صاحب کی کتابیں اولیت کا حکم رکھتی ہیں۔ اس کے علاوہ اور بہت سی کتابیں ہیں جن میں آپ کے مولویوں نے فتوے بازی کی مشین گنیں چلائی ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔ اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام اور ملفوظات حصہ دوم صـ ۱۰۵ احکام شریعت حصہ اول صـ ۶۱ و صـ ۶۹ احکام شریعت حصہ دوم صـ ۱۴۲ حسام الحرمین و فتاویٰ افریقہ صـ ۱۰۹ منجانب اہل سنۃ صـ ۱۲۲ وغیرہ۔

تیسری بات اس عبارت سے یہ معلوم ہوئی کہ اس دعاء بعد نماز جنازہ کے حرام ہونے کا حکم نہ قرآن میں ہے نہ رسول کی زبان فیض ترجمان سے ہے۔ تو پھر آپ کیوں یہ ثابت نہیں کرتے کہ قرآن حکیم اور رسولؐ کی زبان وحی ترجمان سے حلال ہے اگر تم اس دعاء کو قرآن حکیم اور حضورؐ کی سنت اور صحیح صریح حدیث سے یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ یہ دعاء حلال جائز مستحب ہے تو پھر فقہاء نے جو کچھ اس دعاء کے بارے میں فرمایا ہے وہ ٹھیک ہے بالکل درست ہے اور اصول فقہ کے عین مطابق ہے۔ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ السکوت فی موضع بیان. بیان للنفی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں بے شمار جنازے ہوئے، تابعین تبع تابعین کے زمانوں میں بھی اکثر جنازے ہوتے رہتے تھے لیکن نہ حضور نے اس دعاء کا ذکر کیا نہ صحابہ نے نہ تابعین تبع تابعین نہ ائمہ مجتہدین میں سے کسی نے اس کو سنت کہا یا مستحب قرار دیا۔ تو اس دعاء پر تمام بزرگوں کا سکوت اور خموشی ہی اس کے مکروہ اور بدعت ہونے کی علامت ہے۔ اس کے علاوہ اس دعاء کے حلال ہونے کا ذکر تو قرآن پاک میں موجود نہیں لیکن اس کے برعکس اس کے زاید از سنت ہونے کا ذکر قرآن حکیم میں بطریق اشارۃ النص موجود ہے وہ یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منافقین کے جنازے سے روک دیا اور فرمایا۔

لاتصل علی احد منهم مات ابدًا ولا تقم علی قبره۔	اے نبیؐ نماز جنازہ تم ان میں سے کسی ایک پر نہ پڑھو جو مرجائے کبھی بھی اور اس کی

قبر پر دعا کے لئے کھڑے ہو۔

اس آیت شریفہ میں دو چیزوں سے حضور علیہ السلام کو روک دیا گیا۔ منافقین پر نماز جنازہ نہ پڑھنا اور قبر پر کھڑے ہو کر دعا نہ مانگنا۔ اسی آیت سے بطریق اشارۃ النص ثابت ہو گیا کہ حضور ؑ کی عادت مبارکہ مومنین کے جنازہ میں یہی تھی کہ مومن کے جنازہ پر آپ نماز پڑھا کرتے تھے اور ان کی قبروں پر کھڑے ہو کر دعا مانگا کرتے تھے تیسری کوئی دعا قبل از دفن نہ حضور نے مانگی نہ صحابہ تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین نے بعد نماز جنازہ کے پڑھی اور نہ اس کو مستحب قرار دیا۔ اسی اصل سے فقہاء نے یہ فتویٰ دے دیا ہے کہ اس سے شریعت ساکت ہے لہذا یہ مکروہ اور بدعت ہے۔ اور اس آیت سے نماز جنازہ بطریق اشارۃ النص مومنین کیلئے جنازہ پڑھنا ثابت ہوا، اور دعا بھی قبر پر کھڑے ہو کر مانگنی ثابت ہو گئی۔ اس سے تیسری دعا بعد از نماز جنازہ قبل از دفن ثابت نہ ہوئی جس سے یہ معلوم ہو گیا کہ یہ دعا زاید از سنت ہے فقہاء نے اس کو بشبہ الزیادہ فرما کر منع کر دیا کیونکہ قرآن حکیم بھی اس سے ساکت ہے۔ قرآن کریم میں نماز جنازہ کے متعلق اور کوئی آیت نہیں جس سے عبارتاً یہ نماز ثابت ہو سکے۔

سُنّت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ

تحقیق الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ کے صفحہ ۱۰-۱۸-۱۹ پر فرض۔ واجب۔ سنت مؤکدہ۔ غیر مؤکدہ کی تعریف کتب فقہ سے بالتصریح لکھی جا چکی ہے، دوبارہ لکھنے کی حاجت نہیں۔ ماسٹر شبیر صاحب نے تھوڑا سا اس میں اختلاف کیا ہے باقی ان کو سب کچھ تسلیم ہے وہ اختلاف یہ ہے انہوں نے لکھا ہے کہ تحقیق الدعا۔ میں "سنت غیر مؤکدہ کو مستحب اور مندوب کی جگہ دے دی ہے جو سراسر غلط ہے"۔ اس میں غیر مؤکدہ کی تعریف ماسٹر صاحب نے یہ لکھی ہے کہ اس کے ترک پر وعید عذاب نہ سمجھے اور مستحب کے ترک پر ناپسندی نہ ہو بلکہ اس کا ترک پسندیدہ ہو۔ اسی بیان سے معلوم ہوا، غیر مؤکدہ اور مستحبات میں حد مشترک ترک کرنا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس طرح ان کے پڑھنے یا کرنے میں ثواب کی امید ہے، اسی طرح ان کے ترک کرنے میں بھی ثواب کی امید ہے کیوں کہ ان کا ترک کرنا بھی سنت ہی ہے اور اس پر کچھ عذاب یا ملامت نہیں۔ اور سنت مؤکدہ کی تعریف ماسٹر صاحب نے یہ کی ہے کہ جس کو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیشہ کیا ہو اور بیان جواز کے لیے کبھی ترک بھی کر دیا ہو۔ مطلب اس کا یہ نکلا کہ اس کا ترک کرنا جائز ہے، پھر اس کے بعد آپ نے یہ نہیں لکھا کہ اس سنت مؤکدہ کی قضاء بھی تارک سنت پر لازم ہے یا نہیں۔

میں نے حوالے فقہ کی پرانی کتابوں سے دیئے تھے مثلاً بحر الرائق اور اشعۃ اللمعات شامی جلد اول نور الانوار وغیرہ سے۔ اور آپ نے حوالہ بہاری شریعت کا دیا جو ہمارے مسلمات میں سے نہیں۔ اور بہار کی طرح وہ آتی جاتی اولتی بدلتی رہتی ہے اور اس میں کفر کے فتوے بھی لگائے گئے ہیں اور بدعت کی بھی مجوزہ ہے۔

ماسٹر صاحب نے بدعت اور اس کے اقسام کے ماتحت لکھا ہے۔ بدعت کا لفظ تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے (۱) نیا کام جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم کی حیات طاہرہ کے بعد ایجاد ہو (۲) وہ خلاف سنت کام جس سے کسی سنت کا خاتمہ ہو جائے۔ (۳) برے عقاید جو بعد میں پیدا ہوئے۔

ماسٹر صاحب نے ۱ میں کہا ہے۔ نیا کام جو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طاہرہ کے بعد ایجاد ہو۔ ماسٹر صاحب بدعت لغوی اور بدعت شرعی میں تمیز نہیں کر سکے۔ بدعت لغوی کے اعتبار سے ہر نئی چیز کو بدعت (نو ایجاد) کہا جاتا ہے اور بدعت شرعی وہ ہوتی ہے جو حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت نہ ہو، اور نہ اس کا شریعت میں ثبوت قرآن وسنت میں مل سکے اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسے اپنے درایت وتفقہ سے قرآن وسنت سے جاری فرمایا ہو، اور نہ ائمہ فقہاء نے اسے قرآن وسنت سے استنباط کیا ہو وہ بدعت ہوگا۔ اور جو صحابہؓ اور تابعینؒ وتبع تابعینؒ کے مشہود لہا بالخیر کے عہد میں پایا جائے کا وہ بدعت نہیں ہوگا۔ ان کاموں کو اگر نعمت البدعۃ اور بدعت حدیٰ کہا گیا ہے تو وہ صرف لغۃ کے اعتبار سے کہا گیا ہے اس کو شرعی بدعت نہیں کہا جائے گا. جیسا کہ ماسٹر صاحب نے بھی یہ لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضہ کے عہد میں حضرت عثمانؓ کے حکم سے جمعہ کے روز پہلی اذان جاری ہوئی۔ حضرت ابوبکر رضہ کے زمانہ میں (جمع قرآن) ہوا، حضرت عمر رضہ کے حکم سے تراویح با جماعت شروع کر کے فرمایا نعمت البدعۃ۔ ان چیزوں کو بدعت کہا تو صرف لغۃً کے اعتبار سے کہا گیا۔ ورنہ بفرمان نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیش نظر یہ سنت مؤکدہ ہے جو انہوں نے قرآن وسنت کے اندر جو مفہوم خفی تھا اس کو درایت وتفقہ فی الدین کے ملکۂ خاصہ سے جو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے خصوصاً حضرات خلفاء راشدین کو اللہ تعالیٰ نے ودیعت فرمایا تھا اور جو کام انہوں نے اس وقت قرآن وسنت سے سمجھا اس کو جاری فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی تائید فرمائی، اور حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے بھی ان کی شہادت ملی۔ اے مسلمانو!

علیکم بسنتی وسنة خلفاء الراشدین۔

تم میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو اور خوب مضبوط داڑھوں سے پکڑو۔

اس ارشاد نبوی سے یہ حکم ثابت ہے کہ خلفاء راشدین کی سنت بھی بہ فرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عین سنت ہے۔ چنانچہ یہی تین باتیں پہلی جمعہ کی اذان کی قرآن مجید کا جمع کرنا اور تراویح باجماعت کرنا۔ تمام امت کے ہر فریق نے قبول کیا، اور آج تک مسلم قوم اس پر عامل ہے کسی نے اس سے تخلف نہیں کیا۔

ماسٹر صاحب نے اس کے بعد ایک حدیث بھی لکھی ہے۔ اور وہ حدیث بدعت حسنہ کے جواز میں لکھی ہے کہتے ہیں کہ بدعت دو قسم کی ہے (۱) ایک بدعت حسنہ۔ یعنی ایسے اچھے کام کا اجراء جس میں نیکی کی تبلیغ ہو۔

من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها۔

جو شخص اسلام میں سنۃ حسنۃ جاری کرے اس کو اس کا اجر ملے گا اور جو اس سنۃ حسنہ پر عمل کرے گا اس کا بھی اجر ملے گا۔

اب ماسٹر صاحب بھی غور کریں اور حافظ محمد سعید صاحب بھی اور دیگر حضرات ناظرین بھی خوب بصیرت اور اپنی نظر غائر سے دیکھ لیں کہ ماسٹر صاحب نے کیا کچھ لکھا ہے اوپر ماسٹر صاحب نے لکھا ہے ایک بدعت حسنہ ہے اُس تائید میں یہ حدیث مشکوٰۃ سے نقل کردی ہے اور حدیث میں سنۃ حسنہ وارد ہے کیا سنۃ حسنہ کو بدعت حسنہ کہا جا سکتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ ماسٹر صاحب کے ہوش وحواس بجا نہیں ہیں۔ میں اس حدیث کا جو مفہوم ہے وہ اپنی طرف سے بیان نہیں کرتا بلکہ اس طریق سے کرتا ہوں کہ قرآن کریم کی آیات کی تفسیر بعض آیات سے ہوتی ہے اسی طرح حدیث شریف کی تفسیر اور شرح بھی دوسری احادیث سے معلوم ہو جاتی ہے۔

قال النبیؐ من احیٰی سنة من سنتی قد امیتت بعدی فان له الاجر مثل اجور من عمل بها من غیر ان ینقص من اجورهم شیئا ومن ابتدعؑ

جو شخص زندہ کرے سنت میری کو بعد مرنے اس کے بعد میرے پس تحقیق اس کے لئے اجر ہوگا مثل اس کے اجر کے جو اس پر عمل کرے بغیر اس کے کہ کم کیا جائے ان کے اجر سے کچھ اور جو شخص بدعت جاری

بدعة ضلالة لا يرضاها الله ورسوله كان عليه من الاثم مثل آثام من عمل بها من عمل بها من غيران ينقص ذالك من اوزارهم شيئا رواه الترمذی وابن ماجه۔

کرے بدعت ضلالہ جس کو اللہ پسند نہیں کرتا نہ اس کا رسول ہوگا اس پر گناہ اس کے گناہوں سے جو عمل کرے اس پر بغیر اس کے کہ کم کیا جائے اس سے ان کے بوجھوں کو کچھ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے مشکوٰۃ صفحہ ۳۰۔

یعنی نبی علیہ السلام کی سنت جو مرور زمانہ یا نادانی اور بے علمی کی وجہ سے بالکل مٹ جائے اور لوگوں کو بالکل فراموش ہو جائے اس پر عمل کوئی نہ کرتا ہو اس وقت اس کی اشاعت کرنی اور وعظ نصیحت سے اس کو جاری کرنا ہی اس کا احیاء ہے یہ مراد نہیں کہ سنۃ حسنہ رسول اللہ صلے اللہ کے زمانۂ ظاہری حیات کے بعد جاری کی جانے والی سنۃ حسنہ ہوگی۔ ماسٹر صاحب نے خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم کا ذکر تک نہیں کیا اور صرف حضور؏ کی ظاہری حیات کے بعد جو کام صحابہ رضؓ نے جاری کئے ان کو بھی بدعت حسنہ کی مد میں لے آئے حالانکہ ہم قرونِ ثلاثہ خیر امۃ کو اور خلفاء راشدینؓ کو یہ مرتبہ دیتے ہیں کہ ان کی سنت بھی سنت رسول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سمجھتے اور اس کو بدعت حسنہ کا نام نہیں دیتے کیونکہ ہم اس کو صحابہؓ کی شان میں گستاخی اور بے ادبی خیال کرتے ہیں۔ صحابہ رضؓ سب عدول تھے ان کی تعریف و مناقب سے قرآن حکیم اور احادیث نبویہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھرے پڑے ہیں۔ اگر صحابہؓ نے ایسے کاموں کو نعمت البدعۃ اور بدعۃ ہدیٰ کہا ہے تو وہ صرف لغت کے اعتبار سے کہا ہے ورنہ شریعت کی رو سے بدعت کی تعریف یہ ہوگی جو ہم نے تحقیق الدعا بحوالہ فقہاء کرام لکھ دی ہے۔ اب اس حدیث کا ترجمہ جو ماسٹر صاحب نے پیش کی ہے۔

من سن سنة حسنة فله اجره واجر من عمل بها۔

یعنی جس نے سنۃ حسنہ (حضورؐ کی سنت) جاری کی اس کو اجر ملے گا اور جو اس پر عمل کرے گا اس کے اجر سے بھی اس کو ملیگا۔

بات بالکل واضح اور صاف ہو گئی اور کوئی الجھن باقی نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو کام بھی تم لوگ شرع میں اچھا یا برا داخل کر لو وہی بدعت حسنہ کی تعریف میں شمار ہو کر سنت اصلیہ یا سنت صحابہ رضؓ ہو جائے۔

پھر ماسٹر صاحب نے دوسری حدیث نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں من سن فی الاسلام سنة سيئةً فعليه وزرها ووزر من عمل بها۔ یعنی جس نے کوئی سنت سیئہ اسلام کے اندر داخل کر کے اس کو جاری کیا اس کو اس کی سزا ملے گی اور جو اس پر عمل کرے گا اس کی سزا سے اس کو سزا ملے گی۔ اس حدیث سے بھی یہ ثابت ہوا کہ سنت حسنہ کے مقابل یا اس کی ضد ہو تو بدعت ضلالہ ہی ہوگی وہ اگر تمہارے جیسے لوگوں کو بھلی اور محبوبہ بھی نظر آتی ہو وہ اللہ اور رسول کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے جیسا کہ ان دونوں حدیثوں سے پہلے ہم ایک حدیث نقل کر چکے ہیں۔ ماسٹر صاحب یہ ایک چور دروازہ ہے جس کے ذریعے ہزارہا بدعتیں اور محدثات اسلام کے اندر داخل ہو رہی ہیں اور نام ان کا رکھ دیا گیا۔ میلاد شریف، ختم شریف۔ گیارھویں شریف۔ عرس شریف۔ کیلیاں والہ شریف وغیرہ یہ پتہ نہیں چلا کہ ماسٹر صاحب نے دعاء بعد نماز جنازہ کی دعاء کو کیوں شریف سے آزاد کر دیا ہے۔ شاید اس میں شرافت کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔

اس کے بعد ماسٹر صاحب دوسرے نمبر پہ بدعت کی قسم یہ بیان کی ہے وہ خلاف سنت کام جس سے کسی سنت کا خاتمہ ہو جائے۔" ماسٹر صاحب ہم بقول امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ہر بدعت کو رافع سنت کہتے ہیں وہ بدعت بھلی ہو یا بری اگر وہ بری ہے تو وہ خود بری اور مخالف قرآن و سنت کے ہے اور اگر تم کو وہ حسنہ اور محبوبہ نظر آتی ہے تو پھر بھی رافع سنت ضرور ہوگی۔ اس سے ہر مومن کو پرہیز لازم ہے اور یہی حضور علیہ السلام کا حکم ہے کہ امور محدثات سے بچو کیوں کہ یہ شر الامور ہیں۔ اور جو شر الامور کو حسنہ کہتا ہو یا کہتا رہے تو پھر وہ بدعت اعتقادی میں

گرفتار ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ جس کو حضور نے سب سے بُرا کام فرمادیا ہو اس کو حسنہ اور احسن یقین کر لینا اور عقیدۂ حسنہ کہنا سراسر بدعت اعتقادیہ بن جائے گی جس کا تم ہم کو الزام دے رہے ہو۔ تیسرے نمبر پر ماسٹر صاحب نے یہی فرمایا ہے بڑے عقاید جو بعد میں پیدا ہوتے ہیں وہ اس قسم کی بدعت ہیں۔ ماسٹر صاحب نے لکھا ہے کہ یہ بدعت سیئہ کی بدترین شاخ ہے اور جس کا اسلام سے دور کا تعلق نہیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔ جبریہ۔ قدریہ۔ مرجیہ۔ چکڑالوی۔ وہابی۔ دیوبندی وغیرہ عقائد بدعت اعتقادیہ ہیں۔

اب صاحب انصاف حضرات دیکھ سکتے ہیں کہ دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ دوسرے لوگ ان بریلیوں پر تکفیر کی مشین گنیں چلاتے ہیں اور خود یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہم ہیں درویش اور بگلہ بھگت ہم تو کسی پر کفر شرک کی مشین گنیں نہیں چلاتے۔ اجی ماسٹر صاحب اگر آپ عقائد کی طرف آتے ہیں تو پھر میں یہ ثابت کر دوں گا کہ آپ نے قرآن حکیم اور سنت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخت ترین مخالفت کی ہے اور کسی متشابہ آیت کی نہیں بلکہ محکم آیات کی اور احادیث صحیحہ متواترہ کی۔ جس کی وجہ سے آپ پر اس سے بڑھ کر فتوے کفر و شرک کے عائد ہوتے ہیں۔ آپ نے ان فرقوں کو خود کہا ہے کہ ان کا اسلام سے دور کا تعلق نہیں میں کہتا ہوں کہ سنت اور بدعت کا جھگڑا تھا آپ نے عقاید کی بحث شروع کر دی خیر کوئی بات نہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں، اگر مرزائی قادیانی ایک آیت کا انکار کریں یا ایک مسئلہ کا کفر کریں جو ثابت بالقرآن والحدیث ہو تو وہ کافر قرار پائیں اور آپنے قرآن مجید کی اکثر آیات اور اسی طرح احادیث نبویہ کا صریح انکار کیا ہے تو آپ کافر نہ ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنا کفر نظر نہیں آتا، دوسرے آدمیوں کے حسنات اور اعمال خیر اور عقائد صحیحہ کو بھی آپ کفر کے رنگ میں دیکھتے ہیں یہ آپ کی نظر اور بصیرت کا قصور ہے۔ آپ بھی مرزائیوں کی طرح قرآن اور ختم نبوت کے منکر شیعہ اور خوارج کی طرح صحابہ کے دشمن اور آپ کے تمام ساتھی اسی طرح منکر ہیں جیسے وہ منکر ہیں، یہ

فرقے بریلوی خانی۔ رضائی بہائی نوری کیلانی وغیرہ، سب ایک ہی ڈھب کے ہیں ان میں کوئی فرق نہیں۔ ان کا طرز عمل قرآن سنت کے خلاف۔ مجدد صاحب اور نقشبندیوں کے خلاف صرف نام کا ٹائیٹل لگا رکھا ہے۔ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ نہ آپ حنفی ہیں نہ اہل سنت والجماعت اگر آپ حنفی اور اہل سنت ہوتے تو فقہاء کرام کی جو تصریحات ہیں ان کو صحیح مانتے ہوئے ان پر عمل پیرا ہو جاتے۔ اور اس دعاء بعد از نماز جنازہ کو زیادت علی السنۃ۔ مکروہ اور بدعت عقیدۂ یقین کر لیتے۔ کیونکہ اس دعاء یا تمام بدعات سے ضرور استخفاف سنت یا کسی سنت کا یا اکثر سنن کا ارتفاع ضرور لازماً ہوتا ہے اور مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کی بات بالکل بجا ہے کہ اس میں نہ نور ہے نہ ضیاء۔ نہ شفاء ہے نہ کسی داء کی دوا۔ اور یہ بدعت بقول ان کے سنت کی ضد ہے۔

ماسٹر صاحب نے یہ بھی دعویٰ کیا بدعت ضلالہ یا بدعت سیئہ سے بدعت اعتقادیہ مراد ہے اس کے بعد تین حدیثیں نقل کی ہیں جو قدریہ فرقہ کے بارے میں حضور نے فرمائی ہیں۔ القدریہ مجوس ہذہ الامۃ اور لا تجالسوھم۔ یعنی اہل سنت والجماعت حنفی المذہب کو قدریہ قرار دے کر یہ کہا آج کل کے نئے عقیدے یعنی وہابی دیوبندی وغیرہ سب بدعت اعتقادیہ ہیں۔

ہم ماسٹر صاحب اور ان کے اساتذہ اور ان کے پیروں سے دریافت کرتے ہیں کہ آپ اس دعاء بعد نماز جنازہ پر اتنا اصرار کرتے ہیں اور اس کو بدعت حسنہ اور بدعت ہدیٰ قرار دینے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ تو کیا آپ اس کو فرض، واجب سمجھتے ہیں یا اس سے بھی کوئی اونچی چیز سمجھ بیٹھے ہیں جس پر اتنا ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے آپ کا حق تو یہ تھا کہ کوئی صریح آیت یا صریح حدیث اس دعاء کے جواز پر پیش کرتے یا ائمہ فقہاء کی کوئی تصریح پیش کرتے۔ لیکن ماسٹر صاحب! آپ نے اس کے خلاف عمومی آیات سے اور حدیث کی تاویلات غلط کر کے اس دعا کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے یہ استدلال آپ کے پائے چوبیں اور تار عنکبوت کی طرح بالکل بودے

اور بے حقیقت ہیں۔

ماسٹر صاحب نے اقسام بدعت بیان کرتے ہوئے اس کی دو قسمیں لکھی ہیں (۱) بدعت حسنہ (۲) بدعت سیئہ۔ پھر اس نماز جنازہ کے بعد کی دعاء کو بدعت مستحب قرار دیا ہے۔ میں اس کے جواب میں یہ کہتا ہوں کہ اگر یہ دعاء بدعت مستحب ہے تو آپ اس دعاء کے مستحب ہونے کا کوئی ثبوت حضور علیہ السلام سے صحابہ تابعین تبع تابعین کے اقوال سے اور اس کے بعد ائمہ محدثین اور فقہاء احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کی تصریحات سے ثبوت مہیا کریں۔ جب اس کے مستحب ہونے کا ثبوت آپ کے پاس تیرہ صدیوں تک کے فقہاء کا کوئی قول کوئی تصریح نہیں ہے، اوائل صدی چودھویں میں مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے اس بدعت کو اجاگر کیا ورنہ اس کے قبل اس کا وجود تک نہ تھا۔ اور اگر کوئی وجود اور ثبوت ہے یا تھا تو تم اس کو کیوں نہیں پیش کرتے۔ میں نے تحقیق الدعاء جب لکھی تھی اس وقت بھی اور اب بھی وہی ثبوت موڑ توڑ کر پیش کئے جا رہے ہیں جن کا اس دعاء سے دور کا تعلق نہیں ہے۔ اور یہ کتاب تحقیق الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ ۲۹۔ شوال المکرم سنہ ۱۳۷۶ھ میں لکھی گئی تھی اس کو منصۂ شہود پر آئے چوبیس پچیس سال ہو گئے ہیں۔ لیکن آج تک اس کو کسی نے فرض واجب اور سنت و مستحب ثابت نہیں کیا اور میں علےٰ وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ سنہ ۱۹۲۰ تک ان کے عالموں کے پاس بھی اس کے جواز کی کوئی دلیل نہ تھی۔ پھر اس کے بعد آہستہ آہستہ تدریجی صورت میں اس نماز جنازہ کے بعد کی دعاء کو قرآن و سنت سے ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی۔ اب یہ فرقہ بریلویہ کہتا ہے کہ قرآن حکیم میں دعا کرنے کا حکم موجود ہے ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں دعائیں مانگنے کا حکم موجود ہے اور دعاء مانگنا عبادت کا مغز ہے اور دعاء ہی عبادت ہے۔ لیکن پھر یہ سوال قدرتی طور پر پیدا ہوتا ہے کہ آخر نماز جنازہ جو دعاء للمیت ہے۔ اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے اس دعاء کا خاص حکم فرمایا ہے۔ اور حضور نبی کریم علیہ السلام نے بھی اس دعاء کا ارشاد فرمایا اور اپنی زندگی میں کئی جنازے پڑھے اور پڑھائے

رہے تو اب یہ دعاء نماز جنازہ چودھویں صدی میں دعاء ہی نہیں رہی، اور اس کے بعد کسی اور دعاء کا پیوند لگانا ضروری سمجھتے ہو۔ اور اگر آپ سچے ہیں تو چودھویں صدی سے قبل کی تمام فقہ کی کتابوں سے اس کے سنت یا مستحب ہونے کا یا بالآخر بدعت حسنہ ہونے کا ثبوت پیش کیجئے۔ ھاتوا برھانکم۔

میرے پاس ایک فتویٰ کی نقل فوٹوسٹیٹ کاپی کی صورت میں ہے۔ اس کی عبارت یہ ہے۔

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے متعلق کہ زید حج کو جا رہا ہے اور وہ سنی۔ حنفی بریلوی مسلک سے تعلق رکھتا ہے اس نے حج اور مدینہ پاک کی حاضری کے مسائل علماء سے سیکھنے شروع کئے۔ ایک عالم یہ فرماتے ہیں کہ حرمین کی حاضری کے دوران بیت اللہ شریف اور مدینہ پاک میں جماعت سے نماز نہ پڑھنا۔ اس لئے کہ وہاں کے امام سنی بریلوی نہیں اور نہ ہی اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے مسلک سے تعلق رکھتے ہیں ان کے پیچھے نماز بالکل نہیں ہوتی۔ لہٰذا نماز علیحدہ ہی پڑھنا اور دوسرے عالم فرماتے ہیں کہ حتی الامکان کوشش جدا نماز پڑھنے کی کرنا۔ کیوں کہ وہ امام وہابی گستاخ ہیں۔ اگر مجبوراً نماز ان کے پیچھے پڑھنی پڑ جائے تو ہو جائے گی۔ براہِ کرم آپ با دلیل واضح فرمائیں کہ زید (یعنی بندہ خود) حج پر جا رہا ہے۔ نماز کیسے ادا کرے۔ فتویٰ سے ذرا جلد نوازیں کیوں کہ بندہ خود حج پر جا رہا ہے فقط۔

الجواب:۔ ھو الموفق للصواب۔ حرمین شریفین خلدہما اللہ تعالیٰ کے امام غیر مقلد نجدی ہیں۔ لہٰذا ان کے علاوہ سنی علماء جو دوسرے ملکوں سے حج کے لئے جاتے ہیں اکثر اپنی جماعت علیحدہ کراتے ہیں لہٰذا وہاں کوشش کرنا کہ اہل سنت کا کوئی گروہ مل جائے تو ان کے ساتھ جماعت سے پڑھتے رہیں۔ اگر کوئی سنی امام نہ ملے تو پھر اکیلا فریضہ بغیر جماعت ادا کرتے رہنا۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم۔

ابو الخلیل غفرلہ خادم الافتاء جامعہ رضویہ فیصل آباد　　　عبد الرسول ہاشمی مکان ۲۶

ناظرین یہ فتویٰ دے گئے اسی قسم کے کئی فتوے انہوں نے چھپوائے ہیں۔ حرمین شریفین جہاں تمام مومنین کی چاہے وہ کسی ملک میں رہنے والے ہوں۔ سب کی ان کے دیدار سے آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں وہاں کے لوگ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ بہت ہی خوش نصیب ہیں جنہیں دیار حبیب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور بیت اللہ شریف کی زیارت اور حج ہمیشہ حاصل ہوتا رہتا ہے ان پاک لوگوں کے بارے میں جن کو ہر سال حاجیوں کی کثیر تعداد میں امامت کا شرف حاصل ہے ان کے بارے میں بھی ان کے دلوں میں کتنا زہر بھرا ہوا ہے۔ پھر یہ فقرہ نہایت قابل غور ہے کہ "وہاں کے امام بریلوی نہیں اور نہ ہی اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے مسلک سے تعلق رکھتے ہیں"۔ ماسٹر صاحب اس فتوئے کے اور تمہارے ہم مسلک علماء کے رو سے صرف بریلی ہی سے اسلام اٹھا ہے اور اس سے قبل اسلام کا دین ہی نہیں تھا گیا۔ آپ کے آباؤ اجداد اور آپ کے پیر و مرشد کے آباء و اجداد سب بریلوی تھے اور فقہاء کرام بھی بریلوی ہی تھے مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ پیر نور حسن شاہ صاحب اور میاں شیر محمد صاحب بریلوی نہ تھے بریلوی مذہب میں اگر جنم لیا ہے یا اس میں داخلہ لیا ہے تو ماسٹر شبیر حسین نے اور اس کے ماسٹران برادر نے لیا ہے۔ اور آپ نے تو ان بزرگوں کی بھی گستاخی کر دی اور ان پر کفر کے فتوے لگائے جو آپ کے مرشدوں کے بھی مرشد تھے یعنی تمہارے دادا پڑ دادا پیر جن کا نام نامی میاں شیر محمد صاحب شرقپوری ہے۔ انہوں نے بروایت صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری زیر عنوان "دیوبند میں چار نوری وجود" فرمایا۔

مولانا مولوی انور علی شاہ صاحب صدر مدرس مدرسہ دیوبند ہمراہ مولوی احمد علی صاحب مہاجر لاہوری شرقپور شریف حاضر ہوئے اور حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کو بڑی ارادت سے ملے۔ آپ ان سے کچھ باتیں کرتے رہے اور شاہ صاحب خاموش رہے پھر آپ نے مولانا انور علی شاہ کو بڑی عزت سے رخصت کیا، موٹر کے اڈے تک حضرت میاں صاحب خود سوار کرانے کے لئے ساتھ تشریف لائے۔ شاہ صاحب

نے میاں صاحب علیہ الرحمۃ سے کہا آپ میری کمر پر ہاتھ پھیر دیں آپ نے ویسا ہی کیا بعد ازاں آپ نے بندہ سے فرمایا۔ شاہ صاحب بڑے عالم ہو کر اور پھر میرے جیسے خاکسار سے فرما رہے تھے کہ کمر پر ہاتھ پھیر دیں اور حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ دیوبند میں چار نوری وجود ہیں ان میں سے ایک شاہ صاحب ہیں۔

(خزینہ معرفت المسمّٰی بہ تذکرہ عاشق ربانی شیر یزدانی ص۳۸۴)

ماسٹر صاحب خود سوچ لیں کہ ان کے دادا پیر تو صدر مدرس دیوبند کی عزت افزائی فرما رہے ہیں اور اڈے تک ان کو رخصت بھی کرنے جا رہے ہیں اور اپنی زبان سے یہ فرماتے ہیں کہ دیوبند میں چار نوری وجود ہیں ان میں سے ایک مولانا انور علی شاہ صاحب ہیں۔ ماسٹر صاحب! آپ ہیں اور آپ کے ہم مسلک سب ان بزرگوں پر کفر کے فتوے لگا رہے ہیں۔ اور جو امام حرمین شریفین کے ہیں ان کے پیچھے آپ کی نماز نہیں ہوتی اور تمہارے ہم مشرب یہ کہتے ہیں کہ وہ چونکہ بریلوی نہیں اور مولوی احمد رضا خاں کے مسلک میں نہیں اس لئے ہم نماز ان کے پیچھے نہیں پڑھتے۔

ایک اور لطیفہ بھی سنتے جاتیے احمد رضا خاں صاحب کے والد مولانا نقی احمد صاحب مرحوم لکھتے ہیں "کہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی علماء دین اور مومنین صادقین میں سے ہیں"۔

تحفۃ المقلدین ص۱۰۱ مطبوعہ صبح صادق سیتاپور

مولوی احمد رضا خاں صاحب کا فتویٰ:-

مسئلہ ۵۷۔ کافر (دیوبندی) مرتد بتدع بد مذہب فاسق وغیرہ کہنا یا ایسے لوگوں کو ابتداءً سلام کہنا یا ان سے خندہ پیشانی پیش آنا۔ ہنسنا۔ بولنا تحائف روانہ کرنا یا ان کی ایسی تعظیم کرنا جائز ہے یا ناجائز وغیرہ وغیرہ۔

الجواب۔ ان لوگوں کو بے ضرورت و مجبوری سلام حرام قرآن عظیم میں لا تقعدوا معھم سے نہی صریح موجود اور حدیث میں ان سے خندہ پیشانی ملنے پر قلب سے نور ایمان نکل جانے کی وعید۔ افعال تعظیم مثل قیام تو اور سخت ہے۔ احکام شریعت ص۲۰۶ ج۲

ماسٹر صاحب اور ان کے تمام ہم مشرب یہ خود اندازہ کرلیں کہ میاں شیر محمد صاحب مرحوم اور مولوی احمد رضا خاں کے والد تو دیوبندی علماء کی تعظیم کرتے ہیں اور چار نوری وجود کہتے ہیں لیکن خانصاحب ان سے ملنا اور سلام کہنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ اور ان کو کفر کے اور ارتداد کے فتوے لگا کر اپنا پیٹ بھرنا چاہتے ہیں۔ واقعی جاہل لوگوں میں وقار جہالت اور سفاہت سے ہی حاصل ہوتا ہے ؎

گرہمیں مکتب است وایں ملا　　کار طفلاں تمام خواہد شد

حقیقتِ دُعا

ماسٹر صاحب نے "حقیقت دعا ، قرآن سے" کے عنوان سے پانچ آیات قرآن کی لکھی ہیں اور ثبوت اس دعا ، نماز جنازہ کے بعد کا دے رہے ہیں۔ حقیقت الامر یہ ہے کہ ان کو خصوصی دعا ، نماز جنازہ کے بعد مانگنے کی کوئی آیت نہیں ملی اور ملتی کیسے جب کہ اس دعا ، کا وجود نہیں تھا۔ صرف نماز جنازہ جو دعا ، للمیت ہے اس کا ثبوت قرآن کریم میں موجود ہے یا قبر پر دعا ، کا ثبوت لا تقم علےٰ قبرہ سے اشارہ ملتا ہے۔ قرآن کریم میں جا بجا کئی پیغمبروں کی دعائیں منقول ہیں بعض دعائیں عام ہیں اور بعض خاص۔ بعض دعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو روک دیا ہے اور ہمیں بھی کئی دعاؤں سے روک دیا گیا ہے۔ ماسٹر صاحب نے یہ کہا ہے کہ جب کوئی دعا ، مانگے اس کی دعا مقبول ہو جاتی ہے میں کہتا ہوں کہ جب ماسٹر صاحب پیشاب پاخانہ بیٹھے ہوں اس حالت میں دعا کریں گے یا اس وقت دعا کرنے کا حکم ہے یا مشرکین کے لئے دعا ، کرنے سے نبی علیہ السلام کو اور تمام مؤمنین کو روک دیا گیا تو کیا اب ماسٹر صاحب مشرکین و منافقین کے لئے مانگیں گے دعا ، کے اوقات ہوتے ہیں اور محل ہوتے ہیں۔ ہر جگہ ہر حال اور ہر وقت دعائیں نہیں ہوتیں۔ کسی وقت دعا و ذکر کرنا حرام ہوتا ہے کسی وقت بدعت اور کسی وقت مکروہ مثلاً خطبے اور تلاوت قرآن کے وقت خاموشی رہنا اور سننا واجب ہے۔ ذکر کرنا تلاوت کرنا درست نہیں اور پھر

حضور نبی علیہ السلام کو منافقین پر نماز جنازہ پڑھنے اور قبر پر دعا ، کرنے سے روک دیا۔ قرآن پاک سورۃ توبہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ من بعد ما تبین لھم انھم اصحاب الجحیم وماکان استغفار ابراھیم لابیہ ان موعدۃ وعدھا ایاہ فلما تبین لہ انہ عدوا للہ تبرا منہ ان ابراھیم لاواہ حلیم۔ (سورہ توبہ)

نہیں لائق نبیؐ اور مومنین کے لئے کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا کریں اگرچہ وہ ان کے قرابت والے ہوں بعد اس کے کہ ظاہر ہو جائے کہ وہ دوزخ میں جانے والے ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کے لئے استغفار کرنا خاص وعدہ کی بنا پر جو انہوں نے باپ سے کیا تھا جب ان پر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے بیشک ابراہیمؑ زاری کرنے والے بردبار تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان فرمادیا کہ انہوں نے اپنے باپ کے حق میں دعا ، مغفرت فرمائی لیکن یہ دعا ، وہ پہلے وعدہ کی بنا پر کر چکے ہیں جب انہیں معلوم ہو گیا کہ باپ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے اور دعا ، بھی انہوں نے اس کے بعد بند کر دی۔ پھر اس دعا ، جنازہ میں جو جنازہ کے اندر مانگی جاتی ہے وہ بھی ایک جیسی نہیں مرد اور عورت اگر بالغ ہوں تو ان پر اللھم اغفر حیینا الخ پڑھی جاتی ہے اور چھوٹا لڑکا ہو یا چھوٹی لڑکی ہو تو ان کے لئے علیحدہ علیحدہ دعائیں حدیث کے اندر موجود ہیں وہ پڑھی جاتی ہیں۔ قرآن و حدیث کے اندر تو یہ آتا ہے دعا ، مانگو دعا ، بھی عبادت ہے اور دعا ، سے تکبر کرنا درست نہیں۔ لیکن اس کی شرح یا تفصیل تو احادیث نبویہ میں ہی مل سکتی ہے آپ ہی بتلایئے کہ وہ الفاظ کیا ہیں جو بعد نماز جنازہ کے دعا میں پڑھے جائیں کسی آیت یا حدیث سے ثابت کرو۔ دیکھو ہم تو جنازہ کے اندر کی دعا ، بھی وہی پڑھتے ہیں جو حضور علیہ السلام اور صحابہ سے ثابت

ہے ۔ اور قبر پر وہ دعا مانگتے جو شریعت میں ثابت ہے ۔ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق ہوتی ہے ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ۔

کان النبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت وقف علیہ فقال استغفروا لاخیکم ثم سلوا لہ التثبیت فانہ الآن یسئل مشکوۃ ۔ (رواہ ابو داؤد ع۲۶)

نبی علیہ السلام جب دفن میت سے فارغ ہو جاتے اس پر ٹھہرتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لئے مغفرت کی دعاء کرو پھر اس کے لئے تثبیت یعنی کلمۂ طیبہ پر ثابت رہنے کی دعا کیجئے کیوں کہ اس میت کو ابھی اس کا سوال کیا جائے گا ۔

اسی حدیث کے اندر جو لفظ تثبیت کا آیا ہے اس کا حاشیہ میں لکھا ہے اثبتہ اللہ تعالیٰ بالقول الثابت یا اللھم ثبتہ بالقول الثابت دعاء پڑھنی چاہیئے ۔ اس کی تائید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد قرآن پاک میں موجود ہے ۔ حضرت براء بن عازب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں ۔ فرمایا آپ نے مسلم کو جس وقت قبر میں سوال کیا جائے گا وہ گواہی دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور یہ قرآن کریم میں آیا ہے یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا والآخرۃ ۔ ترجمہ : "مضبوط کرتا ہے اللہ تعالیٰ مومنوں کے دلوں کو ساتھ کلمۂ شہادت کے دنیا و آخرت میں" تحقیق الدعا .

ے صفحہ ۹۱ پر درج ہے تو گویا قرآن کریم میں بھی اس کا مصداق موجود ہے ۔ اور اس کے صفحہ ۹۲ پر ردالمختار کے حوالہ سے یہ روایت بھی ہے کہ میت کے سر کی طرف کھڑے ہو کر سورۂ بقرہ کا شروع مفلحون تک پڑھا جائے اور پاؤں کی طرف قبر پر کھڑا ہو کر سورۂ بقرہ کا آخری رکوع پڑھا جائے اور ابن عمر رض اس کو مستحب فرماتے ہیں ۔

ماسٹر صاحب اگر آپ کے نزدیک یہ دعا واقعی مستحب ہے اور آپ کے قول کے مطابق بدعت حسنہ ہے تو آخر اس کا ثبوت قرآن حدیث اور فقہ، حنفیہ سے ہونا چاہیئے کہ وہ ائمہ فقہا یا صحابہ رض اس دعا کا وقت بعد از جنازہ قبل از دفن بتائیں، اور دعا کے

الفاظ بھی فرما دیں اس کے بعد اس کے فرض واجب سنت یا سنت کفایہ یا مستحب ہی اس دعاء بعد از نماز جنازہ کو کسی دلیل شرعی سے ثابت کریں ۔ یا کسی قرآن کی آیت یا حدیث سے اصول فقہ کے مطابق استنباط کریں، اور اس حدیث یا آیت کا حوالہ بھی ساتھ دیں تو پھر آپ کا مسئلہ بعد از نماز جنازہ کی دعا کا ثابت ہو جائے گا ورنہ صرف ماسٹر صاحب کا یا کسی اور چودھویں صدی کے ملانے کا اجتہاد اعتبار کے لائق نہیں حضور نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس نے وہ بات کہی جو میں نے نہیں فرمائی اس کا ٹھکانا جہنم میں ہوگا ۔ اگر کوئی صحیح روایت اس دعاء کے بارے میں ہوتی تو نہ صحابہ رض نے اس کو چھپا رکھنا تھا اور نہ فقہاء کرام نے ہی اس کو چھپانا تھا اور اگر کسی آیت و حدیث سے یا تعامل صحابہ کے اجماع سے یہ دعاء استنباط ہو سکتی تو پھر کیوں اس کو ظاہر نہ کرتے یہ آیات جو آپ پیش کر رہے ہیں اور یہ حدیثیں جو آپ بیان کر رہے ہیں سب اُن کی زیر نظر تھیں یہاں کسی نے اس دعاء کو فرض، واجب، سنت تو در کنار مستحب بھی نہیں کہا ۔ صحابہ کی بہت بڑی تعداد ائمہ فقہاء کی بہت کثیر جماعت میں سے کسی نے بھی اس کو مستحب نہیں فرمایا ۔ جس سے ثابت بالبداھت ہوتا ہے ۔ قرآن مجید، احادیث، اجماع و تعامل صحابہ رض فقہ ائمہ فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ سب اس دعاء سے ساکت ہیں ۔ اور یہی بات اس کے بدعت اور مکروہ ہونے کی پختہ دلیل ہے ۔ کسی کو جبر و اکراہ سے منوانا کسی کے بس کا روگ نہیں ۔

ماسٹر صاحب نے ایک اور بات بھی صفحہ ۴۵ پر لکھی ہے کہ ان آیات میں یا ان احکام میں کیا یہ پابندی بھی ہے کہ جنازہ کے قبل یا بعد دعاء نہ مانگی جائے ۔ ماسٹر صاحب اگر یہ پابندی نہیں تو یہ پابندی بھی ان آیات و احادیث میں نہیں کہ یہ دعاء ضرور نماز جنازہ کے بعد مانگنی چاہیئے اور اجتماع کے ساتھ یہ دعاء بھی ہونی چاہیئے اگر ان کی یہ دعاء بھی ثابت نہ ہو اور اس کا اجتماع بھی ثابت نہ ہو اور ممانعت بھی ثابت نہ ہو تو پھر یہ دعا مہمل ہوئی ۔ آپ نے صحیح اور صریح اس دعا کا ثبوت آج تک پیش نہیں کیا ۔ ہم نے تو فقہاء کی تصریح سے اس کو بدعت مکروہ ثابت کر دیا ہے ۔

آپ اس کے جواز پر کسی فقیہ کا قول پیش نہیں کر سکے کہ انہوں نے اس کو جائز اور مستحب قرار دیا ہو۔

اصل بحث دعاء بعد از جنازہ

ماسٹر صاحب نے لکھا ہے کہ یہاں تک تو جو آیات قرآنیہ و احادیث درج کی گئی ہیں وہ مطلقاً دعاء کے متعلق تھیں یعنی ان سے کوئی خاص دعاء ثابت نہیں ہو سکتی تھی۔ اب وہ احادیث پیش کی جاتی ہیں جن سے صریحاً دعاء بعد نماز جنازہ کا ثبوت ملتا ہے۔

اس کے بعد ماسٹر صاحب نے ایک حدیث نقل کی ہے وہ یہ ہے حدیث نمبر ا۔

عن ابی امامۃ قال قیل یارسول اللہ ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الاٰخر ودبر الصلوات المکتوبۃ۔

ابی امامہ کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ کونسی دعاء قبول ہوتی ہے فرمایا آخر رات کے اندر اور مکتوبات نمازوں کے بعد مشکوۃ

جواب۔ تحقیق الدعاء کے صفحہ ۸۱۔ ایڈیشن اول سے یہ بحث شروع ہوتی ہے اور صفحہ ۸۶ پر ختم ہوتی ہے۔ اس میں کچھ حدیثیں بھی نقل کر دی ہیں اور قرآن کریم کی آیت ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا۔ بیشک نماز مومنین پر وقت کی پابندی کے ساتھ لکھی ہوئی ہے۔ یعنی فرض عین بنا دی گئی ہے۔ عاقل کے لئے تو اشارہ کافی ہوتا ہے مگر جاہلوں کے لئے تو قرآن حکیم کے دلائل بھی کافی نہیں ہوتے۔ یہی آیت اس بات کی دلیل واضح ہے کہ نماز پنجگانہ فرض اور ان کے اوقات اللہ تعالیٰ کی مقرر ہیں اس لئے نماز پنجگانہ اور جمعہ کو فرض عین کہا جائے گا۔ باقی نمازوں کو فرض عین اور مکتوبہ نہیں کہا جائے گا۔ اسی کے ثبوت میں ایک اور حدیث نقل کر دی جاتی ہے۔

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ام سلیم کے گھر داخل ہوئے تو ام سلیم ان کے لئے مکھن اور کھجوریں لے آئیں تو آپ نے فرمایا کہ مکھن اور کھجوریں ان کے برتنوں میں ڈال دو میں روزہ سے ہوں پھر حضور کھڑے ہوئے۔ گھر کے ایک طرف ہیں اور آپ نے نماز پڑھی غیر مکتوبہ صحیح بخاری ص ۲۶۶ یعنی کوئی نماز پڑھی جو مکتوبہ یعنی فرض عین نہ تھی اس حدیث میں بھی یہ اشارہ ہے کہ نماز مکتوبہ تو مسجد میں پڑھی جاتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو لازماً مسجد میں پڑھا کرتے تھے۔ اور بقول تمہارے مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھنے کی وجہ تلویث ہے نہ کہ وقت کی پابندی کیا نماز مکتوبہ میں وقت کی پابندی نہیں ہے پانچوں نمازوں کے اوقات مقرر ہیں۔ جمعہ کا وقت مقرر ہے نماز پنجگانہ فرض عین ہے۔ اس کا چھوڑنا اور وقت پر نہ پڑھنا گناہ عظیم ہے کیا نماز جنازہ اگر کوئی نہ پڑھے تو اسے بھی فرض عین کے ترک جتنا گناہ ہوگا۔ پھر کتب علیکم الصیام تم خود لکھ رہے ہو کیا اس کا مہینہ رمضان شریف کا مقرر نہیں ہے۔ اور اس کے علاوہ تمام حدیث کی کتابوں میں فرائض کا واجبات و سنن اور نوافل کا ذکر ہے۔ دوسری نمازوں کے بعد ذکر و دعاء کا کوئی باب نہیں۔ جب فرائض پنجگانہ کا ذکر احادیث میں آتا ہے تو اس کے بعد ذکر و دعا کا باب لکھا جاتا ہے گویا محدثین کے نزدیک بھی یہ نماز مکتوبہ نہیں۔ اگر نماز جنازہ مکتوبہ ہوتی اور اس کے بعد ضرور بعد نماز جنازہ کے دعا کرنے کا ذکر ہوتا۔

اسی طرح فقہاء کرام کے نزدیک بھی یہ نماز مکتوبہ نہیں جیسا کہ تحقیق الدعاء کے صفحہ ۸۲ اور ۸۳ پر حضرت ابوالدرداء کی روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے خلیل حضرت محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ تم اللہ کا شریک کسی کو نہ بنانا اگر تم کاٹے جاؤ جلائے جاؤ اور تم نماز مکتوبہ کو عمداً ترک نہ کرنا ورنہ اللہ کا عہد تم سے اٹھا لیا جائے گا۔ اور صاحب ہدایہ کی تصریح بھی یہی ہے لانہ بنی لاداء المکتوبات کیونکہ مسجدوں کو نماز مکتوبہ کے لئے بنایا گیا ہے۔ نوافل اور سنن تو گھر پڑھنے کا زیادہ ثواب ہوتا ہے۔ تحقیق الدعاء کے صفحہ ۱۳ پر ایک روایت ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ تلوار گناہوں کو مٹانے والی ہے۔ اور نماز اس کے لئے سفارش اور دعا ہے۔

اسی طرح عنایہ میں ہدایہ کے اس قول پر الاتیان بالدعوات استغفار للمیت

کے تحت لکھا ہے۔ واشارۃ الی ان المقصود ھو الدعاء مطلب اس کا یہ ہے۔ دعائیں کرنا استغفار ہے میت کے لئے۔ اور اس میں اشارہ ہے کہ مقصودی چیز نماز جنازہ میں یہی دعاء ہے اگر اس میں دعاء نہ ہو تو جنازہ ہی نہیں اسی لئے اس جنازہ کی دعاء واجب ہے۔

علامہ سرخسی نے یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ یہ حقیقت میں نماز نہیں بلکہ وہ دعاء واستغفار میت کے لئے ہے اور اس میں طہارت اور استقبال قبلہ اس بات پر دلالت نہیں کرتے کہ یہ نماز ہے بعض الدعاء سے یہ عبارت پڑھ لی جائے۔ معاملہ بالکل صاف اور صریح ہے کوئی الجھن اس میں نہیں رہتی اور ہماری کج بحثی اور بے راہ روی کا علاج ہمارے پاس کوئی نہیں ہے۔

اب تم ذرا اپنی بھی کم فہمی اور کج روی صفحہ ۴۹ پر اپنی ہی کتاب اثبات الدعاء میں دیکھ لو آپ نے نماز جنازہ کو مکتوبہ ثابت کرنے کے لئے جو آیت لکھی ہے وہ یہ ہے وصل علیھم ان صلوتک سکن لھم۔ جس سے تم نے استدلال یہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ پوری اسلامی دنیا کا یہ عقیدہ ہے کہ نماز جنازہ فرض ہے اس کی فرضیت اس آیت سے ثابت ہے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے (آپ ان پر نماز پڑھا دیجئے بے شک آپ کا نماز پڑھانا ان کے لئے باعث سکون ہے ماسٹر صاحب نے اس آیت کا پہلا حصہ چھوڑ دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ماسٹر صاحب میں قرآن حکیم اور حدیث شریف میں خیانت کرنے کی اور حق کو چھپانے کی عادت مستمرہ ہے اور یہ کام اس لئے کیا ہے تاکہ حقیقت کھل کر سامنے نہ آجائے۔ ناظرین پوری آیۃ شریفہ پارہ ۱۱ رکوع ۲ میں اس طرح ہے۔

خذ من اموالھم صدقۃ	ان کے مالوں میں سے صدقہ کو ان کو پاک کرو
تطھرھم وتزکیھم وصل	اور ان کا تزکیہ کرو اور ان کے لئے دعا کرو
علیھم ان صلوتکم سکن	تمہاری دعاء ان کے لئے تسکین کا باعث
لھم۔	ہوگی۔

یہ آیت ہے جس کا ترجمہ لکھا گیا ہے اور ماسٹر صاحب نے اس آیت سے نماز جنازہ کو

مکتوبہ ثابت کرنے کے لئے پیش کیا ہے ناظرین اہل بصیرت خود سوچ لیں کہ حضور نبی کریم جن سے صدقہ یا زکوٰۃ وصول کرتے تھے وہ اسی وقت فوت ہو گئے تھے کہ ان پر فوراً نماز جنازہ پڑھنے کا حکم آگیا تھا۔ نماز جنازہ کی فرضیت اس آیت سے نہیں بلکہ اس آیت سے جو ہم سورۃ توبہ سے نقل کر چکے ہیں اس سے بھی اشارۃً ثابت ہوتی ہے جس آیت سے منافقین پر حضور نبی علیہ السلام کو نماز جنازہ پڑھنے سے روک دیا گیا تھا۔

زیر بحث آیت سے دعاء کرنے کا مفہوم واضح ہے صلوٰۃ کا لفظ دعاء کے لئے بھی مستعمل ہے جیسا کہ اس جگہ دعاء کے معنے میں استعمال ہوا ہے اور نماز کے لئے بھی جیسا کہ فصل لربک وانحر میں استعمال ہوا ہے، اور پھر حضور نبی کریم علیہ السلام پر درود بھیجنے اور پڑھنے کے لئے آتا ہے جیسا کہ یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما۔ میں یہی مفہوم ہے۔ اس آیت کو صرف ماسٹر صاحب نے فرضیت نماز جنازہ اور مکتوبہ ثابت کرنے کے لئے لکھ دیا ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہوس رانی اور اتباع ہوس نے ان کو اس بات پر آمادہ کیا ہے۔ اسی کا نام تحریف معنوی ہے۔

اسی صفحہ ۴۹ پر ماسٹر صاحب نے کتب علیکم الصیام کے معنی کئے ہیں۔ (تم پر روضے فرض کئے گئے) حالانکہ روزہ اور ہے اور روضہ اور ہے۔ ماسٹر صاحب کو ز-ض میں بھی تمیز نہ آئی۔ یہ ہے ماسٹر صاحب کی علمی قابلیت۔

ماسٹر صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ نماز کا مکتوب ہونا اور چیز ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مسجدوں میں اذانیں ہوتی ہیں اقامت ہوتی ہے اور مسجدوں کی گاؤں میں یا شہروں میں مرکزی حیثیت ہوتی ہے تاکہ شہر یا گاؤں کے لوگ مسجد میں جمع ہو کر ہر روز پنج گانہ اور جمعہ با جماعت ادا کر سکیں۔ فقہاء نے اس لئے فرمایا ہے کہ لانہ بنی لاداء المکتوبات کہ مسجد مکتوبات نمازوں کے ادا کرنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ مسجد میں جا کر نماز پڑھنا اور جماعت کے ساتھ اس کو ادا کرنا ایک تاکیدی حکم ہے، دوسری نمازوں کے لئے یہ شرط نہیں کہ ضرور وہ مسجدوں میں ادا کی جائیں۔ نماز عید بھی باہر مصلیٰ عیدگاہ وغیرہ میں نفل گھروں میں پڑھے جاتے ہیں اور نماز جنازہ باہر پڑھی جا سکتی ہیں اور اگر کوئی نفل سنن تہجد وغیرہ

مسجد میں پڑھے گا تو وہ نماز مکتوبہ کے بالتبع ہوں گی۔ مساجد تو مکتوبات کے لئے ہوں گی اور اس نماز کے لئے وہ بنائی گئی ہیں۔ ماسٹر صاحب آپ نے لکھا ہے نماز استسقاء کسوف خسوف باہر پڑھی جاتی ہیں ان کے بعد دعاء ہوتی ہے جنازہ کے بعد دعاء کا کیا قصور ہے؟ برخوردار ماسٹر یہ تمہارے دماغ کا قصور ہے کہ تم سب فقہاء کرام کے علی الرغم اس دعاء کا جواز ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہو کیا وہ فقیہ تم سے کم علم رکھتے تھے انہیں اس دعاء کے جواز کا احادیث اور آیات سے اس کا پتہ ہی نہ چل سکا۔ اور تم یہ غلط رویہ اختیار کرتے ہوئے آیات و حدیث میں غلط تاویل کر رہے ہو۔ لایقوم کے معنی آپ نے یہ معنی کئے ہیں نہ کھڑا ہو دعا کے لئے۔ اور پھر یہ بھی کہتے ہو کہ بیٹھ کر ہم دعاء مانگتے ہیں تاکہ نماز جنازہ پر زیادتی کا شبہ نہ ہو۔ عزیز من اس بات کو تم بھی اپنے رسالہ میں تسلیم کر چکے ہو کہ کھڑے ہو کر دعاء مانگنے سے زیادتی کا شبہ ہے اور پھر صفیں توڑ کر مانگنے کا ایک اور ڈھونگ کھڑا کیا ہے لا یقوم بالدعاء لہ۔ لا یقوم کے معنی تم نے کئے ہیں کھڑے ہونے کے حالانکہ لغت کے اعتبار سے قیام کے معنے کئی طرح سے آئے ہیں کیا قیام لیل اور قیام رمضان کے معنے یہی ہیں کہ رات کو اٹھ کر کھڑے رہو تہجد کی نماز اور تراویح کی نماز پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یقیمون الصلوٰۃ کا معنی یہ ہوگا کہ نماز کو کھڑا کرتے ہیں۔ ارے میاں لغت میں اس کے معنی کئی طرح سے آئے مثلاً قام الماء ای جمد یعنی جم گیا یا ٹھہر گیا۔ اور قامت الدابۃ من الکلال ای وقفت (ٹھہر گیا) اور یقیمون الصلوٰۃ کے معنی ہیں یواظبون الصلوٰۃ یعنی نماز ہمیشہ پڑھتے رہتے ہیں۔ ھم علیٰ صلوٰتہم قائمون۔ وہ ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں پھر اقیموا صفوفکم اور اقیموا وجوھکم کے معنی ہیں سیدھا کرو صفوں کو اور سیدھا کرو مونہوں کو اگر پھر بھی تمہیں اعتبار نہ آئے تو شاہ صاحب کی کتاب الانسان فی القرآن کے صفحہ ۱۵ پر اقیموا کے معنی قائم نہ سیدھا کرو صفوں کو لکھا ہے۔ بیشک صراح اور منجد لغت کی کتابیں اٹھا کر دیکھ لیں۔ اس کے علاوہ قائم السیف قائمۃ تبغتہ تیغ اور ایک پاؤں گھوڑے کے چاروں پاؤں سے اور قوائم اس کی جمع ہے۔ قامت الانسان

انسان کا قد اور اسی طرح مُقامہ ضم کے ساتھ ہمیشہ کے معنے میں اور مَقامہ میم کی زبر سے مجلس کے معنی میں مستعمل ہے۔ اور مجلس کے معنی بیٹھنے کے ہیں ان معنوں کے اعتبار سے کھڑے ہو کر دعاء کرنا بھی نماز جنازہ پر زیادتی کا بقول تمہارے شبہ رکھتا ہے اور مجلس بیٹھ کر دعاء مانگنے پر اسی طرح زیادت کا شبہ ہو سکتا ہے اور شاید فقہاء کرام نے لا یقوم کا صیغہ اسی وجہ سے لکھا ہو تاکہ بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر دعاء بعد از نماز جنازہ پڑھنے پر کوئی اور لفظ استعمال نہ کرنا پڑے دونوں صورتوں کے لئے یہی لفظ کافی سمجھا جائے اور اس کی اور توجیہ بھی ہو سکتی ہے وہ یہ کہ نماز جنازہ کے اندر دعا کھڑے ہو کر مانگی جاتی ہے اور قبر پر بھی دعاء کھڑے ہو کر مانگی جاتی ہے اور یہ دونوں شرع میں حدیث و فقہ کی رو سے ثابت ہیں۔ لیکن نماز جنازہ کے بعد بیٹھ کر دعاء مانگنا ہرگز ثابت نہیں لہذا وہ سنت کے خلاف ہے جس کا ثبوت آپ کے پاس کوئی نہیں کہ بیٹھ کر اور صفیں توڑ کر دعا مانگنا صحیح ہے اور جائز ہے کیا کسی فقیہ نے چودھویں صدی سے پہلے اس بات کی تصریح کر دی ہے اگر انہوں نے تصریح کر دی ہے تو ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ ورنہ ..... الکٰذبین۔

ماسٹر صاحب نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں سے لا یدعوا بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ لکھ کر اس پر یہ اعتراض کیا ہے اس عبارات میں لفظ بعد صلوۃ الجنازہ آیا ہے نہ کہ بعد التسلیم یعنی سلام کے بعد دعاء کی مخالفت نہیں"۔ یہ اعتراض ماسٹر صاحب کا بالکل لچر ہے اور کوئی عقلمند دانشور انسان اس بات کو صحیح تسلیم نہیں کر سکتا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جب بعد نماز جنازہ کے الفاظ آگئے تو پھر تسلیم و سلام پیچھے رہ گیا کیسی مہمل بات ہے جس طرح احادیث کی کتابوں میں باب ذکر بعد الصلوٰۃ کے الفاظ آئے ہیں تو ماسٹر صاحب جیسے آدمی کہہ دیں کہ بعد التسلیم کے لفظ نہیں آئے لہذا یہ نماز کے اندر کے ذکر کے متعلق ہے پھر ماسٹر صاحب نے لا یقوم پر یہ اعتراض کیا ہے لا نافیہ یقوم پر آیا ہے نہ کہ دعاء پر اور جب لا نافیہ یدعوا پر داخل ہوا تو کہنے لگے کہ یہ چوتھی تکبیر کے سلام سے پہلے کی دعاء کا ذکر ہے حالانکہ جو فقہاء لکھ

رہے ہیں وہ تیسری تکبیر کے بعد دعاء اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرتے ہیں اور اسی کو وہ ظاہر کر رہے ہیں۔ ابراہیم ہجری کی روایت میں جو ابن اوفیٰ کے جنازہ پڑھنے کا ذکر ہے وہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے قبل دعاء مانگنے کے متعلق ہے وہ اس دعا کے بعد سلام پھیر دیتے تھے یعنی چوتھی تکبیر کی جگہ وہ سلام پھیر دیتے تھے۔ لیکن ہم حنفیوں کا یہ مسلک نہیں ہم تیسری تکبیر کے بعد دعاء اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرتے ہیں اس روایت کا ہمارے مسلک یا فقہاء کے مسلک سے کیا تعلق۔ لا یدعو للمیت بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازہ۔ نہ دعاء مانگے کوئی میت کے لئے بعد نماز جنازہ کے کیوں کہ یہ زیادت کے مشابہ ہے۔ پھر ماسٹر صاحب نے خود فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۲۱ کا حوالہ دے کر یہ عبارت نقل کی ہے لیس بعد تکبیرۃ الرابعۃ قبل السلام دعاء (ترجمہ) بعد تکبیر رابعہ کے سلام سے پہلے کوئی دعاء نہیں اور ہم نے ہجری کی روایت کے متعلق جرح بھی لکھ دی ہے۔ وہ قابل قبول نہیں۔ دیکھو صفحہ ۶۳ تحقیق الدعاء پر ہے ابراهیم هجری ضعیف الحدیث ومنکر الحدیث وقال البخاری منکر الحدیث وقال النسائی منکر الحدیث۔ لیس بثقہ۔ وہ ثقہ نہیں ہم اس روایت پر عمل نہیں کرتے تمام فقہاء حنفیہ تیسری تکبیر کے بعد دعا اور چوتھی کے بعد سلام پھیرتے ہیں۔ بعد صلوٰۃ الجنازہ کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں۔ چوتھی تکبیر کے بعد سلام ہو جانے کے بعد نماز ختم ہو گئی۔ اس کے بعد کوئی دعاء نہیں ہے۔ اور جو تکبیر چوتھی اور سلام کے مابین دعاء کا تم بار بار کہتے ہو۔ اس دعاء کی اور اس ترتیب کی ہم تردید کر چکے ہیں فقہاء کی عبارت بالکل صاف غیر مبہم الفاظ میں یہی ہے بعد نماز جنازہ کے کوئی دعاء نہیں ہے اور لا یدعو بعد التسلیم کی بھی عبارت فقہاء کی واضح ہے کہ سلام کے بعد کوئی دعاء نہیں ہے اور تم خود صفحہ ۶۸ پر لکھ چکے ہو کہ بعد سلام کے کھڑا ہو کر دعاء مانگنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ صورت بھی زیادتی کا شبہ رکھتی ہے اور ہمارے نزدیک یہی زیادتی مکروہ اور بدعت ہونے کی دلیل ہے۔ اب بات تصفیہ طلب یہ رہ گئی کہ بیٹھ کر اور صفیں توڑ کر

دعاء مانگنا جائز ہے۔ اس کا ثبوت تمہارے ذمہ ہوگا اگر کسی فقیہ کی تصریح چودھویں صدی سے قبل کی ہو یا صحابہ تابعین رضی اللہ عنہم سے یہ روایت ہو کہ بعد نماز جنازہ و تسلیم کے بیٹھ کر اور صفیں توڑ کر دعاء مانگنا جائز اور مستحب ہے اگر تم پیش نہ کر سکو تو ہم تم کو جھوٹا تصور کریں گے۔ ھاتوا برھانکم وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین۔

حدیث نمبر ۲۔ غزوہ موتہ

یہ روایت فتح القدیر باب الجنائز سے نقل کی گئی ہے۔ ماسٹر صاحب نے خود اس کا ترجمہ لکھا ہے اس کا ترجمہ انہی کی قلم سے لکھا ہوا درج کیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب بیٹھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جنگ موتہ کے دن پس ظاہر ہوا آپ کو شام تک دیکھا معرکہ جنگ کو تو فرمایا کہ جھنڈا لیا زید بن حارثہ نے پس وہ لڑتے رہے حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے۔ پھر آپ نے ان پر نماز جنازہ ادا فرمائی اور ان کے لئے دعا فرمائی اور فرمایا ان کے لئے اللہ سے بخشش مانگو وہ زید بن حارثہ دوڑتے ہوئے جنت میں داخل ہو گئے۔ پھر جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

پھر آپ نے ان پر نماز جنازہ پڑھی اور دعا کی نیز فرمایا کہ تم اس کی بخشش کے لئے دعاء مانگو۔ وہ اس حال میں جنت میں داخل ہوئے کہ اس میں جدھر چاہیں دو پروں کے بل اڑتے پھرتے ہیں۔

ماسٹر صاحب نے اس پر نوٹ لکھا ہے (واضح رہے کہ یہ نماز جنازہ غائبانہ پڑھائی گئی اور غائبانہ نماز جنازہ پڑھانا صرف اور صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص میں سے ہے کیونکہ وہ مقام اور جنازہ آپ کے سامنے تھا۔ انتھی بلفظہ۔

اس کے بعد ماسٹر صاحب نے فصلی علیہ ودعالہ وقال استغفروا لہ میں دعاء لہ سے پہلے جو واؤ آتی ہے اس پر اعتراض کیا ہے کہ یہ واؤ عاطفہ اور تفسیریہ ہوتا تو پھر تحقیق الدعاء کا مطلب صحیح ہو سکتا تھا لیکن یہ واؤ تفسیریہ نہیں نہ عاطفہ ہے بلکہ یہ واو

تغائر ثابت کرتا ہے نہ کہ پہلے فعل کی تفسیر۔ اس کے بعد ماسٹر صاحب نے چند مثالیں قرآن کریم سے اپنے مدعاء کو ثابت کرنے کے لئے دی ہیں۔ ان حوالوں میں سے تیسرا حوالہ یہ ہے فلما اعتزلهم وما يعبدون من دون الله وهبنا له اسحٰق ويعقوب۔ اس آیت کے ترجمے کے بعد ماسٹر صاحب نے پھر نوٹ دیا ہے اپنی آنکھوں سے دیکھئے۔ اس آیت میں بھی وهبنا کا واؤ صاف تغائر بتا رہا ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کو اور بت پرستوں کو چھوڑنا پہلے ہے اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ کی عطاء بعد میں ہے۔

اس روایت سے غزوۂ موتہ پر تبصرہ کرنے سے پہلے ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ماسٹر صاحب نے کہا یا لکھا ہے کہ وهبنا کی واؤ تغایر کے لئے کیا یہ ان کے علم و دانش کے نقصان کی اور بصیرت سے بالکل نادار ہونے کی دلیل نہیں ہے کہ یہ واؤ نفس کلمہ کی ہے اور ماسٹر صاحب اس کو واؤ متغائر بنا رہے ہیں۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔

گر ہمیں مکتب ست وایں ملا ۔۔۔ کار طفلاں تمام خواہد شد

ماسٹر صاحب کو یہ بھی پتہ نہیں چلا شاید آنکھوں پر پٹی باندھی ہوگی قریب تر ہی اسحاق ویعقوب میں واؤ تغایر کی موجود تھی لیکن ماسٹر صاحب کو نظر نہ آئی۔

غزوۂ موتہ کی روایت حضرت عبد اللہ بن ابی بکر والی اس پر میں ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے آگے جاؤں گا۔

یہ روایت فتح القدیر میں سے نقل کی گئی ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ماسٹر صاحب نے اپنی آنکھوں سے یہ روایت نہ پڑھی ہے نہ دیکھی ہے۔ اس روایت کی تحقیق فتح القدیر میں اس طرح ہے " هذا مع ضعف الطرق فما في المغازي فمرسل من الطريقتين وما في طبقات فضعف بالعلاء وهو ابن زيد ويقال ابن يزيد اتفقوا على ضعفه۔ اس روایت کے تمام طریقے ضعیف ہیں۔ نیز مغازی میں دو طریقوں سے مروی ہے وہ دونوں مرسل ہیں اور طبقات میں علاء نامی راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ علاء ابن زید ہے اور اس کو ابن یزید بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے ضعیف ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ فتح القدیر کی تحریر کے مطابق (صلی علیہ ودعا لہ) والی روایت صرف مغازی

واقدی میں مذکور ہے اور اس کے دو طریقے ہیں اور روایت دونوں طریقوں سے مرسل ہے اور طبقات ابن سعد میں زید ابن حارثہ کے لئے دعاء کی بات نہیں ہے۔

اس روایت میں کچھ اور باتیں بھی ہیں جن پر نقد و تبصرہ کرنے کی ضرورت ہے وہ یہ ہیں۔ اولاً بات یہ ہے کہ آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو آپ پر معرکہ غزوۂ موتہ منکشف ہو گیا۔ آپ منبر پر تشریف رکھتے ہیں کہ جعفر بن ابی طالب کی شہادت کو دیکھ کر فرماتے ہیں استغفروا لاخیکم۔ پہلے زید بن حارثہ کی شہادت کو دیکھ کر بھی یہی فرما رہے ہیں۔ استغفروا لاخیکم اس روایت سے ان کا منبر پر تشریف رکھنا ثابت ہوتا ہے دونوں زید بن حارثہ اور جعفر بن ابی طالب کی شہید ہونے کو دیکھتے ہیں اور یہ کلمات فرماتے جاتے ہیں۔ ثانیاً یہ بات بھی عیاں ہے کہ صلی علیه ودعا له میں صلی ودعاء دونوں واحد کے صیغے ہیں جس سے یہ معلوم ہوا کہ صرف آپ نے بقول تمہارے نماز جنازہ پڑھی اور دعاء اس کے لئے کی باقی تمام صحابی رضی جو اس وقت آپ کے پاس موجود تھے انہوں نے نماز جنازہ نہیں پڑھی اور نہ دعاء کی۔ اور اگر سب نے مل کر نماز جنازہ غائبانہ پڑھی تھی تو واحد کے صیغے نہیں ہونے چاہیئے تھے بلکہ جمع کے صیغے ہونے چاہیئے تھے۔ ثالثاً اگر آپ نے نماز جنازہ پڑھی تھی تو سب صحابہ کو اس میں شامل ہونے کا حکم دینا تھا جیسا کہ استغفروا لاخیکم میں ان کو آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔ رابعاً آپ منبر پر تشریف رکھتے تھے آپ نے منبر پر بیٹھے ہوئے ہی زید بن حارثہ کی شہادت کی خبر دی اور وہیں بیٹھے ہوئے آپ نے دعا فرمائی پھر وہیں بیٹھے ہوئے جعفر بن ابی طالب کو شہید ہوتے دیکھا پھر اس کے حق میں دعاء فرمائی اور صحابہ کو بھی فرمایا کہ تم بھی اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو جنازہ غائبانہ آپ نے پڑھنا تھا تو پھر تمام صحابہ کو حکم فرماتے اور منبر سے اتر کر آپ بھی نماز جنازہ پڑھتے اور صحابہ بھی پڑھتے جیسا کہ آپ نے اصحمہ نجاشی بادشاہ حبشہ کا جنازہ بمع صحابہ کے پڑھا تھا دیکھو صحیح مسلم ص۳۰۹ پر جابر ابن عبد اللہ سے روایت ہے قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم مات اليوم عبد الله صالح اصحمه النجاشي فقام فامنا وصلى عليه۔ (ترجمہ) فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آج اللہ کا صالح بندہ اصحمہ

نجاشی فوت ہو گیا ہے پس آپ نے ہماری امامت فرمائی اور نماز پڑھی۔ دوسری روایت میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں اربع تکبیرات یعنی چار تکبیر نماز جنازہ پڑھی۔ زید بن حارثہ اور جعفر بن ابی طالب پر نماز جنازہ غائبانہ نہیں پڑھی گئی نہ اس کا کوئی ثبوت ہے اس روایت کا دعاء بعد نماز جنازہ سے دور کا تعلق نہیں اور نہ اس روایت سے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ پر یا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر نماز جنازہ اکیلے پڑھنا ثابت ہے نہ مل کر پڑھنا ثابت ہے اور نہ یہ روایت قابل احتجاج ہے جیسا کہ فتح القدیر کی عبارت سے ظاہر ہے۔

حدیث نمبر ۳: عن واثله بن اسقع قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم على رجل من المسلمين افسمعته يقول ان فلان ابن فلان في ذمتك وجعل جوارك فقه من فتنة القبر وعذاب النار وانت اهل الوفاء والحق اللهم اغفر له وارحمه انك انت العليم الغفور الرحيم۔ (ترجمہ) حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مسلمان آدمی پر ہمیں نماز جنازہ پڑھائی پس میں نے آپ کو یہ فرماتے سُنا۔ اے اللہ فلاں ابن فلاں (میت اور اس کے باپ کا نام) تیری امان میں ہے اس لئے کہ تجھ پر ایمان رکھتا ہے پس بچا اس کو فتنہ قبر اور دوزخ کے عذاب سے بیشک تو ہی وفا اور حق کا مالک ہے۔

اس روایت میں بعد صلوۃ الجنازہ اور کھڑے یا بیٹھ کر دعاء مانگنے کا کوئی قرینہ نہیں ہے اور کسی شارح حدیث نے نہ کسی فقیہ مجتہد نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ یہ دعاء بعد نماز جنازہ کے پڑھی یہ صرف تمہاری اور تمہارے حواریوں کی غلط تاویل ہے جس کا اس دعاء سے کوئی تعلق نہیں اور اگر کسی نے یہ معنیٰ کئے ہیں تو اس کا ثبوت پیش کرو ورنہ تمہارا یہ اجتہاد ھباءً منبثاً ہو کر رہ جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۴: میں ماسٹر صاحب نے لکھا ہے کہ ابن عبدالبر بسند حسن روایت کیا ہے کہ حضرت طلحہ بن براء انصاری رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا، اور رات ہی کو دفن کر دیئے گئے صبح حضور علیہ الصلوۃ والسلام صحابہ کے ساتھ ان کی قبر پر تشریف لے گئے اور نماز جنازہ پڑھی۔

ثم رفع يديه وقال اللهم انى طلحة يضحك اليك وانت تضحك اليه

اس حدیث کے پورے الفاظ نہیں لکھے گئے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ماسٹر صاحب نے اس حدیث پر بھی کوئی تحریف اور تسویل کی چھری چلائی ہو گی۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے قبر پر جنازہ پڑھا تھا اس کے بعد قبر پہ دعاء مانگی تو قبر پہ دعاء مانگنے کے ہم بھی قائل ہیں یہ وہ دعاء نہیں ہے جو متصلاً بعد سلام کے مانگی جاتی ہے۔ اس روایت کے پورے الفاظ نہ لکھنا یہ بھی خیانت ہے تاکہ تمہاری چوری اور خیانت کا پتہ نہ چل جائے۔

حدیث نمبر ۳۔ لکھی جا چکی ہے اور نمبر ۴ بھی لکھی گئی اس کا جواب ہو گیا۔ نمبر ۵ حدیث ہے اذا صليتم على الميت فاخلصوا له الدعاء۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بعد نماز جنازہ کے دعاء مانگی جانے اس حدیث کو احادیث کی کتابوں میں پہلے درج کیا جاتا ہے جیسا کہ مشکوۃ میں اور ابن ماجہ میں اس کو پہلے لکھا گیا ہے اس کے بعد دوسری دعاء والی احادیث لکھی گئی ہے۔ ابن ماجہ میں لکھا ہوا ہے باب الدعاء فی صلوۃ الجنازہ اور اس کو پہلے لکھنے کا مطلب یہ ہے جیسے الاعمال بالنیات کا ہے یعنی جب تم نماز جنازہ پڑھو اخلاص سے تم میت پر نماز کے اندر دعاء مانگو کیونکہ نماز جنازہ میں ضروری اور مقصودی چیز یہی دعاء ہے کہ نیت میں یہ الفاظ دہرائے جاتے ہیں دعاء واسطے حاضر میت کے پس اس سے اذا شرط کے لئے ہے اور صلیتم ماضی ہے فاخلصوا امر ہے اور فاء جزائیہ اور تعقیبیہ ہے وغیر ذٰلك۔ اس دعاء کے بعد اللهم اغفر لحينا والی دعاء ہے۔ اور واثلہ بن اسقع والی درج کی گئی ہے جو نمبر ۳ میں لکھی گئی ہے ان سب دعاؤں کا مطلب یہی ہے کہ یہ دعائیں اندرون نماز جنازہ کی ہیں بعد کی نہیں۔ بعد کی دعاء ہوتی تو راوی اس حدیث کو اذا فرغتم من صلوة الجنازه فادعوا للميت جیسے الفاظ ہوتے۔ جس طرح قرآن پاک میں فاذا قضيت الصلوة اور اذا قضيتم الصلوة فاذكروا الله۔ یا اذا قضيتم مناسككم فاذكروا الله۔ اس لئے ہر مسئلے کو ثابت کرنے کے لئے عبارت کا بیان اس

قسم ! ہونا چاہیئے یہ کوئی چیز معتد بہ نہیں جس طرح تم ایسی غلط تاویل آیات کی کرتے پھرتے ہو گویا فقہاء امت میں سے چودھوی صدی تک اس مسئلہ کو اسی نے نہ سمجھا تھا اور نہ شراح حدیث نے اس مسئلہ کو واضح کیا کہ ان احادیث سے بعد نماز جنازہ کے دعاء کرنا میت کے لئے ثابت ہے ؎

زمن بر صوفی و ملا سلامے — کہ پیغام خدا دادند مارا
دلے تاویل شاں در حیرت انداخت — خدا و جبرئیل و مصطفےٰ را

مبتدعین کے دجل و فریب

مجوزین دعاء بعد صلوۃ الجنازہ نے کئی طور پر اس دعاء کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور فقہاء کی عبارتوں پر تنقید کی ہے۔ احادیث کو اسی طرح تحریف معنوی سے بدل کر اس دعاء کے لیے ثبوت مہیا کرتے ہیں۔ مثلاً ہم نے تحقیق الدعاء بعد صلوۃ الجنازہ میں ثابت کیا تھا کہ یہ دعاء قرآن و سنت و تعامل صحابہ سے ثابت نہیں تو اس کا جواب اثبات الدعاء میں یہ دیا۔ (۱) عدم نقل سے عدم وقوع نہیں ہوتا۔ دوسرے (۱) ممانعت اس دعاء کی نہیں۔ اور اگر ہم نے اس کو بدعت کہا یا مکروہ ثابت کیا تو کہنے لگے (۳) یہ بدعت حسنہ یا بدعت ہدیٰ ہے بدعت ضلالہ نہیں، اور جب لا یقوم بالدعاء لہ فقہاء کی تصریح سے ثابت کیا تو کہنے لگے (۴) اس کا مطلب یہ ہے کہ کھڑے ہو کر دعا مانگنے کی نفی ہے بیٹھ کر دعاء مانگنا جائز ہے کیوں کہ کھڑے ہو کر دعا مانگنے میں نماز میں زیادت کا شبہ ہے۔ اور کبھی کہتے ہیں (۵) کہ بعد صلوۃ الجنازہ کے بعد سلام کا ذکر نہیں۔ اور اگر بعد تکبیر چہارم اور سوم کے دونوں الفاظ آجائیں تو کہتے ہیں (۶) کہ اس کی ضمیر تکبیر کی طرف جاتی ہے تکبیر چہارم اور سلام کے مابین دعاء مانگنا جائز نہیں۔ کبھی کہتے ہیں (۷) کسر صفوف کر کے دعاء مانگنا درست ہے یعنی کسر صفوف سے زیادت علی صلوۃ الجنازہ کا شبہ دور ہو جاتا ہے۔

مو[illegible] بالا [illegible]ات وجوہ انہوں نے اس دعاء کے جواز کے لئے پیش کی ہیں۔ اور

تمام فقہاء امت کو انہوں نے اس مسئلہ دعاء بعد صلوۃ الجنازہ میں اپنی تاویلات اور تسویلات سے مورد طعن بنایا گویا ان کو اتنا بھی علم نہ تھا کہ اس دعاء کے بارے میں صحیح فیصلہ دے سکتے۔ حالانکہ عبارتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دعاء کسی طرح جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ محیط باب الجنازہ میں روایت ہے۔

ان الدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ مکروہ۔ (ترجمہ: بیشک دعاء بعد نماز جنازہ کے مکروہ ہے۔

بحوالہ مرقاۃ ملا علی القاری حنفی المتوفی سنہ ۱۰۱۴ھ لکھا ہے۔

لا یدعوا للمیت بعد صلوۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوۃ الجنازۃ۔	نہ دعاء مانگے کوئی واسطے میت کے بعد نماز جنازہ کے کیوں کہ یہ نماز میں زیادت کے مشابہ ہے۔

بحر الرائق میں کنز الدقائق کی عبارت ودعاء بعد الثالثۃ یعنی "تیسری تکبیر کے بعد دعاء مانگی جائے" کے بعد

وقید بقولہ بعد الثالثۃ لانہ لا یدعوا بعد التسلیم۔	اس نے تیسری تکبیر کی قید اس لئے لگائی ہے کہ سلام کے بعد دعاء نہ مانگے۔

ان تصریحات سے بالکل صاف واضح ہو رہا ہے کہ بعد نماز جنازہ و تسلیم کے بعد کوئی دعاء نہ مانگی جائے۔ نہ کسر صفوف کے بعد نہ بیٹھ کر نہ کھڑے ہو کر یہ تمام حیلے اور بہانے بریلویت اور رضاخانیت کے ہیں۔ انہوں نے قرآن کی تفسیر میں بھی ہیرا پھیری کی ہے۔ اور احادیث پاک میں بھی من مانی ترمیم و تنسیخ کردی، اسی طرح تصریحات فقہاء کرام میں اضافات شامل کر کے بدعات کو ترویج دینے کے لئے چور دروازہ کھول دیا نام بدعات کا بدعت حسنہ یا بدعت ہدیٰ نام رکھ کر اس کو سنت کے پیرائے میں پیش کرتے ہیں۔ وغیرہ ذالک۔ ایں چہ بوالعجبیست؟

قرآن حکیم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سردارِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم نازل فرمایا اور اس قرآن حکیم سے آپ کا دین اسلام اور حکمت کی تمام نعمتیں آپ پر مکمل فرما دیں اور یہی دین آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لیے پسند فرمایا، اور اس دین میں کسی ایک اینٹ کی بھی کمی اور گنجائش نہ چھوڑی، اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے ہم کو یہ ہدایت فرمائی کہ اس دین میں نہ کوئی پچھلے مذاہب کی بات شامل کی جائے نہ کسی نئے مذہب کی بات داخل کی جائے۔ اَلَا لِلّٰہِ الدین الخالص۔ اللہ کا دین خالص رہنا چاہئے اس میں کسی اور چیز کو نہ ملایا جائے۔ ہم ایک واقعہ عہد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیش کرتے ہیں۔ سنیئے اور غور سے پڑھیے۔

چند حضرات یہود سے مثلاً عبداللہ بن سلام رضؓ اور ان کی پارٹی کے لوگ مشرف باسلام ہو گئے۔ ایک دن حضور نبی کریم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا یا رسول اللہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں اونٹ کا گوشت حرام ہے اور ہمارے دین اسلام میں گوشت اونٹ کا کھانا واجب نہیں اور اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے دین میں ہفتہ کا دن معظم تھا اور ہمارے دین اسلام میں ہفتہ کی بے تعظیمی واجب نہیں اور اسی طرح ہم کو قرآن حکیم کی تلاوت کا حکم واجبی ہے اور توراۃ کے پڑھنے سے ہم کو منع نہیں کیا گیا۔ ہم اونٹ کے گوشت کو حلال اعتقاد کرتے ہوئے عملاً ترک کر دیں اور ہفتہ کی تعظیم کرنے لگیں اور تلاوت قرآن کے ساتھ ساتھ توراۃ کی بھی تلاوت کرتے رہیں تو اس میں کیا حرج ہے بلکہ دونوں شریعتوں پر عمل ہو جائے گا اور اجر و ثواب بھی مضاعف ہو جائیگا۔
اس موقع پر حضور نبی اکرم علیہ السلام پر یہ آیت نازل ہوئی۔

یا ایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیاطین انہ لکم عدو مبین۔ ع٥

اے ایمان والو اسلام میں پورے طور پر ہو کر داخل ہو جاؤ اور شیطانوں کے قدم بقدم نہ چلو وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

اس آیہ کریمہ میں تین چیزوں کا ذکر ہے جو شریعت موسوی میں اہم اور ضروری تھیں (١) اونٹ کا گوشت حرام تھا (٢) ہفتہ قابل تعظیم تھا۔ اور تلاوت توراۃ ان کے لئے لازم تھی اور ضروری تھی ان کی پابندی یہودیوں پر واجب بھی تھی لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان تینوں سے منع فرما دیا اور فرمایا کہ اسلام میں ہمہ تن ظاہراً باطناً عملاً اعتقاداً داخل ہو جاؤ۔ موسوی شریعت کی رعایت نہ کی جائے اور نہ اس کی رعایت کرنے میں کوئی ثواب کی امید رکھنی چاہیئے۔
اسی آیہ کریمہ سے یہ قاعدہ اور ضابطہ بھی نکلتا ہے کہ جب موسوی شریعت جیسی اہم شریعت کو شریعت نبویہ میں داخل کرنے کی اجازت نہیں دی گئی تو پھر کسی نئی چیز کو دین اسلام میں داخل کر کے اس کو دین اور اسلام یقین کرنا اور اس پر عمل کرنا کب جائز اور صحیح ہو سکتا ہے پھر یہ امر قرآن حکیم سے بالوضاحت ثابت ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت بھی من جانب اللہ تھی لیکن اس کا کوئی کام بغیر اللہ تعالیٰ کے حکم کے آج جائز نہیں ہو سکتا یہی بدعت کا حکم ہے وہ خواہ لوگوں کو پسند ہو یا ناپسند محبوب ہو یا غیر محبوب اس کا اجراء اس شریعت میں بالکل ناجائز ہے آخر ان یہودیوں کی شریعت میں ہفتہ کی تعظیم اور توراۃ کی تلاوت بھی مستحسن تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو پسند نہیں فرماتے اور اب مبتدعین کی اس قسم کی بدعات اور محدثات جن کو وہ اپنی نظر میں حسنہ اور بدعت ہدیٰ یقین کر لیتے ہیں کب صحیح ہو سکتی ہیں؟ اور کب عند اللہ پسندیدہ ہو سکتی ہیں
اس کے بعد حضور نبی علیہ السلام کا ارشاد گرامی بھی اس کے ساتھ ہی سن لیجئے۔
جابر رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضؓ ایک نسخہ توراۃ کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے اور کہا یہ نسخہ توراۃ کا ہے آپ خاموش رہے حضرت عمر رضؓ اس کو پڑھنے لگے حضور نبی علیہ السلام کا چہرہ متغیر ہو گیا پھر کہا حضرت ابوبکر رضؓ نے تیری مائیں تم کو گم کریں کیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کو غضب آلود نہیں دیکھتا پس دیکھا حضرت عمر رضؓ نے حضور علیہ السلام کے چہرے کی طرف اور کہا میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے غضب اور رسول اللہ کے غضب سے ہم راضی ہوئے اللہ کے رب ہونے پر اور راضی ہوئے اسلام کے دین پر اور محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے پر پھر فرمایا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔

والذی نفس محمد بیدہ لو بدا لکم موسیٰ فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان حیًا وادرک نبوتی لاتبعنی (مشکوٰۃ صـ۳۲)

قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر موسیٰ ظاہر ہوں تم پر تو تم اس کی پیروی کرو گے اور چھوڑ دو گے مجھ کو البتہ گمراہ ہو جاؤ گے سیدھی راہ سے اگر موسیٰ زندہ ہوتے اور میری نبوۃ کو پالیتے تو وہ میری ہی اتباع کرتے۔

دوسری روایت جابر رضؓ میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

امتھوکون کما تھوکت الیھود والنصاریٰ لقد جئتکم بھا بیضاء نقیۃ ولو کان موسیٰ حیًا ما وسعہ الا اتباعی۔ مشکوٰۃ صـ۳۰

کیا تم سرگرداں ہوتے ہو جیسا سرگرداں ہوئے تھے یہود و نصاریٰ اور میں تمہارے پاس شریعت بیضاء اور صاف لایا ہوں اور اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو میری اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔

ان دو حدیثوں سے بھی یہ بات بالکل عیاں اور ثابت بالدلیل ہو چکی ہے کہ توراۃ جیسی مقدس کتاب کو بھی حضور نبی علیہ السلام نے پسند نہیں فرمایا کہ اس کو حضرت عمرؓ اپنے پاس لکھ رکھیں یا اس کو پڑھنے لگیں آپ کا چہرہ مبارک غضب آلود ہو گیا۔ پھر حضور کا فرمان کہ تم اگر موسیٰ علیہ السلام آجائیں تو اس کی پیروی کرو گے اور مجھے چھوڑ دو گے اس سے یہ اصل اور ضابطہ معلوم ہوا کہ شریعت مصطفویہ میں کسی اور شریعت نئی یا پرانی کو داخل کرنا یا جاری کرنا اس کو فرض واجب اور مستحب اور سنت سمجھنا قطعاً جائز نہیں ہے اور جو لوگ محدثات و بدعات کو دین اسلام میں داخل کر کے حسنہ خیال کر لیتے ہیں کیا ان پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ناراض نہ ہوں گے؟ بیشک قیامت کے دن حوض کوثر سے ان کو پانی نصیب نہ ہوگا اور حضور بھی ان کو سحقًا سحقًا فرمائیں گے۔ کتنی صاف بات ہے کہ تورات مقدس کے پڑھنے سے بھی حضور ناراض ہیں، اور ان بریلویوں کی حسنہ اور حسینہ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کب راضی ہوں گے ؎

ایں خیال است محال است و جنوں

ایک اور واقعہ اسی بدعت کے رد میں نہایت دھیان اور کان لگا کر سنئے۔

حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متبعین کے لئے فرماتا ہے کہ ہم نے ان کے لئے نرمی اور شفقت بنا دی وہ ہر ایک سے نرمی اور خوش دلی سے پیش آتے تھے۔

ورھبانیۃ ابتدعوھا ما کتبنٰھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ فما رعوھا حق رعایتھا فاتینا الذین امنوا منھم اجرھم وکثیر منھم فاسقون۔

اور رھبانیت جو انہوں نے نئی بات نکالی تھی ہم نے نہیں لکھا تھا ان پر مگر کیا انہوں نے رضامندی اللہ کی چاہنے کو پس نہ نباہا اس کو جیسا چاہیئے تھا نباہنا پھر دیا ہم نے ان لوگوں کو جو ان میں ایمان دار تھے اجر ان کو دیا اور بہت ان میں سے نافرمان ہیں۔

اس آیت میں ابتدع کا لفظ آیا ہے جس کے معنے ہیں بدعت ایجاد کی ان کی بدعت رہبانیت تھی جو انہوں نے رضائے حق حاصل کرنے کے لئے اور اپنے دین کی حفاظت کی خاطر اختیار کی تھی۔ ان کے دو فریق ہو گئے ایک تو ان میں ایمان دار اور اس رہبانیت کو طلب رضا حق اور حفاظت دین کے لئے ہی اس پر قائم رہے اور انہوں نے اس رھبانیت میں کسی اور نا مرضیہ کام کو مثلاً طلب ریاست وجاہ اور ہواء نفس اور اتباع شیطان کو اس درویشی میں داخل نہیں کیا اور کچھ لوگ ایسے تھے جنہوں نے بظاہر رھبانیت کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا لیکن در پردہ ہواء نفس و اتباع شیطان میں پھنس کر جادۂ اعتدال سے دور ہو گئے تھے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو ان میں مومن تھے اور درویشی کو جس غرض کے لئے اختیار کیا تھا اسی دائرہ کے اندر رہے اور حد سے تجاوز نہ کیا ان کو ہم نے اجر دیا اور جو اس درویشی کی پوری رعایت نہ کر سکے وہ اکثر فاسق ہی رہے۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ بدعت اس کام کو کہا جاتا ہے جو دین میں نیا کام جاری کیا جائے، اور اس کو دین بھی سمجھ کر اس میں ثواب کی امید رکھی جائے۔ اس کے ترک کرنے والے پر ملامت کی بوچھاڑ کی جائے دیکھو رہبانیت درویشی نصاریٰ نے

اس وقت کے کافروں کی دھمکی اور جبر و تشدد سے ڈر کر اختیار کی تھی لیکن بعض ان میں سے اس کی رعایت نہ کر سکے۔ پس مراعی کو ثواب ملا اور غیر مراعی فاسق ہوئے جس سے یہ قاعدہ بھی حاصل ہو گیا کہ بدعت خواہ اچھی بھی ہو بری نہ ہو اس میں بھی ضلالت کا خطرہ موجود ہے، اور ایسا ہوتا رہتا ہے۔ مثال کے طور پہ بریلوی میلاد النبی میں کچھ ایسی چیزیں شامل کر لیتے ہیں جن کا دین سے کوئی تعلق نہیں جیسا کہ سب لوگ جانتے ہیں کہ جلوس نکالے جاتے ہیں جلوس میں تماشے، باجے، ٹانگے، گھوڑے اور گتکہ بازی اور کئی قسم کی کھیلیں شامل ہوتی ہیں جو دین میں نہیں ہوتیں۔ بلکہ دین اسلام کو بدنام کرنے کا شائبہ رکھتی ہیں یا ایک شیعہ اپنے کلمہ میں علیّ ولی اللہ وصی رسول اللہ۔ اور ان میں اشہد ان علیا ولی اللہ وصی رسول اللہ خلیفۃ بلا فصل اور حی علی خیر العمل بڑھا لیتا ہے اور بریلویت کے پجاری اذانوں سے پہلے صلوٰۃ وسلام پر زور دے لیتے ہیں۔ حالانکہ صلوٰۃ وسلام کو جاری ہوئے تھوڑے دن ہوئے ہیں اور یہ وبا بھی بانس بریلی سے اٹھی ہے اور چھا گئی ہے اور پاکستان بننے کے بعد پھر اس کو یار لوگوں نے فرض واجب تک کا درجہ دے رکھا ہے اور یہ نہیں سوچتے کہ اگر شیعہ اذان میں اضافہ کر لیں تو وہ قابل ملامت ہیں اور خود ملامت کے قابل نہیں اصل بات یہ ہے کہ اپنا عیب کسی کو نظر نہیں آیا کرتا۔

پھر یہ لوگ بریلوی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی فعل کے ترک کو سنت نہیں سمجھتے صرف ان کے امر کو یا قول و فعل کو سنت گردانتے ہیں بار بار یہ رٹ لگاتے رہتے ہیں کہ ممانعت کی دلیل دکھاؤ یا کہتے ہیں کہ ان کے پاس ممانعت کی کوئی دلیل نہیں حالانکہ آپؐ کا کسی کام کو ترک کر دینا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کام امر شریعت سے نہیں ہے۔

امرُ بالمعروف وَنہی عَنِ المُنکر

قرآن پاک میں یہ الفاظ کئی دفعہ تکرار سے آتے ہیں۔ معروف کے معنے معلوم عند الشرع اور منکر کے معنے غیر معلوم عند الشرع کے ہیں۔ جس طرح معرفہ کسی چیز معین کو کہا جاتا ہے

اور نکرہ (ناشناسائی) کسی چیز غیر معین کو کہا جاتا ہے۔ ہر چیز جس کا ذکر قرآن و سنت میں آچکا ہے وہ معروف ہے چاہے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول فعل سے ثابت ہو یا ترک سے یا تعامل صحابہ سے یا استنباط ہو وہ امر بالمعروف ہے اور اس کے برعکس جو قرآن و سنت اور تعامل صحابہ یا قرآن حکیم و سنت سے استنباطاً ثابت نہ ہو وہ منکر غیر معلوم عند الشرع اور غیر ثابت عند الشرع ہوگا۔ امر معروف کے تحت تمام وہ چیزیں آجاتی ہیں جن کا ذکر قرآن حدیث اور تعامل صحابہ اور ائمہ فقہاء کی تصریحات میں آجاتا ہے مثلاً عقاید ایمان عمل، اخلاق و سیر۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ عزیمت رخصت، تقویٰ۔ احسان۔ مروت۔ ترک، فعل وغیرہ اور نہی عن المنکر میں تمام وہ چیزیں آتی ہیں جو غیر شرع ہوں مثلاً کفر شرک۔ بدعات۔ رسوم قبیحہ۔ فسق و فجور۔ بے حیائی۔ بداخلاقی، نامعقول باتیں شامل ہیں۔ ان کا ترک کر دینا سنت ہے اور واجب ہے اللہ تعالیٰ اپنی کلام پاک میں فرماتا ہے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتومنون باللہ۔	تم بہترین امت ہو تم کو لوگوں کے لئے لایا گیا ہے کہ تم ان کو معروف کا حکم کرتے ہو اور غیر شرع برے کام سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام خیر الرسل ہیں اور جو آپ پر کتاب نازل ہوئی وہ خیر الکلام ہے اور خیر الہدیٰ ہدی محمد ہے اسی طرح آپ کی امت بھی خیر الامم ہے اور اس امت کا وصف خاص یہی ہے کہ یہ امر بالمعروف کرتے رہتے ہیں اور نہی عن المنکرات غیر شرع کاموں سے کرتے ہیں۔ بدعات رسومات قبیحہ شرک کفر فواحش ظاہرہ و باطنہ سب قابل ترک ہیں ان سے اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا ہے۔ اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفواد کل	اور نہ پیچھے پڑ جس بات کی خبر نہیں تجھ کو بیشک کان، آنکھ اور دل ان سب کی

اولٰئک کان عنہ مسئولا۔ پ ۱۵   :کس سے پوچھ ہوگی۔

اس آیت کے تحت وہ تمام باتیں جو یقینی اور صحیح علم سے معلوم نہ ہوں آجاتی ہیں مثلاً سنی سنائی باتیں جن پر بلا سوچے سمجھے حکم لگایا جائے یا عمل کرنا شروع کر دیا۔ خلاف شرع اور ناحق باتوں کی حمایت کرنا باپ دادا کی تقلید یا رسم و رواج کی پابندی بدعات و محدثات پر عمل درآمد کرنا۔ ان دیکھی اور ان سنی چیزوں کو سنی ہوئی دیکھی ہوئی تبلانا، غیر معلوم کو معلوم بتلانا اور یہ کہنا کہ میں جانتا ہوں وغیر ذالک کیونکہ کان آنکھ۔ دل جیسے اعضاء سے دن قیامت کے سوال ہوگا کہ تم نے ان قویٰ کو کہاں کہاں خرچ کیا تھا بے موقع تو خرچ نہیں کیا تھا؟

اب ان بریلویوں رضاخانیوں کا حال ان آیات کی روشنی میں دیکھئے کہ یہ کس طرف اور کونسے بھیانک جنگل میں سرگرداں ہو رہے ہیں بدعات، محدثات و منکرات غیر شرع کاموں میں اتنا انہماک رکھتے ہیں کہ الاماں۔ تمام صحابہ کے تعامل و اجماع۔ قرآن حکیم اور سنت نبویہ علیہ السلام کی مطلقاً پرواہ نہیں کرتے۔ بدعات و منکرات کی اشاعت و ترویج میں رات دن لگے رہتے ہیں کوئی ان سے پوچھے کہ نماز جنازہ ان سے چھوٹ جائے اور ساتھ ہی نماز جنازہ کے بعد متصلاً دعاء کرنا ترک ہو جائے تو پھر تم اس نماز جنازہ کی قضاء دیتے ہو یا اس کے بعد متصلاً نماز جنازہ کی دعاء جو رہ گئی ہے اس کی قضا دیتے ہو اگر تم اس نماز جنازہ کی بعد میں قضا نہیں دیتے اور ایک نہیں ہزاروں جنازے تم سے ترک ہو جاتے ہیں ان کی تم قضاء نہیں دیتے تو تم اس نماز جنازہ پر کس طرح قیاس کرتے ہو کہ یہ نماز بھی مثل دوسری فرائض مکتوبات کے فرض ہے اور اس کے بعد یعنی نماز جنازہ کے بعد بھی دوسرے فرائض کی طرح ضرور دعاء مانگنی چاہیئے یہ قیاس بالکل فاسد ہے قابل قبول نہیں، اور جو کچھ فقہاء احناف نے لکھا ہے بالکل حق ہے کہ نماز جنازہ کی تکبیر چہارم اور سلام کے بعد دعاء مانگنا مکروہ ہے ورنہ یہ محض تمہارا فقہاء کرام پر الزام ہے اور تم ان کی توہین کرتے ہو کہ ان کو اتنا بھی علم نہیں تھا کہ یہ دعاء جائز ہے یا ناجائز بدعت ہے یا مستحب اور سنت اور پھر تم نے یہ بھی ایک بہانہ بنایا کہ اس کی ممانعت نہیں

ارے میاں جس کا وجود اور ثبوت نہیں اس کی ممانعت کیسے ہو۔ کئی کام حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہیں۔ مثلاً بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا تو اس کے قبلہ بنائے جانے کا ثبوت بھی ہے اور پھر تحویل قبلہ سے اس کی ممانعت بھی ثابت ہو گئی۔ جب یہ بدعت نماز جنازہ کے بعد دعاء مانگنے کی موجود نہیں اس کا حکم ہی نہیں تو پھر مخالفت کیسی۔ اسی طرح فجر کی دو سنتیں موجود فی الحکم ہیں۔ ان کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز صبح کے فرضوں کے بعد روک دیا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس چیز کا حکم موجود نہ ہو اس کی ممانعت کیسے ہوگی۔ مستحب کی تعریف ماسٹر صاحب نے بہار شریعت کے حوالے سے اثبات الدعاء کے صفحہ ۳۳ پر لکھی ہے کہ "اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنے پر مطلقاً حرج نہیں۔

(ماسٹر صاحب نے یہاں ہرج ہائے ہوز سے لکھا ہے یہی سبق آپ بچوں کو دے رہے ہیں) اب میں پوچھتا ہوں کہ ماسٹر صاحب جو لوگ یہ دعاء نہیں مانگتے وہ تو تمہارے آقا کی تصریح کے مطابق مورد طعن نہ رہے کیونکہ ان کا حرج نہیں نہ ان پر گناہ کا الزام ہے۔ اور اگر فقہاء احناف کی تصریحات اور بالاجماع تصریحات کے موافق یہ دعاء بعد نماز جنازہ بدعت ہوئی تو آپ کے کان۔ آنکھ۔ اور دل اور ہاتھ جن سے تم لکھتے ہو اور زبان جس سے تم بدعت کی نشر و اشاعت کر رہے ہو سب کو پوچھا جائے گا اور ان سب اعضاء کو دو عذاب ہوں گے ایک بدعت پر عمل کرنے کا اور دوسرا اس کی نشر و اشاعت اور ترویج کا اور پھر جو تمہارے کہنے سے اس بدعت پر عامل ہوگا۔ اس کا گناہ آپ پر ہوگا۔

ہر بوالہوس کو بدعت و محدثات ہے شیر و قند
وہ سوئے رسول کو آتا نہیں پسند
سنت کا اس کے دل میں نہیں کوئی احترام
بدعت کے پاؤں چومتا ہے یہ نیاز مند

صحابہ کرامؓ، تابعینؒ و اتباع تابعینؒ

حضرات خلفاء راشدین اور تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین نے جو کام اپنے تفقہ و قیاس سے کیا ہے اور اجتہاد و استنباط سے کیا ہے وہ بھی سنت ہے۔ خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کے بارے میں رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کلھم عدول اور اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں یہ فرمایا ہے۔

وکذلك جعلناکم امۃ وسطاً لتکونوا شھداء علی الناس و یکون الرسول علیکم شھیدا

اور اسی طرح بنایا ہم نے تم کو امۃ معتدلہ تا کہ تم لوگوں پر حق کی گواہی دو اور رسول تم پر بھی گواہی دے۔

اسی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انتم شھداء اللہ فی الارض (مشکوٰۃ ص۱۲۵)

تم اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو زمین میں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کے شہداء ہیں اور عدول اور امۃ وسط (معتدلہ) وہ دنیا و آخرت میں گواہ ہیں گواہی عدول کی مقبول ہوا کرتی ہے۔ دنیا و آخرت میں ان کی گواہی عند اللہ مقبول ہے اور ... کا تعامل ہمارے لیے حجت (دلیل) ہے اور وہ ہمارے لئے سنت بھی ہے۔ اگر کسی کام کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا ہے وہ بھی سنت ہے اور اگر کسی کام کو نبی علیہ السلام نے بالکل ترک رکھا یا کبھی ترک کیا وہ بھی سنت ہے اسی طرح صحابہ کا فعل اور ترک بھی ہمارے لئے سنت بھی ہے اور حجت بھی جیسا کہ شاہ عبد الحق دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ علیکم بسنتی وسنۃ خلفاء الراشدین کی شرح میں فرماتے ہیں۔

پس ہر چہ خلفاء راشدین بداں حکم کردہ باشند اگرچہ باجتہاد و قیاس ایشان بود موافق سنت و اطلاق بدعت برآں نتواں کرد چنانچہ فرقہ زائغہ کنند۔ اشعۃ اللمعات ص۱۳۰

جس چیز کے بارے میں حضرات خلفاء راشدین نے حکم دیا ہے اگرچہ وہ حکم ان کے قیاس و اجتہاد سے صادر ہوا ہو وہ بھی سنت کے موافق ہے اور اس پر بدعت کا اطلاق ہرگز صحیح نہیں ہے جیسا کہ فرقہ زائغہ کرتا ہے۔

غنیۃ الطالبین ص۹۰ میں شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۵۶۱ھ اہل سنت والجماعت کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں۔

المومن اتباع السنۃ والجماعۃ فالسنۃ ماسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والجماعۃ ما اتفق علیہ الصحابۃ فی خلافۃ الائمۃ الاربعہ۔

مومن پر لازم ہے کہ وہ اہل سنت والجماعت کی پیروی کرے۔ سنت وہ چیز ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قولاً و فعلاً قرار دی اور جماعت وہ (احکام ہیں جن پر) حضرات صحابہ کرام نے خلفاء اربعہ کی خلافت میں اتفاق کیا۔

اور یہی اہل سنت والجماعت کا وہ گروہ ہے جو ہر قسم کی بدعات و منکرات سے پاک ہے۔
چنانچہ علامہ سید سند علی بن محمد الجرجانی الحنفی المتوفی ۸۱۶ھ لکھتے ہیں۔

اھل السنۃ والجماعۃ من مذھبھم خال عن بدع شرح مواقف ص۷۶۴

یعنی اہل سنت والجماعت کا گروہ ہی ایسا ہے جن کا مذہب بدعات سے خالی ہے۔

حافظ ابن الاثیر عز الدین علی بن محمد المتوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں۔

والصحابۃ یشارکون سائر الرواۃ فی جمیع ذلك الا فی الجرح والتعدیل فانھم کلھم عدول لا یتطرق الیھم الجرح لان اللہ عزوجل ورسولہ زکاھم وعدلاھم وذلك شھود لا یحتاج لذکرہ
اسد الغابہ حرفۃ الصحابۃ ص۲

حضرات صحابہ کرام تمام راویوں میں تمام باتوں میں شریک ہیں مگر جرح و تعدیل میں نہیں کیونکہ حضرات صحابہ کرام سب کے سب عادل اور حق میں ان پر جرح نہیں کی جا سکتی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ان کی پاک بازی اور تعدیل بیان فرما دی ہے اور یہ ایک مشہور بات ہے جس کے ذکر کی ضرورت نہیں

الغرض حضرات صحابہ کرام امت کے لئے حق و باطل، خیر و شر، سنت و بدعت اور ثواب و عتاب وغیرہ امور کے پرکھنے کی کسوٹی اور معیار حق ہیں۔ جو کام انہوں نے کیا وہ حق اور سنت اور باعث نجات ہے۔ اور ان کا ہر قول و فعل ہمارے لئے سنت ہے اور حجت بھی ہے۔ اور وہی ہمارے لئے فلاح اور ترقی کی راہ ہے۔ ان کی خلاف ورزی ہمارے لئے تباہی و بربادی

کی راہ ہے۔

فتح الباری ج ۳ ص ۲۶۶ پر امام ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

ان اهل السنة والجماعة متفقون على ان اجماع الصحابة حجة۔

اہل سنت والجماعت اس بات پر متفق ہیں کہ حضرات صحابہ کرام کا اجماع حجت ہے

اجماع کے حق اور صحیح ہونے پر ارباب اصول نے سیر حاصل بحث کی ہے چنانچہ مشہور اصولی شیخ الاسلام علی بن محمد البزدوی الحنفی المتوفی ۴۸۲ھ تحریر فرماتے ہیں۔

فصار الاجماع کآیة من الکتاب او حدیث متواتر فی وجوب العمل والعلم فیکفر جاحده فی الاصل اصول بزدوی ج ۳ ص ۲۶۱

پس ہوگیا اجماع جیسے قرآن کریم کی آیت یا حدیث متواتر جیسے یہ واجب عمل وعلم میں اسی طرح اجماع بھی ہے۔ اجماع کا منکر کافر ہوگا۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تابعین واتباع تابعین جو قرون مشہود لہا بالخیر ہے ان کا عمل اور قول یا کوئی کام ہو ہم اہل سنت کے لئے حجت ہے اور جس طرح حضور علیہ السلام کی سنت پر عمل کرنا واجب اور ضروری ہے۔ اسی طرح صحابہ کی سنت اور طریق پر بھی عمل کرنا ضروری اور واجب ہے۔ انہوں نے جو کام کیا ہے وہ حضور کے قول وفعل یا ترک سے حاصل کیا ہے یا قرآن حکیم اور قولی۔ فعلی اور تقریری سنت سے استنباط کیا ہے۔ کیونکہ تمام صحابہ عدول امت معتدلہ اور شہداء اللہ تھے اور انہوں نے جو حاصل کیا وہ حضور اکرم علیہ الصلوۃ کے اسوۂ حسنہ اور سنت عادلہ سے اخذ کیا ہے۔ اسی لئے ان کے اجماع کے منکر کو شیخ الاسلام نے کافر کہا ہے۔

حضور علیہ السلام امت کے لئے بہترین نمونہ ہیں۔ ان کے علم۔ عمل۔ اخلاق۔ حیا۔ تقویٰ۔ صبر۔ شکر۔ حلم وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم ان سے اپنی صحبت ورفاقت کے زمانہ میں سفر وحضر۔ ہجرت۔ جہاد وغیرہ میں اخذ کرتے رہے ہے۔ حضور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا کوئی عمل یا قول یا ان کا کسی کام کو ترک کرنا سب صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایات یا تفقہ فی الدین یا استنباط کے ذریعے ہی ہم تک پہنچا ہے بلکہ کتاب منزل من اللہ بھی مسلمانوں کو ملی تو ان ہی کی نقل وحفاظت [illegible] ان کی دیانت وتقویٰ کا یہ حال تھا کہ ان کو اللہ

تعالٰے نے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی بہترین سند سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ رتبہ عنایت فرمایا کہ قول۔ فعل یا فعل کا ترک ہمارے لئے سنت قرار دیا۔ علیکم بسنتی وسنة خلفاء الراشدین اس بات پر شاہد ہے نبی کی بات وحی من اللہ ہوتی ہے وہ اپنی خواہش یا کسی کی خواہش سے کلام نہیں کرتے۔ گفتہ او گفتہ اللہ بود۔ گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود۔

قال مولانا علی القاری فی شرحه للمشکوٰة۔ جلد ا ص ۲۹ والمتابعة کما تکون فی الفعل تکون فی الترك ایضاً

کہا مولانا علی القاری نے شرح مشکوۃ میں اور متابعت جیسا کہ حضور کے فعل کی ہوتی ہے۔ اسی طرح ترک میں بھی ہوتی ہے۔

ان تمام روایات سے یہ بات بالصراحت ثابت ہوتی ہے کہ حضور کا فعل اور ترک فعل دونوں سنت ہیں اور آپ کے فعل کی متابعت ضروری ہے اور آپ کے کسی کام کو ترک کر دینے کی سنت کی متابعت ضروری اور لازمی ہے اور اگر ترک کی سنت کو نہ مانا جائے گا تو اس دین میں جو کہ کامل اور اکمل ہے اور کئی اور چیزوں کے داخل ہونے کا امکان ہے۔ جیسا کہ بریلوی حضرات اور زائغین نے یہ رٹ لگا رکھی ہے کہ اس دعا بعد نماز جنازہ کی ممانعت نہیں ہے حالانکہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا اس دعا کو نہ مانگنا ہی خود ممانعت کی اہم دلیل ہے اگر یہ دعا بعد نماز جنازہ کے جائز ہوتی تو ضرور اس دعا کو اپنے قول وفعل سے جاری فرما دیتے۔ آپؐ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو اور شرع کے کسی امر کو نہ چھپا سکتے تھے نہ اس امر سے خاموش رہ سکتے تھے۔ آپ اللہ کے نبی تھے اس قسم کا کوئی آپ کو ڈر نہیں تھا نہ آپؐ کو کوئی لالچ تھا کہ وہ اس دعا بعد نماز جنازہ کو چودھویں صدی کے زائغین کے لئے چھوڑ گئے تھے کہ وہ اس بدعت کو خود جاری کر لیں گے اور اس کا نام بدعت حسنہ یا بدعت ہدیٰ رکھ لیں گے۔ اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ مشہود لہا بالخیر میں بھی اس کا وجود نہیں تھا۔ نہ ان میں سے کسی نے یہ دیا یا عمل نہ اس پر ان کا اجماع ہوا۔ انہی اصول کے ماتحت فقہاء احناف رحمہ اللہ علیہم نے چند اور چیزوں کا بھی ذکر کیا ہے کہ ان کا وجود اور ثبوت بھی سابقون اولون مہاجرین وانصار اور تابعین کے زمانے میں نہ تھا اور وہ اب بھی ناجائز اور بدعت ہیں۔

مثلاً صاحب مجالس الابرار رقمطراز ہے۔

ان فعل ما فعلہ علیہ السلام سنۃ کذالک ترکہ ما ترکہ علیہ السلام مع وجود المقتضی و عدام المانع سنۃ ایضا مثل الاذان فی الجمعۃ و ترکہ فی العیدین کلاھما سنۃ۔

(مجالس الابرار ص ۱۳۵)

بیشک جس چیز کو نبی علیہ السلام نے کیا ہے۔ اس کا کرنا سنت ہے۔ ایسے ہی جس چیز کو نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ترک کیا ہے۔ اس کا مقتضا ہونے کے باوجود بغیر عذر کے اس کا ترک کردینا بھی سنت ہے۔ جیسا کہ جمعہ میں اذان سنت ہے اور اذان کو ترک کرنا عید میں سنت ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ عدم ثبوت ترک کی دلیل ہے نیز عدم فعل کراہت اور عدم جواز کی علامت ہے۔ اسی طرح شرح کا ساکت ہونا یعنی قرآن۔ سنت صحابہ کی سنت سب ساکت عن البیان ہوں تو یہ بھی عدم جواز اور کراہت کی دلیل ہے۔ جیسا کہ ہدایہ باب العیدین میں ہے۔

لا ینتفل فی المصلی قبل صلوۃ العید لان النبی علیہ السلام لم یفعلہ مع حرصہ علی الصلوۃ۔

نہ نفل پڑھے عیدگاہ میں نماز عید سے قبل کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے باوجود حرص رکھنے نماز کے نہیں پڑھے۔

حضور نبی علیہ السلام نے اپنی حیات طیبہ میں اٹھارہ نمازیں عید کی پڑھائی ہیں اور کسی ایک نماز عید کے قبل نفل ادا نہیں کئے۔ یہی دلیل قبل از نماز عید کے نوافل کے مکروہ اور ناجائز ہونے کی ہے جو فقہا نے صراحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ اسی طرح شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۴۹ پر فرماتے ہیں کہ اتباع وحی باید کرد کہ بسا امور محمود کہ در حد ذات فضیلت دارد اما در خصوص مقام وارد شدہ و درست نیامدہ والزیادۃ فی مثلہ نقصان فی الحقیقۃ کما یزاد فی الاذان محمد رسول اللہ بعد التھلیل

کہ وحی کی اتباع کرنی چاہیے کیونکہ بہت سے امور فی نفسہٖ محمود ہوتے ہیں اور فضیلت رکھتے ہیں مگر خصوصی مقام میں ان کا ثبوت نہیں ہوتا وہ درست نہیں ہوتے پس زیادتی ایسی چیز میں حقیقت میں نقصان دہ ہے جیسے اذان میں لا الہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ کی زیادتی نقصان دہ ہے۔

اسی طرح مشکوۃ شریف کے صفحہ ۴۰۶ پر ہلال بن یساف سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ ہم سالم بن عبید کے پاس تھے کہ ایک آدمی نے قوم میں سے چھینک ماری پس کہا اس نے السلام علیکم پس کہا اس کو سالم نے وعلیک وعلی امک۔ پس گویا اس آدمی نے اس بات کو برا منایا اپنے جی میں پس کہا سالم نے میں نے وہی بات کہی ہے جو نبی علیہ السلام نے فرمائی تھی۔ یعنی علیک وعلی امک پس جس وقت چھینک مارے تم میں سے کوئی ایک۔

فلیقل الحمد للہ رب العالمین و من یرد علیہ یرحمک اللہ و لیقل یغفر اللہ لی و لکم۔

(رواہ الترمذی و ابوداؤد)

پس جب چھینک مارے ایک تم میں سے پس کہے الحمد للہ رب العالمین اور جواب دے وہ کہے یرحمک اللہ پھر وہ یغفر اللہ لی و لکم۔

اسی طرح ایک شخص عبداللہ بن عمر کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس کو چھینک آئی تو اس نے کہا الحمد للہ و سلام علی رسول اللہ۔ تو ابن عمر نے فرمایا میں بھی کہتا ہوں الحمد للہ و سلام علی رسول اللہ لیکن اس مقام پر ہم کہتے ہیں۔ الحمد للہ علی کل حال۔ مشکوۃ ص ۴۰۶

دیکھو ان روایات میں سالم بن عبیدہ نے اس آدمی کو سلام علیک سے روک دیا۔ اور حضرت ابن عمر نے الحمد للہ کے ساتھ سلام علی رسول اللہ سے روک دیا اور صرف الحمد للہ رب العالمین پر کفایت کر لینے کا حکم صادر فرما دیا۔ حالانکہ السلام علیک اور سلام علی رسول اللہ دونوں کلمے حسن اور محمود ہیں۔ لیکن یہاں ان الفاظ کے کہنے کا مقام نہیں تھا۔ اس لئے ان کو روک دیا۔ اس زیادت کو پسند نہ فرمایا اور جو سنت صحیحہ تھی اس کو ہی نکھار کر جاری کر دیا۔ یہ ہے احیاء سنت۔ نیا طریقہ ایجاد کرنے کا نام احیاء سنت نہیں۔ جس کو حضور نے کیا ہی نہیں ہے۔

ان تمام محولہ بالا روایات سے چند اصول کا استخراج ہوتا ہے۔ جن سے فقہی اصول استنباط کئے گئے ہیں اور فقہاء امت نے ان زیادتیوں کو خاص خاص مقامات میں ناپسند اور مکروہ گردانا ہے۔

۱۔ حضور نبی علیہ السلام کا فعل بھی سنت ہے۔ صحابہ کا فعل بھی سنت ہے۔

۲۔ حضور نبی علیہ السلام نے جس کام کو ساری زندگی ترک رکھا۔ وہ شریعت میں منع ہے۔ اس کا جواز نہیں۔

۳۔ جو اس وقت دین نہ تھا وہ آج بھی دین نہیں۔ جیسا کہ امام مالک کا قول ہے فما لم یکن یومئذ دینا فلا یکون الیوم دینا (الاعتصام شاطبی ص۲۸ج۱) اور امام مالک کا دوسرا قول یہ ہے

۴۔ لم یات آخر ھذہ الامۃ باھدی مما کان علیہ اولھا۔ یعنی اس امت کے آخری لوگ زیادہ ہدایت یافتہ اپنے پہلے یعنی صحابہ تابعین اور اتباع تابعین سے نہیں ہیں

۵۔ التزام اس چیز کا کرنا جو ضروری نہ ہو مکروہ ہے۔ جیسے مسجد میں ایک جگہ کا معین کر لینا۔

عبادات میں اپنی طرف سے زیادت کرنا مکروہ ہے۔

عبادات میں یا احکام میں آگے پیچھے ارکان یا وظائف کا کرنا درست نہیں۔ جیسا کہ کوئی شخص دوسری سورت کے بعد الحمد للہ رب العالمین سورہ فاتحہ پڑھے یا سری بنا دے یا سری کو جہری بنا دے۔

۸۔ جب ایک چیز دائر ہو سنت اور بدعت کے مابین تو اس میں ترجیح بدعت کو ہوگی یعنی اس کو چھوڑنا ضروری ہوگا۔ جیسا کہ علامہ شامی لکھتے ہیں۔ اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ کان ترک السنۃ راجحا علی فعل البدعۃ رد المختار ص۲۵۰ ج۱

۹۔ اور جس کام کو آپ نے کبھی کبھی ترک کیا وہ اب ہمارے لئے بھی کبھی کبھی ترک کرنا سنت ہے۔

۱۰۔ دلائل اور اصول شرع چار ہیں۔ ۱۔ کتاب اللہ۔ ۲ سنت رسول اللہ ۳۔ اجماع امت۔ ۴۔ قیاس۔

۱۱۔ احکام شرع کے آٹھ ہیں۔ ۱۔ حلال ۲۔ حرام ۳۔ مکروہ تحریمہ ۴۔ مکروہ تنزیہہ۔

۵۔ فرض ۶۔ واجب ۷۔ سنت ۸۔ مستحب۔

۱۲۔ وہ گناہ کی بات ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تیرے سینے میں تردد پیدا کرے۔ الاثم ما حاک فی نفسک وتردد فی صدرک۔ (مشکوٰۃ ص۴۲۲) وہ گناہ ہے

۱۳۔ حلال کو حرام بنانا اور حرام کو حلال بنانا یا ان کو مکروہ تحریمہ یا تنزیہہ بنانا جائز نہیں۔ فرض کو واجب اور واجب کو فرض بنانا یا سنت کو فرض واجب بنانا درست نہیں۔ اسی طرح مستحب کو یا مباح کو فرض واجب کی طرح سمجھنا جائز نہیں جیسا کہ محمد طاہر المفتی مجمع البحار کے ص۲۴۴ پر لکھتے ہیں۔ (ان المندوب ینقلب مکروھا اذا خیف ان یرفع من رتبتہ) یعنی مندوب بھی کراہیت میں بدل جاتا ہے۔ جب اس کا رتبہ بڑھا دیا جائے اور علامہ حلبی اور علامہ حموی تصریح فرماتے ہیں کل مباح یودی الیہ مکروہٌ۔ کہ ہر مباح جسے لوگ سنت سمجھیں وہ مکروہ ہو جاتا ہے (کبیری ص۶۶۶ والاشباہ والنظایر ص۵۷) اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے ص۱۲ جلد ۲ میں مولانا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قال الطیبی وفیہ ان من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف علی بدعۃ و منکر۔

کہا طیبی نے جو شخص مندوب پر اصرار کرے اور اس کو لازم قرار دے اور رخصت پر عمل نہ کرے تو اس کو شیطان کے گمراہ کرنے سے حصہ مل گیا۔ یہ مندوب کا حال ہے اور جو پہلے ہی سے بدعت اور منکر ہو۔ اس کا کیا حال ہوگا۔

ماسٹر صاحب اور دیگر ناظرین کرام ان تمام اصول، قواعد و ضوابط شرعیہ کو بنظر غائر دیکھیں کہ کیا یہ دعا بعد نماز جنازہ جو کہ نبی علیہ السلام سے ثابت نہیں ہے۔ نہ صحابہ۔ تابعین اتباع تابعین اور ائمہ حدیث اور ائمہ فقہاء۔ کی تصریحات سے اس کا کوئی نشان یا نقل یا کوئی اثر ملتا ہے اور بریلوی لوگ اس کو عزم بالجزم سے بلکہ فرض واجب سے بھی اہم سمجھ کر یہ دعائیں مانگتے ہیں اور اسی طرح کی اور چیزیں بھی انہوں نے چودھویں صدی کے

آغاز میں سے شروع کر رکھی ہیں۔ ان کو اپنی عاقبت خراب کرنے سے بھی کوئی دریغ نہیں آیا کہ جس کو تمام امت کے فقہاء کرام نے بالاتفاق ممنوع اور بدعت یا مکروہ فرمایا۔ ہم کیوں بانس بریلی کی سیڑھیوں پر چڑھ کر اللہ اور رسول کی شریعت حقہ سے منہ پھیر رہے ہیں اور اللہ کے مکمل دین میں وہ چیزیں شامل کر رہے ہیں جن کا التزام شریعت حقہ سے ثابت نہیں ہے

ان اصول و قواعد سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اذان کے کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ کہنا جائز نہیں۔ کوئی چھینک مارے تو اس کو الحمد للہ رب العالمین کے سوا اور کلمہ مثلاً السلام علیک کہنا یا بسم اللہ وسلام علیٰ رسول اللہ کہنا جائز نہیں بلکہ حضورؐ کے فرمان کے مطابق الحمد اللہ علیٰ کل حال کہنا جائز ہے اور اسی طرح نماز عیدین کے پہلے اذان نہیں اور نوافل نہیں حضور نے بعہد نبوت عیدین کے پہلے نہ اذان دلوائی نہ نفل پڑھے اور ان کے بعد صحابہ، تابعین اور تبع تابعین نے بھی عیدین کے قبل نہ اذان دلوائی اور نہ نفل پڑھے اور یہی مذہب فقہاء راست کا ہے۔ اسی بنا پر وہ تمام تصریحات میں فرماتے ہیں کہ بعد نماز جنازہ کے دعا مانگنا مکروہ ہے کیونکہ یہ مقام اس دعا کے مانگنے کا نہیں کیونکہ اس کو حضور علیہ السلام نے بھی پسند نہیں فرمایا یا اس کا من جانب اللہ وحی کے ذریعے اشارہ ہو جاتا تو آپ ضرور فرماتے کیونکہ آپ ہر کام وحی کے حکم کے مطابق ہی عمل میں لاتے تھے یا زبان پر لاتے تھے اور یہ بھی نہیں کہ شریعت مکمل نہیں اس میں اور نئی چیزیں داخل ہو سکتی ہیں۔ شریعت بہر حال مکمل اور اکمل ہے اس میں کوئی نئی پرانی چیز کا اضافہ یا زیادت کسی طرح جائز نہیں۔ آپ کا ارشاد گرامی پھر دیکھ لیجئے من احدث فی امرنا مالیس منہ فھو ردٌ۔ جو نئی چیز ہمارے امر (شریعت) میں داخل کرے گا جو اس (امر شریعت) میں سے نہ ہو گی وہ مردود ہے۔ اس سے واضح تر ممانعت اور کیسی ہو سکتی ہے اور بریلوی ہیں کہ یہی رٹ لگائے پھرتے ہیں کہ ممانعت نہیں ممانعت نہیں۔ اور اس حسنہ اور حسینہ بدعت کو کبھی کسی حال میں چھوڑنا ہی پسند نہیں اور پھر اس کی پابندی کرتے اور ہر نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے پر اتنا اصرار کہ نماز جنازہ (فرض کفایہ) رہ جائے تو بیشک رہ جائے مگر یہ دعا بعد نماز جنازہ نہیں بند ہونی چاہیئے۔ ان کے اس اصرار اور تکرار نے یہ بات

بالکل ظاہر ہوتی ہے کہ یہ اس دعا کو فرض سے بھی زیادہ اہم اور ضروری سمجھتے ہیں۔

جب میں نے تحقیق الدعا لکھی تھی ان کے مولوی صاحبان نے یہ چیز بھی پیش نہیں کی تھی کہ کھڑے ہو کر دعا مانگنا زیادت علیٰ صلوٰۃ الجنازہ کی وجہ سے جائز نہیں۔ اب یہ بریلوی اور ماسٹر یہ لکھنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عذر کہ ہم کھڑے ہو کر دعا نہیں مانگتے ہم بیٹھ کر دعا مانگتے ہیں۔ کھڑے ہو کر دعا مانگنا تو زیادت ہے۔ مگر بیٹھ کر دعا مانگنا زیادت نہیں اور اسی طرح ایک اور بہانہ انہوں نے بنالیا ہے کہ ہم کسر صفوف کر کے دعا مانگتے ہیں۔ اور لا یقوم بالدعا لہ کے معنی یہ کرتے ہیں کہ اس میں کھڑے ہونے کی نفی ہے۔ دعا کی نفی نہیں ہے، اور ہم بیٹھ کر دعا مانگتے ہیں وغیرہ ذالک۔

ہم ان بریلوی مولویوں اور ان ماسٹروں سے پوچھتے ہیں کہ یہ نہ کھڑے ہو کر دعا مانگنے بیٹھ کر دعا مانگنے کی شرط جو تم لگا رہے ہو یا کسر صفوف کی شرط جو تم لگا رہے ہو اس کا حوالہ آپ نے کوئی نہیں دیا کہ فلاں مجتہد نے فلاں کتاب میں اس شرط کی تصریح کر دی ہے کہ کھڑے ہو کر دعا مانگنا تو زیادت نماز جنازہ پر ہونے کی وجہ سے ناجائز و مکروہ ہے لیکن بیٹھ کر اور کسر صفوف کے بعد دعا مانگنا درست اور جائز ہے۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں دیا اور نہ اس چودھویں صدی کے مجتہد کا انہوں نے نام لیا ہے نہ اس سے پہلے مجتہدین فقہاء کی اس بارے تصریحات پیش کی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ تیرہ صدیوں تک جتنے محدثین اور فقہاء اور صحابہ اور تابعین تبع تابعین وغیرہ گزر چکے ہیں۔ ان سب کے پیش نظر یہ شرائط اس دعا بعد از جنازہ کے بارے میں کوئی نہ تھیں۔ یہ صرف بریلوی علماء کے حصے میں آئی ہیں۔ کہ وہ خود ایجاد کر کے امر شریعت میں داخل کر لیں تاکہ بقول ان کے دین مکمل نہیں تھا۔ اب ان ہی لوگوں کے اضافات اور زیادات سے دین مکمل ہو گا۔

جواب لا یقوم و کسر صفوف

پہلے بھی میں اس لا یقوم پر بحث کر چکا ہوں۔ اور لغت کے اعتبار سے اس کے کئی معنے ہیں۔ جو احادیث اور قرآن حکیم کی آیات سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ قیام لیل۔

قیام رمضان کے معنے لغت کے اعتبار سے یہ ہیں رات کو کھڑا ہونا اور رمضان شریف میں کھڑا ہونا۔ لیکن قرآن۔ حدیث اور شریعت کی اصطلاح میں صرف کھڑا ہونا مراد نہیں بلکہ ان الفاظ سے رات کو نماز تہجد پڑھنا اور رمضان شریف میں نماز تراویح کا پڑھنا مراد ہے اسی طرح اقیموا الصلوۃ کا معنی لغت کے اعتبار سے نماز کو کھڑا کرو۔ لیکن شریعت اور قرآن کی اصطلاح میں اس سے ہمیشہ نماز پڑھنا مراد ہے اور لما قام عبداللہ یدعوہ اور جس وقت اللہ کا بندہ دعا یعنی عبادت کرنے لگتا ہے اور یوم یقوم الحساب جس روز حساب ہوگا وغیرہ ذالک۔ اب یہ بات ان بریلویوں کو خود سوچنی چاہیئے کہ سورۃ مزمل میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا:۔

ان ربك يعلم انك تقوم ادنیٰ	بیشک رب تیرا جانتا ہے کہ تو دو تہائی رات
من ثلثی الليل ونصفهٗ وثلثهٗ و	سے کم یا نصف اس کا یا ایک تہائی رات کو اٹھتا
طائفة من الذين معك۔	ہے اور ایک جماعت تیرے ساتھ۔

تو کیا اس آیت میں صرف کھڑا ہونا ہی مراد ہے یا نماز پڑھنا مراد ہے اسی طرح ہم نے

لا يقوم بالدعاء بعد صلوٰة الجنازة	نہ مانگنے کوئی دعا بعد نماز جنازہ کے کیونکہ وہ
لانہ یشبه المزيادة فی صلوٰة الجنازة	نماز جنازہ میں زیادتی کے مشابہ ہے۔

اور اسی طرح مرقاۃ ملا علی القاری المتوفی سنہ ۱۰۱۴ھ میں لکھا ہے۔

لا يدعوا للميت بعد صلوٰة الجنازة	نہ دعا مانگنے کوئی نماز جنازہ کے بعد کیونکہ وہ
لانہ یشبه الزيادة فی صلوٰة الجنازة	دعا نماز جنازہ میں زیادت کے تشابہ ہے۔

اب دونوں روایتوں میں صاف اور غیر مبہم الفاظ میں تصریح موجود ہے کہ نماز جنازہ کے بعد متصلاً دعا نہ مانگنی چاہیئے اور ان دونوں میں کسر صفوف اور بیٹھ کر دعا مانگنے کی بھی کوئی تصریح نہیں ہے ورنہ ہم یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ عاقل کے لئے اشارہ کافی ہوتا ہے جاہل کے لئے تو کئی دفتر علم و حکمت کے بھی بے سود ہوتے ہیں۔

کھڑے ہو کر دعا مانگنے کو تم بھی زیادت اور ناجائز سمجھتے ہو باقی کسر صفوف کا مسئلہ رہ گیا اس کے بارے میں بھی صحیح فیصلہ مغنی ابن قدامہ کی روایت میں دیکھ لیجئے۔

روی عن مجاهد انه قال اذا	روایت کیا گیا مجاہد سے تحقیق اس نے کہا۔
صليت فلا يبرح مصلاك حتی	جس وقت تو نماز جنازہ پڑھے بس نہ ہٹ
ترفع قال ورئيت ابن عمرؓ	اپنی جگہ سے حتیٰ کہ جنازہ اٹھایا جائے۔ کہا
يبرح من مصلاه اذا صلی علی	اس نے میں نے دیکھا حضرت عبداللہ بن
جنازة حتی يراها علی ايدی	عمر کو وہ قائم رہتے تھے اسی نماز کی جگہ پر
الرجال قال الاوزاعی لا	جب وہ نماز پڑھتے تھے۔ کسی جنازہ پر حتیٰ
ينقض الصفوف حتی ترفع	کہ وہ دیکھ لیں لوگ اس جنازہ کو اپنے ہاتھوں
الجنازة۔	پر اٹھا چکے ہیں۔ حضرت امام اوزاعی فرماتے
ص ۴۹۲	ہیں کہ صفوں کو نہ توڑا جائے یہاں تک کہ جنازہ
	اٹھایا جائے۔ (مغنی ابن قدامہ)

ماسٹر صاحب اور ان کے ہم مشرب دیکھ لیں کہ حضرت مجاہدؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور امام اوزاعی تو کسر صفوف کی اجازت ہی نہیں دیتے اور یہ وہ دعا کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر مانگتے ہیں۔ اس روایت میں بھی اس دعا بعد نماز جنازہ کے عدم جواز اور مکروہ ہونے کا ثبوت موجود ہے۔ ذرا تامل کی ضرورت ہے نیز نماز جنازہ ایک وجہ سے تو نماز ہے لیکن اکثر وجوہ کے اعتبار سے یہ دعا و استغفار للمیت ہے اس لئے مساجد کے لئے ایسے الفاظ آئے ہیں کہ بنی لاداء المکتوبات کہ مسجدیں مکتوبات نمازوں کے لئے بنائی گئیں۔ مکتوبات نمازیں بالاصل ہیں۔ اور باقی بالتبع مساجد میں ادا کی جاتی ہیں۔ اگر یہ مکتوبات مساجد میں باجماعت اذان اور اقامت کے ساتھ پڑھنے کا حکم نہ ہوتا تو مسلمانوں کے لئے مرکزی مقام کوئی نہ ہوتا۔ دوسری نمازیں جہاں کہیں چاہتے پڑھ لیتے نماز جنازہ کو مکتوبات پر قیاس کر کے بعد از نماز جنازہ کی دعا کو ثابت کرنا محال ہے اور اس کا کوئی جواز نہیں اور نہ نماز جنازہ کو دوسری مکتوبہ نمازوں کے بعد کسر صفوف کی ضرورت ہے۔ فرائض مکتوبہ میں تو بعد سنن و نوافل پڑھے جاتے ہیں۔ اس میں تو فرائض کی جگہ کو چھوڑ کر کسر صفوف کر کے نماز پڑھنا درست ہوگا لیکن یہ نماز جنازہ کے کسر صفوف کرنے اور بیٹھ کر دعا مانگنے کا کوئی جواز نہیں۔ نہ کسی

روایت سے ثابت ہے نماز جنازہ کے اندر نہ قرات فاتحہ نہ قراۃ باقی سورۃ نہ رکوع نہ تسمیع، نہ تحمید نہ قومہ نہ سجدہ نہ جلسہ استراحت نہ تسبیحات نہ التحیات ۔آگے میت ہے جس کے سامنے نہ رکوع ہو سکتا ہے نہ سجدہ الخ۔ اس لئے نماز جنازہ حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم اور رب العزت کی طرف سے وحی سے ایک نماز مکتوبہ سے الگ صورت میں ثنا۔ درود شریف اور دعا للمیت والمسلمین کیلئے مقرر کی گئی ہے۔ تو جس طرح مکتوبہ نمازوں کی جماعت ہو جانے کے بعد اسی وقت اسی جگہ اسی حالت میں اذان۔ اقامت کے ساتھ نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ اسی طرح دعا للمیت میں بعد نماز جنازہ کے اسی جگہ اسی طرح جماعت کے ساتھ دعا مانگنا مکروہ اور بدعت ہوگا۔ اس دعا کو دوسری نمازوں پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نہ دعا اہم اور فرض کفایہ ہے کہ بغیر دعا کے جنازہ نہیں ہوتا جب اس دعا للمیت کے بعد اسی جگہ پر کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر دعا مانگی جائے گی تو اس اہم اور فرض کفایہ دعا کا ضرور استخفاف ہو جائے گا۔ اسی استخفاف کی وجہ سے اور دوسرا فرمان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے کہ ہر بدعت رافع سنت ہوتی ہے یہ دعا بھی بدعت ہوگی۔ تو اس دعا کے بدعت ہونے کی تین علتیں ہوئیں۔ ایک استخفاف سنت دوسری رافع سنت تیسری اسی شان و شوکت سے با جماعت اور اس دعا کو ضروری اور اہم سمجھنا۔ بس ان تین علتوں کی بنا پر یہ دعا بدعت ہوگی اور مکروہ اور چوتھی علت یہ بھی ہے کہ اس دعا سے شریعت ساکت ہے اس سے بھی اس دعا کے ناجائز ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ ایک اور وجہ مجھے یاد آگئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دعا للجنازہ کا جو طریقہ بتایا اس میں یہی کھڑا ہونے کا طریقہ ہی بہتر اور موزوں تھا اور کوئی طریقہ بیٹھ کر دعا مانگنے کا ہوتا تو وہ بھی حضور کو بتا دیا جاتا جس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بیٹھ کر دعا کرنا میت کے لئے درست نہیں ہوگا۔ قبر پر بھی کھڑے ہو کر دعا مانگی جاتی ہے۔ زیارت قبور میں بھی کھڑے کھڑے دعا مانگی جاتی ہے زیر بیٹھنے کا مقام نہیں۔

نیز لا یقوم سے یہ ثابت کرنا کہ کھڑے ہو کر دعا کرنا زیادت ہے۔ اور بیٹھ کر دعا کرنا جائز ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ آدمی قرآن حکیم کے الفاظ لا تقم علی قبرہ کا یہ معنی لے گا کہ اس

سے قبر پر کھڑا ہونا منع ہے بیٹھنا منع نہیں۔ اسی طرح مسجد ضرار میں آپ کو جانے اور کھڑا ہونے سے ان الفاظ سے منع فرمایا ولا تقم فیہ ابداً تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ اس مسجد میں کھڑا ہونا تو درست نہیں بیٹھنا جائز تھا۔ یہ سب بریلوی کی غلط تاویلات ہیں۔ جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اب دعا نماز جنازہ کے بعد دعا نہ مانگنے اور زیادت علی السنۃ ہونے اور بدعت و مکروہ ہونے کے چند اور وجوہ لکھے جاتے ہیں۔ فانظروا واعتبروا۔

وجہ اول :۔ دعا بعد نماز جنازہ قرآن کریم کی کسی آیت سے عبارۃً یا دلالۃً یا اشارۃً ثابت نہیں ہوتی۔

وجہ دوم ۔ اثبات الدعا بعد صلوٰۃ الجنازہ کے بارے میں تمام کتب احادیث میں ایک روایت بھی نہیں۔

وجہ سوم ۔ کسی محدث نے باب الدعا بعد صلوٰۃ الجنازہ کا عنوان قائم نہیں کیا نہ اس کا کوئی اشارہ کیا ہے۔

وجہ چہارم ۔ کسی صحابی۔ تابعی سے ثابت نہیں کہ اس نے بعد نماز جنازہ کے دعا مانگی ہو۔

وجہ پنجم ۔ کسی مجتہد امام نے کسی آیت یا روایت سے دعا بعد نماز جنازہ کو استنباط کر کے جائز قرار نہیں دیا۔

وجہ ششم ۔ فقہ کی کسی مشہور و مستند کتاب میں دعا بعد نماز جنازہ کا جواز ثابت نہیں۔

وجہ ہفتم ۔ تیرھویں صدی کے آخر تک کسی مفتی یا فقیہ نے اس دعا کے جائز ہونے کا فتویٰ نہیں دیا۔

وجہ ہشتم ۔ قرآن کریم کی آیت لا تصل علیٰ احد منھم مات ابداً ولا تقم علیٰ قبرہٖ سے بطریق اشارۃ النص کے ثابت ہوتا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دفن سے پہلے کوئی دعا نہیں ہے۔

وجہ نہم ۔ فقہ کی اکثر و بیشتر کتابوں سے بیان ضرورت کے ضابطہ کے تحت نماز جنازہ کے بعد دعا کی نفی مستنبط ہوتی ہے۔

وجہ دہم :- اصول فقہ کی کتب میں مذکور ہے کہ السکوت فی موضع البیان بیان للنفی بیان کے موقع پر اور ضرورت کے موقع پر خاموش رہنا نفی اور ممانعت کی علامت ہے

(تلک عشرۃ کاملہ)

اثبات نفی الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ

ثبوت نمبر ۱ :- ویسلم بعد التکبیرۃ الرابعۃ ولا یقول ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ۔
(قاضی خان صفحہ ۹)

اور سلام کہے بعد تکبیر چوتھی کے اور نہ کہے ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ (یعنی دے ہم کو اے رب دنیا میں بھلائی)

ثبوت نمبر ۲ - ویسلم عقبھا بلا دعاء بعد التسلیمتین -

وبعد تکبیر چہارم کے دونوں طرف سلام پھیرے اور دعا نہ مانگے۔ ملتقی الابحر صفحہ ۱۸۴

ثبوت نمبر ۳ - دوجی بعد درود پڑھیئے - تریجی بعد دعا - چوتھی بعد سلام کہیئے - وت دعا نہ کا !

بعد فراغ نماز جنازے ڈھیل دعا نہ کریئے

نال شتابی چا کر میت کول قبر دے دھریئے ! (انواع بارک اللہ)

ثبوت نمبر ۴ - لا یدعوا بعد التسلیم
مسائل مہمہ ص

نہ دعا مانگے بعد تسلیم کے -

ثبوت نمبر ۵ - لا یجوز الفاتحہ علی المیت قبل الدفن -
جامع الفوائد صفحہ ۶۴

نہیں جائز فاتحہ میت پر دفن کرنے سے پہلے -

ثبوت نمبر ۶ - بعدہ ایستادہ نماند برائے دعا -
فتاویٰ برہنہ صفحہ ۳۵۹

ثبوت نمبر ۷ - لا یقوم الرجل بالدعاء

نہ ٹھہرے آدمی دعا کے لئے بعد

بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ قد دعا مرۃ لانھا اکثر صلوٰۃ الجنازۃ الدعاء
محیط برھانی ورق ۳۲۷ ص ۲-

نماز جنازہ کیوں کہ وہ ایک بار دعا مانگ چکا ہے کیونکہ اکثر نماز جنازہ دعا ہی ہے -

ثبوت نمبر ۸ - لا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ دعا مرۃ - فتاویٰ سعدیہ ج ۲ - صفحہ ۸۰

نہ ٹھہرے دعا کے لئے بعد نماز جنازہ کے کیونکہ اس نے ایک دفعہ دعا مانگ لی ہے -

ثبوت نمبر ۹ - لا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ لانہ دعا مرۃ -

فتاویٰ بزازیہ ج ۱ صفحہ ۸۳ - بحر الرائق ج ۲ صفحہ ۱۸۳ -

ثبوت نمبر ۱۰ - لا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ
کشف الرمز علی الکنز سید الحموی صفحہ ۱۳۱

نہ کھڑا ہو بعد نماز جنازہ کے کیونکہ وہ زیادت کا شبہ رکھتی ہے نماز میں -

ثبوت نمبر ۱۱ - اذا فرغ من الصلوٰۃ لا یقوم بالدعاء - فتاویٰ سراجیہ صفحہ ۲۳

جب فارغ ہو جائے نماز سے نہ کھڑا ہو دعا کے لئے -

ثبوت نمبر ۱۲ - بعد از تکبیر چہارم سلام دو راست و چپ بگوید و دراں حال و دو دست بکشاید و بعد از سلام بقرآۃ قرآن و ہیچ دعا مشغول نہ شود کہ مسنون نیست -
(مصباح الہدایہ قلمی صفحہ ۲۵)

بعد تکبیر چہارم کے سلام دائیں بائیں کہے اور اسی وقت دونوں ہاتھ کھول دے اور بعد سلام ساتھ قرأۃ قرآن و کسی دعا کے مشغول نہ ہو کہ سنت نہیں ہے -

ثبوت نمبر ۱۳ - (در مقام آخر گوید) مضمرات از طحاوی آوردہ است کہ بعد از

(اور دوسرے مقام میں) مضمرات میں طحاوی سے روایت لاتے ہیں بعد از

سلام راست وچپ امام چیزی خواندنی نیست۔ (مصباح الہدیٰ)

سلام دائیں بائیں امام کو کوئی چیز پڑھنے کی نہیں ہے۔

ثبوت نمبر۱۴۔ در کراهت خواندن دعاء بعد از نماز جنازہ در کنز و ذخیرہ مے آرد کہ خواندن دعا بعد از نماز جنازہ مکروہ است زیرا کہ مشابہ بزیادتی میشود

(حاشیہ زاد الآخرۃ صـ۳ فصل ۱۶۔)

دعاء بعد نماز جنازہ کی کراہت کا ذکر کنز و ذخیرہ میں آتا ہے کہ پڑھنا دعاء کا بعد نماز جنازہ کے مکروہ ہے کیونکہ مشابہ زیادتی کے ہو جائے گا۔ نماز ادا کرنا جنازہ پر کامل تمریات ہے۔

ثبوت نمبر۱۵۔ لا یدعوا بعدہ ای (بعد التسلیم) صفحہ ۷۳ وفی صفحہ ۷۷ ولا یدعوا بعد السلام۔ درھم القیس۔

نہ دعا مانگے بعد اس کے یعنی بعد تسلیم کے صـ۷۳ اور صفحہ ۷۷ پر ہے۔ نہ دعاء مانگے بعد سلام کے۔

درھم القیس۔

ثبوت نمبر۱۶۔ لا یدعوا بعد السلام۔ اے ولا یقوم الامام بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ وعلیہ الفتویٰ (کذا فی مجموعۃ الفتاویٰ)

(حاشیہ جواہر النفیس صـ۷۷)

نہ دعاء مانگے بعد سلام کے یعنی نہ ٹھیرے امام ساتھ دعاء کے بعد نماز جنازہ کے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اسی طرح مجموعۃ الفتاویٰ میں۔

(حاشیہ جواہر النفیس صـ۷۷)

ثبوت نمبر۱۷۔ کرہ صلوٰۃ الجنازہ فی مسجد جماعۃ وکذا القیام بعدھا بالدعاء لانہ یشبہ الزیادۃ فیھا۔

(حجابتہ الفقد صـ۱۳۹)

مکروہ ہے نماز جنازہ جماعت والی مسجد میں اور اسی طرح مکروہ ہے ٹھیرنا دعاء کے لئے نماز جنازہ کے بعد کیونکہ یہ مشابہ زیادت کے ہے بیچ نماز کے۔

ثبوت نمبر۱۸۔ ان الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ مکروہ۔

(حاشیہ شرح الیاس صـ۲۲۸)

بے شک دعاء بعد نماز جنازہ کے مکروہ ہے۔

(حاشیہ شرح الیاس)

ثبوت نمبر۱۹۔ در بعض کتب نوشتہ کہ بعد از نماز جنازہ نشستہ یا ایستادہ دعاء خواندن مکروہ است کما فی مسائل جمہ کہ بعد از نماز جنازہ بزودی او را دفن کنند و در دعاء وغیرہ کردن تاخیر کردن در دفن می آید۔ (دجیز الصراط صـ۲۴)

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ بعد نماز جنازہ کے بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر دعاء پڑھنا مکروہ ہے۔ جیسا کہ مسائل جمہ میں ہے۔ بعد نماز جنازہ کے جلدی اس کو دفن کر دیں دعاء وغیرہ گزارنے میں دفن کرنے میں دیر ہو جائے گی۔

ثبوت نمبر۲۰۔ وت سلام بجے اتنے کھبے آکھے وت ہور دعاء کھلو کے نہ پڑھے کیونکہ ہور دعاء پڑھنی بدعت ہے بعد جنازے دہے (پکی روٹی صـ۵۶)

وت سلام بجے اتے کھبے آکھے وت ہور دعاء کھلو کے نہ پڑھے کیونکہ ہور دعاء پڑھنی بدعت ہے بعد نماز جنازے دے۔

ثبوت نمبر۲۱۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب بذل الجوائز میں لکھتے ہیں کہ ذخیرہ کبریٰ میں ہے

لا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ۔

(بذل الجوائز صـ۹ بحوالۂ ذخیرہ کبریٰ)

نماز جنازہ کے بعد دعاء کے لئے نہ ٹھیرے۔

مزید تبصرہ

ان تمام فقہاء کی تصریحات سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ بعد نماز جنازہ کے کوئی دعاء پڑھنی مکروہ۔ بدعت اور مشابہت بالدعاء الصلوۃ ہے اس لئے بعد کی دعاء نہ مانگنی چاہیئے اور ثبوت نمبر۱۹ میں بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر دعاء کرنا بھی مکروہ لکھا ہے۔ اس تصریح سے ماسٹر صاحب

کا اور ان کے ہم مشرب ساتھیوں کا عذر لنگ کہ کھڑے ہو کر دعاء نہیں مانگنی چاہیئے بیٹھ کر
دعاء بعد نماز جنازہ کے مانگنی جائز ہے اور مستحب ہے وہ بھی تار عنکبوت کی طرح ٹوٹ
پھوٹ کر رہ گیا، اب ماسٹر صاحب کوئی اور پناہ گاہ مکانوں کے گوشوں میں عنکبوت کی طرح
تلاش کریں گے جیساکہ وہ پہلے بھی کئی پناہ گاہیں بنا چکے ہیں اور بناتے رہیں گے۔
مزید تسلی کے لئے ہم وہ جگہ بھی اور وہ سنہ بھی بتلائے دیتے ہیں جس سال اور
صدی میں یہ وبا بریلی سے پھوٹ کر مہاجرین کے ساتھ ساتھ جراثیم کی طرح پاکستان
میں اور ہندوستان میں پھیلی دوسرے ممالک اسلامیہ میں اب تک اس وبار کے جراثیم
نہیں پہنچے۔

سب سے پہلا شخص جس نے نماز جنازہ کے بعد دعاء کے جواز کا فتویٰ دیا ہے وہ
مولوی احمد رضا خاں بریلوی ہیں جنہوں نے چودھویں صدی کے اوائل میں حضور اکرم
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہجرت کے ٹھیک تیرہ سو برس ۱۳۱۱ھ میں اس امر محدث کو امت
کے اجماعی فیصلہ کے علی الرغم جائز قرار دیا ہے اور ہوا پرست لوگوں کے طریق پر بدعت
کے جواز پر دلائل کا اختراع کیا ہے اور ابتداع کا دروازہ تمام بریلویوں اور مبتدعین کے
لئے کھول دیا ہے اب ہر ایک ماسٹر اور غیر ماسٹر اور صوفی نیم ملا اسی راستے گامزن ہو رہے
ہیں العیاذ باللہ۔

خانصاحب بریلوی نے فقہاء کی عبارات میں بعید از قیاس تاویلات کی ہیں۔ پھر
خانصاحب بریلوی کے بعد دوسرا نمبر مفتی احمد یار وغیرہ کا ہے۔ جنہوں نے خانصاحب
بریلوی کی تقلید کی اور انہی کا مسلک اختیار کیا اور گوناگوں شبہات پیدا کر کے سادہ لوح
مسلمانوں کے ذہنوں کو پریشان کر دیا۔ ان کے شبہات فیلق الشیطان فی امنیتہ
کے مشابہ اور ان کے استدلات ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ کے مصداق کچے
دھاگے سے زیادہ کمزور اور تار عنکبوت سے زیادہ ناپائدار اور ان کی تاویلات جادلوا
باطل لیدحضوا بہ الحق کی تصویر ہیں۔ معلوم ہوتا ہے خانصاحب بریلوی نے
دو فتوے جاری کئے تھے پہلا عدم جواز دعاء کا بعد نماز جنازہ کے اور دوسرا جواز دعاء

کو بعد نماز جنازہ کے۔

پہلا فتویٰ خاں صاحب بریلوی نے عدم جواز کا دیا اس صورت میں دیا کہ جب
جنازہ پڑھنے والے امام اور مقتدی بعد نماز اسی ہیئت پر کھڑے ہو کر دعاء کریں تو
ناجائز ہے جیساکہ انہوں نے بذل الجوائز کے صہ۹ پر بحوالہ ذخیرۃ العقبیٰ لکھا ہے لایقوم
بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ۔ (یعنی نماز جنازہ کے بعد دعاء کے لئے نہ ٹھیرے) خانصاحب
بریلوی بھی دعاء بعد نماز جنازہ کے اثبات پر کوئی قرآن وحدیث سے ثبوت پیش نہیں کر
سکے نہ ان کو کوئی دلیل مل سکی۔ البتہ فقہاء کرام رح کی عبارات میں ہیر پھیر کر کے چونکہ
چنانکہ اور چنانچہ کی گردان کرتے ہوئے سادہ لوح معتقدین کو اعتبار دلاتے رہے۔
اور بیٹھ کر دعاء یا کسر صفوف کے بعد دعاء کا ثبوت پیش نہیں کیا۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش | من انداز قدت را مے شناسم

خانصاحب بریلوی نے لایقوم کے دو معنے کئے ہیں ایک کھڑے ہونے کے اور
دوسرے ٹھیرنے کے خانصاحب لکھتے ہیں "دلائل احکام پر نگاہ ڈالی۔ معانی قیام
کے دو نظر آئے برپا ایستادن کہ مخالف خفتن ونشستن کے ہیں وتوقف ودرنگ
کردن کہ قبائل عجلت وشتاب ہے"

الجوائز صہ۱۔ ماسٹر صاحب کی حالت زار دیکھئے کہ ان کے آقا خانصاحب لایقوم
کے معنے ٹھیرنے توقف ودرنگ کردن، کے کردیں تو ان پر کوئی اعتراض نہیں۔ ان کی ہر
ادا ان کو بھلی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن جب تحقیق الدعاء میں لایقوم کے معنی ٹھیرنے کے دیکھ
پاتے ہیں یا دعاء مانگنے کے دیکھ لیتے ہیں تو انہیں ہرگز گوارا نہیں ہوتا اور اپنی کتاب
میں صہ۱ پر اپنا اعمال سیاہ کرتے ہوئے ہیرا پھیری کا الزام لگاتے ہیں۔ ان سے کوئی
پوچھے حضور نبی علیہ السلام کو سورۃ مزمل میں حکم ہوا قم اللیل۔ انک تقوم تو اس
کے معنے نماز پڑھنے کے مراد ہوں گے یا صرف کھڑا رہنے کے میں نے آگے لغت کے
اعتبار سے کئی معنے لکھ دیتے ہیں ماسٹر صاحب کو لایقوم سے صرف دعاء کی نفی مقصود ہے
کھڑے ہو کر ہو یا بیٹھ کر ہو کسر صفوف سے ہو یا بغیر کسر صفوف کے اور میں نے چشم خود

دیکھا تھا کہ تم نے س وقت عزیزم سرفراز حسین مرحوم کا جنازہ پڑھایا تھا تو تم سب بریلویوں نے کب کسر صفوف کر کے دعاء مانگی تھی یہ سب تمہاری ہیرا پھیریاں ہیں اور کچھ نہیں۔ اب کچھ ایسے حوالے فقہاء کرام کی تصریحات کے دوبارہ دیکھ لو کہ ان میں لایقوم کا لفظ بھی موجود نہیں ہے۔ نہ زیادت کی تعلیل ہے۔

(۱) ثبوت نمبر ۱۹ - بعد از نماز جنازہ نشستہ وایستادہ دعاء خواندن مکروہ است۔

(۲) لایدعوا بعد التسلیم۔ اس میں لفظ قیام نہیں۔ (۲) حاشیہ قدوری میں ہے ان الدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ مکروہ۔ اس میں قیام نہیں۔

(۳) مسائل مہمہ میں ہے لایدعوا بعد التسلیم اس میں بھی نفی دعاء بلفظ قیام نہیں ہے۔

(۴) مصباح الہدایہ قلمی ص۲۵ بعد از سلام بقرآۃ قرآن وہیچ دعاء مشغول نشود کہ مسنون نیست اس میں بھی لایقوم نہیں اور نہ زیادت کا لفظ ہے بلکہ یہ لکھا ہے کہ سنت نہیں۔ مراد یہ ہے کہ اس مقام پر دعاء مانگنا سنت نہیں اور ماسٹر بدعت کو سنت بنا رہے ہیں (یا للعجب

(۵) نفع المفتی والسائل میں ہے ای صلوۃ یکرہ الدعاء بعدھا قول ھی صلوۃ الجنازۃ۔ اس میں بھی لایقوم نہیں۔

(۶) مصباح الہدایہ میں ہے مضمرات از طحاوی نقل آوردہ کہ بعد از سلام راست وچپ چیزے خواندنی نیست اس میں لایقوم نہیں۔

(۷) بر حاشیہ تجہیز الجنازۃ ص۳۰ و ص۷۰ میں ہے لایدعوا بعد سلام اس میں بھی لایقوم نہیں۔ (۷) فتاوی سعدیہ میں ہے بعد نماز جنازہ دیگر دعا خواندن از کراہت خالی نیست اس میں بھی لایقوم نہیں اور نہ ان میں شبہ زیادت کی تعلیل موجود ہے۔

اگر ماسٹر صاحب اور ان کے ہم مشرب بریلوی یہ جرأت رکھتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ فقہاء کرام کی اتنی کثیر تعداد میں فقہ کی کتابیں موجود ہیں ان کی کتابوں سے ایک دو حوالے پیش کر دو جن میں یہ تصریح موجود ہو کہ بعد نماز جنازہ وتسلیم کے بیٹھ کر اور کسر صفوف کر کے دعاء مانگنا سنت ہے، اور یہ سنت صحابہ۔ تابعین، تبع تابعین، ائمہ حدیث، ائمہ فقہاء سے متوارث چلی آ رہی ہے اگر آپ ایسا ثبوت پیش کر دیں تو ہم آپ کو آٹھ آنے بطور انعام

دے دیں گے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

اور کھڑے ہو کر دعاء تو تم بھی ناجائز اور زیادت کے مشابہ کہتے ہو۔ اگرچہ اس سے پہلے کسی بریلوی نے کھڑے ہو کر دعاء کا ناجائز اور زیادت ہونا نہ تسلیم کیا تھا نہ اس کا فتویٰ دیا تھا بس ان کو بریلی سے تار آتے ہیں پھر سے کوئی نئی بات نکال لیتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ نقشبندی مجددی نہیں رہے۔ بلکہ انہوں نے خان بندی کی تقلید کورانہ شروع کر لی ہے۔

باب پنجم

بدعت پر نقد و تبصرہ

لغت کے اعتبار سے ہر نئی چیز کو اور نئی ایجاد کو بدعت کہنا ٹھیک ہے اور کہا جاتا ہے لیکن شرع میں اس کو بدعت کہنا چاہیئے جو صدر اول حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور تابعین و تبع تابعین کے زمانہ مشہود لہا بالخیر میں نہ پایا جائے۔ ان کا زمانہ امانت، صداقت، عدل، دیانت میں درایت وتفقہ میں، استنباط احکام واصابت آرائے و اجتہاد میں پچھلے تمام زمانے کے لوگوں سے سبقت لے گیا اور بقول اولون کہلائے ہیں ان کے قول وفعل کو سنت کہا جاتا ہے اور کہلانا چاہیئے اور جو چیزیں اس زمانے کے بعد جاری ہوئیں اور شریعت میں داخل کر کے ان کو فرض، واجب، سنت مستحب سمجھ لیا گیا وہ سنت ھدیٰ نہیں ہو گی بلکہ بدعت ہو گی جیسا کہ تحقیق الدعا میں پہلے لکھ دیا گیا ہے حنفاء کرام رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہی مسلک ومذہب ہے۔ ماسٹر صاحب نے بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی دو قسمیں بیان کی ہیں اس کے بعد بدعت حسنہ کی تین قسمیں بنائی ہیں بدعت۱ واجب۔ بدعت۲ مستحب، بدعت۳ جائز اور بدعت سیئہ کی صرف دو قسمیں بیان کی وہ (۱) بدعت اعتقادیہ (۲) بدعت مکروہ۔

جواب اس کا کئی طرح سے ہے۔

اولاً اس عبارت میں شوافع کے مذہب کی رعایت کی گئی ہے اور ان کا بیان معلوم ہوتا ہے دلیل اس کی یہ ہے کہ اس میں یہ بھی لکھا ہے واما مکروھۃ کزخرفۃ

المساجد وتزئین المصاحف یعنی عند الشافعیة واما عند الحنفیه فمباح واما مباحة کالمصافحه عقیب صلوٰۃ الصبح والعصر ای عند الشافعیة ایضًا والا عند الحنفیه فمکروه ۔ (ترجمہ) اور مکروہ ہے جیساکہ مساجد میں ملمع کے نقش ونگار اور مصاحف کو سجانا شافعیہ کے نزدیک اور حنفیہ کے نزدیک یہ مکروہ ہے۔

اس عبارت میں سے عند الشافعیہ وعند الحنفیہ دونوں جگہ سے ماسٹر صاحب نے جان بوجھ کر یہ الفاظ چھوڑ دیئے ہیں اور مکروہ کو مباح اور مباح کو مکروہ بنادیا ہے اور کچھ عبارت اس کے بعد بھی جان بوجھ کر چھوڑ دی ہے وہ یہ ہے کہ قد اختلف فی کراھیة بعض ذالك کما قد مناه ۔ (ترجمہ) تحقیق اختلاف کیاگیا ان چیزوں کی کراہیت میں بعض نے یہ ہیرا پھیری ماسٹر شبیر کی ہے تاکہ اصل بات پر پردہ ہی پڑا رہے اور ہم کتمان حق اور تلبیس حق کے جرم سے بری ہوجائیں ؎

رات کو پی صبح کو توبہ کرلی　　رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

ثانیًا جو تعریف بدعت کی ہم نے تحقیق الدعاء میں کی تھی وہی ٹھیک اور درست ہے۔ تمہاری اس تعریف میں تمام بدعات آجائیں گی چاہے وہ بدعات حسنہ ہوں یا بدعات سیئہ۔ ہر شخص جو بدعت نکالتا ہے یا اس پر عمل کرتا ہے وہ حسنہ ہی سمجھتا ہے اس کو سیئہ نہیں سمجھتا اور اس کے پاس کچھ دلائل بھی اس کے حسنہ ہونے کے موجود ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔

افمن زین لہٗ سوء عملہ فراٰہ حَسَنًا۔

جس شخص کو اس کا برا کام زینت دیا گیا ہو وہ اس کو حسن دیکھتا ہے۔

جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر انسان کے علم وعقل میں تفاوت ہوتا ہے کئی انسان اچھے کام کو اچھا اور حسن ہی خیال کرتے ہیں اور کچھ ایسے لوگ بھی دنیا میں ہوتے ہیں جو بری (سیئہ) کو بھی حسنہ تجویز کرکے اس پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں۔ قدریہ۔ جبریہ کو یہی بیماری لاحق ہوئی تھی کہ انہوں نے ضروریات دین کا انکار کر دیا تھا جس کی وجہ سے مجوس ھذہ الامہ کہلائے۔ قدریہ بھی یحسبون انھم یحسنون صنعًا۔ یہی

خیال کر بیٹھے کہ ہم اچھے کام کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں یہ بُرا کام تھا۔ ماسٹر صاحب! جس چیز کو تم پسند کروگے یا حُسنہ سمجھوگے وہ حُسنہ نہ ہوگی۔ وہی چیز حسنہ اور پسندیدہ ہوگی جس کو خدا اور رسول ؐ نے ہمارے لیے پسند کیا۔ دیکھو تم نے اپنے باپ کی قبر پختہ بنائی اور اس پر اچھاڑ چڑھائے یا چڑھوائے یا منت نذر ونیاز اس پر چڑھنے لگی اس کام کو تم نے حُسنہ یا بدعت حُسنہ سمجھا یا سنت نبی اکرم علیہ السلام کی سمجھا ہے اگر اس فعل کو جو تم نے کیا ہے نبی علیہ السلام کے فرمان کے سامنے رکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام خلاف سنت ہے اور بقول تمہارے جو خلاف سنت ہو وہ بدعت ضلالہ ہے پھر اس بدعت ضلالہ کے تم عامل ہوئے اور سنت نبی علیہ السلام کے تم تارک بھی ہوئے۔

حضرت جابر رضؓ روایت کرتے ہیں۔

نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یجصص القبر وان یقعد علیه وان یبنی علیه صحیح مسلم ص۳۱۲

منع فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ کہ قبر پکی بنائی جائے اور یہ کہ اس پر بیٹھا جائے اور اس پر کوئی مکان بنایا جائے۔

جس سے ثابت ہوا کہ پکی قبریں بنانا نبی علیہ السلام کے حکم کے خلاف ہیں اور آپؐ نے تجصیص قبور سے منع فرمایا ہے تو آپ کا پکی قبر بنانا سنت کے اور نبی علیہ السلام کے امر کے خلاف ہوا۔ یہ قصور آپ کا صرف نہیں، آپ کے اکثر وبیشتر افراد خصوصًا جو تم میں سے گدی نشین اور پیر زادہ ہیں ان کی ضرور پکی قبریں بنائی جاتی ہیں، اور ان پر کئی مفاسد شروع ہو جاتے ہیں۔ قبور کو سجدے کئے جاتے ہیں ان پر چڑھاوے اور نذر ونیاز چڑھائی جاتی ہیں حالانکہ قبروں کو سجدہ کرنا بھی حضور علیہ السلام کے فرمان کے خلاف ہے اور نذر ونیاز ان کے نام کی دینی اور چڑھانی وہ بھی بالکل منع ہے کیونکہ نذر ونیاز غیر اللہ کی اور صاحب قبور کی عبادت ہو جاتی ہے اور غیر اللہ کی عبادت شرک ہے اور ظلم عظیم جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا ہے۔ لیکن آپ ہیں کہ اس کو مزے سے کھاتے ہیں

اور تمام اس کا ایصال ثواب رکھا ہے کہ ہم پر کوئی اعتراض نہ کر سکے تم سب کا نعرہ بھی یہی ہوتا ہے کہ نذر اللہ نیاز پنجتن، جس کا مطلب یہی نکلتا ہے کہ آپ کے نزدیک جیسے اللہ کی نذر جائز ہے اور صحیح ہے بعینہ اسی طرح نذر و نیاز امام حسین رضی اللہ عنہ کی بھی جائز ہے اور کار ثواب ہے آپ لوگوں نے امام حسین رض کو بھی خدا کے ساتھ اس نذر و نیاز میں جو کہ خاص عبادت ہے اس میں شریک ٹھہرالیا۔ اسی بات سے یہ ثابت اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ صرف خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔ بار بار ممانعت کی رٹ لگاتے ہو اس میں قبر پکی بنانے میں تو صریح ممانعت بھی موجود ہے۔ اور ایک اور اس میں قباحت موجود ہے وہ یہ کہ صرف نبی علیہ السلام میں یہ خصوصیت تھی کہ ان کو اسی حجرے میں جس میں آپ نے رحلت فرمائی دفن کیا گیا اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ اس کو کسی مکان کے اندر دفن کیا جائے یا اس پر مکان تعمیر کیا جائے لیکن بریلوی لوگوں نے قبروں پر مکان قبے بھی بنائے اور حضور نبی علیہ السلام کی جو خصوصیت تھی کہ وہ اسی حجرے میں دفن ہوئے جہاں وہ رحلت فرما چکے تھے اس خصوصیت پر بھی آپ لوگوں نے عجیب طریقے سے ڈاکہ مارا کہ کئی پیروں کے مزار پختہ اور ان پر گنبد پختہ بنائے ہیں دیکھئے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۸۹ھ کیا فرماتے ہیں۔

ولا نریٰ ان یزاد علےٰ ماخوج منه وتکره ان یجصص او یطین الیٰ ان قال النبی صلی الله علیه وآله وسلم نهی عن تربیع القبور وتجصیصها قال محمدؒ به ناخذ وهو قول ابی حنیفة (کتاب الآثار امام محمدؒ صفحہ ۹۶-۹۷)۔	ہم اس کو صحیح نہیں سمجھتے کہ جو مٹی قبر سے نکلی ہے اس سے زیادہ اس پر ڈالی جائے اور ہم مکروہ سمجھتے ہیں کہ قبر پختہ بنائی جائے یا اس پر لپائی کی جائے (آگے فرمایا) اس لئے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر کو مربع بنانے اور اس کو پختہ بنانے سے منع فرمایا ہے۔ یہی ہمارا مذہب ہے اور یہی امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔

اس روایت سے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے قول اور امام محمدؒ کے قول سے حنفیوں

کا مذہب یہ معلوم ہوا کہ پکی قبر بنانے سے حضور نبی اکرم علیہ السلام نے منع فرمایا ہے اور یہی مذہب اہل سنت والجماعت کا ہے۔ بقول امام محمد و امام اعظم ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ ماسٹر صاحب اور ان کے ہم پیالہ و نوالہ پکی قبریں اپنے باپ دادا پیر کی بنواتے ہیں اور مانتے ہیں چڑھاوے چڑھاتے کھاتے پھرتے ہیں اور دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ ہم نبی علیہ السلام کی سنت پر عمل کرتے ہیں ہم اہل سنت والجماعت ہیں مجددی نقشبندی ہیں حاشا وکلا۔

ثالثاً۔ ماسٹر صاحب نے بدعت کی جو تعریف کی ہے بالکل غلط کی ہے جو کام حضور اکرم علیہ السلام کے بعد خلفاء راشدین رض نے کتاب وسنت سے استنباط کئے اور جاری فرمائے ان کو ان لوگوں نے بدعت حسنہ کہا جیسے تراویح کا باجماعت ادا کرنا۔ جمعہ کی اذان تیسری بڑھانا۔ حضرت عثمان کا قرآن مجید لکھوانا اور دوسرے ممالک میں بھجوانا وغیرہ حضرت عمر رض نے جماعت تراویح کو نعمت البدعة کہا تو صرف لغت کے اعتبار سے فرمایا ہے ورنہ حضور نبی علیہ السلام کے حکم کے مطابق وہ بھی سنت ہے جیسا کہ حضور کی سنت ہے علیکم بسنتی وسنة خلفاء الراشدین المهدیین اس پر فرمان مصطفویؐ شاہد ہے اور ان کا فعل ہمارے لئے سنت ہے۔ اور ان کا کسی کام کو ترک رکھنا یا ترک کرنا بھی سنت ہے، وہ ہمارے لئے معیار حق ہیں۔ انتم شهداء الله فی الارض ہیں۔ کلهم عدول ہیں حق پر قائم تھے حق کی تبلیغ کرنے والے تھے صحابہ، تابعین تبع تابعین کے بعد کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ کسی کام کو بزعم خود اچھا اعتقاد کر کے اس کو جاری کر سکے۔ ان بریلویوں نے جس کام کو وہ اپنے خیال میں بہتر سمجھتے ہیں اس کو جاری کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ دنیا کے سامنے ان کی ایجاد کردہ بدعات موجود ہیں۔ جن کا کوئی نشان حضور نبی علیہ السلام کی سنت میں اور صحابہ کی سنت میں موجود نہیں ہے۔ آج اگر کوئی آدمی عید کی نماز سے قبل اذان کہے تو ہم ضرور کہیں گے کہ یہ بدعت ہے اور رافع سنت ہے اور پھر یہ لوگ بدعت کو جاری کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ حسنہ ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں حضرت عثمان رض نے تیسری اذان جاری فرمائی تمہیں کوئی حق نہیں کہ تم عید کے قبل اذان دو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات سے بھی صحیح کہ جو شخص دین میں کوئی چیز جاری کرتا ہے اور اس کو حق اور صحیح سمجھتا ہے وہ دراصل

دین کو نامکمل بھی سمجھتا ہے اور خود نبی جیسا اپنا مرتبہ سمجھتا ہے یا اس سے کم صحابہ جیسا اپنے آپ کو سمجھتا ہے کہ جب ان کی جماعت تراویح کی زیادتی اور اذان کی زیادتی مقبول ہے اور ہم کیوں نہ زیادتی کر کے دین میں اضافہ کریں اور دین کی تکمیل کریں۔ اور یہ بات اللہ تعالٰے کے حکم الیوم اکملت لکم دینکم کے بالکل خلاف ہے اور اس کا انکار ہے اصل میں بدعت کی تعریف وہی صحیح ہے جو ہم نے تحقیق الدعاء میں درج کر دی تھی پھر دیکھ لیجئے۔ حضرت عائشہ ام المؤمنینؓ روایت کرتی ہیں

من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فھورد۔ متفق علیه۔ مشکوٰۃ ص۲۷	جو شخص کوئی نیا کام ہمارے اس امر دین میں جو اس میں سے نہیں جاری کرے وہ مردود ہے۔

فھو ردّ کے حاشیہ پر اس کی شرح میں لکھا ہے۔ یعنی جو دین اسلام میں کوئی کام جس کی کتاب، سنت سے سند ظاہر یا خفی، ملفوظ یا مستنبط نہ ہو وہ بدعت ہے اور مردود ہے جس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ کتاب و سنت سے سند کو تلاش کرنا اور ظاہر حکم سے یا خفی حکم سے یا ملفوظ سے کسی حکم کو استنباط کرنا یہ مجتہد کا کام ہے اور صحابہ، تابعین اور تبع تابعین میں بعد کے تمام لوگوں سے زیادہ اجتہاد تفقہ فی الدین اور درایت و روایت میں دیانت و امانت کا مادہ تھا اسی وجہ سے ان کی سنت کی اقتداء کرنا ہمارے لئے ضروری قرار دیا گیا۔ اسی بات کو فقہا عظام نے واضح کیا ہے جو اس وقت ان کے عہد مشہود لہم بالخیر میں دین نہ تھا وہ آج بھی دین نہیں ہے۔

بریلوی لوگوں نے اس بدعت حسنہ کی آڑ میں کئی کام جاری کر لئے ہیں اور ان کو بدعت حسنہ یا نعمت البدعۃ سمجھ لیتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے ان کاموں کو صرف لغوی اعتبار سے بدعت فرمایا تھا شرعی بدعت انہوں نے ان کاموں کو نہیں فرمایا اور جو کام انہوں نے تجویز فرمائے ہیں کتاب و سنت کے احکام ظاہرہ و خفیہ سے ہی استنباط فرماتے ہیں اور وہ عین سنت ہیں۔ جیسا کہ علامہ سعد الدین تفتازانی المتوفی ۷۹۲ھ تحریر فرماتے ہیں۔

ان البدعۃ المذمومة ھو المحدث فی الدین من غیر ان یکون فی عھد الصحابة والتابعین ولا دل علیه دلیل	مذموم بدعت وہ ہے جو دین کے اندر ایجاد کی جائے اور حضرات صحابہ کرام اور تابعین کے عہد میں نہ ہو اور نہ اس پر کوئی دلیل

الشرعی۔ (شرح مقاصد)	شرعی دلالت کرتی ہو۔

اسی طرح علامہ عبدالعزیز فرہاروی رد بدعت میں فرماتے ہیں۔

ھو ما حدث فی الدین بعد زمن الصحابة بلا حجة شرعیة۔ (ص۲۱)	بدعت ہر وہ چیز ہے جو حضرات صحابہ کرام کے زمانہ کے بعد بلا حجت شرعیہ دین میں نکالی جائے۔

ہر وہ چیز یا کام جو دین میں نیا ایجاد ہو جو صحابہ تابعین تبع تابعین کے عہد میں نہ تھا اور نہ اس پر دلیل شرعی قائم ہو وہ بدعت مذمومہ ہے۔ چاہے وہ عقائد کی بات ہو یا اعمال میں ہو اور جو دنیوی امور میں نئی ایجادات ہوتی رہتی ہیں وہ بدعات مذمومہ نہیں۔ ان کا استعمال اور ان پر عمل ہر زمانے میں جائز ہوتا ہے اور مباح ہے ان پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔ آپ بھی دنیاوی کام کرتے ہم بھی کرتے رہتے ہیں ہاں ایک اعتراض تمہارا بالکل بیجا ہے اور افتراء ہے کہ دیوبند کے جلسہ میں اندرا گاندی کو صدارت جلسہ کی سپرد کی گئی۔ حالانکہ اندرا گاندھی کو نہ کسی نے دعوت دی اور نہ اس کو صدارت کسی نے سپرد کی۔ اس نے خود جلسہ میں آنے کی اجازت طلب کی اور علماء دیوبند اور صدر جلسہ نے اس کو جلسہ میں آنے کی بھی اجازت نہ دی۔ بعد میں وہ خود جلسہ گاہ میں آگئی اور پھر اس نے جلسہ میں تقریر کی اور کچھ رقم بھی پیش کی لیکن علماء دیوبند اور منتظمین نے وہ رقم بھی قبول نہ کی اور وہ چلی گئی۔ بس اتنی سی بات تھی جسے طوفان بنا دیا۔

بدعت اعتقادیہ

ماسٹر شبیر نے بدعت اعتقادی کو بدعت سیئہ اور بدعت ضلالہ کہا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ کل بدعت سے یہی بدعت اعتقادیہ مراد ہے اور عملیہ بدعت کو ماسٹر صاحب نے بدعت سمجھا ہی نہیں ہے۔ جس کے شواہد ہم بیان کر چکے ہیں کہ بدعت عمل میں ہوتی ہے اگر آپ کو باوجود دلیل و حجت صریحہ ہونے کے نہ ملنے تو اس کا علاج بھی رب العزت واحد قہار کے پاس ہے۔ ہمارے پاس نہیں۔

بدعت اعتقادیہ میں ماسٹر صاحب نے قدریہ کو شمار کیا ہے کہ تقدیر کے منکر ہیں ہم ضرور کہیں گے جو عقائد میں کوئی بدعت اختیار کرے وہ بدعت نہایت مذمومہ ہے اور وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ مردود ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا صرف تقدیر کا منکر ہی کافر ہے یا کوئی اور چیز بھی اعتقاد میں شامل ہے جس کا انکار کفر ہے اور کیا کوئی منکر تقدیر اپنے اس انکار پر کوئی دلیل قرآن وحدیث سے پیش بھی کرتا ہے یا نہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی ارقام فرماتے ہیں۔

زیرا کہ ہر مبتدع وضال عقائد فاسدہ خود را بزعم فاسد خود از کتاب و سنت اخذ می کند پس ہر معنی از معانی مفہومہ از ینہا معتبر نباشد۔

کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے فاسد عقائد کو اپنے فاسد خیال کے مطابق کتاب و سنت سے اخذ کرتا ہے لیکن ہر معنی معانی مفہومہ میں سے حجت اور معتبر نہیں ہو سکتا۔

مکتوبات حصہ سوم صد (مکتوب نمبر ۱۹۳)

حضرت عمر بن عبد العزیز نے منکرین تقدیر کے ایک مغالطے کو (کہ قرآن کریم میں ایسی آیات بھی موجود ہیں جن سے تقدیر کی نفی معلوم ہوتی ہے) دور کرنے کے لئے یہ ارشاد فرمایا۔

لقد قرؤوا منه ما قرأتم وعلموا من تاويله ما جهلتم وقالوا بعد ذلك كله بكتاب وقدر۔

یعنی حضرات صحابہ کرام و تابعین و سلف صالحین نے یہ آیتیں بھی پڑھی ہیں جن کو تم پڑھتے ہو لیکن وہ اس کے مطلب کو سمجھتے ہیں اور تم نہیں سمجھتے اور انہوں نے ان سب آیات کو پڑھنے کے باوجود تقدیر کا اقرار کیا ہے۔

ابوداؤد ج۲ ص۲۷۹

حضرت مجدد صاحب کے بیان اور حضرت عمر بن عبد العزیز کی تصریح سے یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ ہر مبتدع اور ضال اپنی بدعت اور گمراہی پر قرآن وسنت سے دلیل پکڑتا ہے جیسا کہ ماسٹر صاحب نے بھی قرآن وسنت سے دعا بعد جنازہ کی بدعت کے دلائل بنائے ہیں لیکن فقہاء امت نے ان کی تردید فرما دی ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے سچ فرمایا ہے صحابہ تابعین اور سلف صالحین نے قرآن مجید کو پڑھا اور اس کو سمجھا

اور اسی طرح حدیث اور فرمان نبی علیہ السلام کو سنا اور دیکھا مگر یہ بات جو تم کہتے ہو یہ بات انہوں نے نہ سمجھی اور اس کے بعد انہوں نے یہ فیصلہ دیا کہ کلہ بکتاب وقدر کہ ہر چیز نوشتہ تقدیر کے مطابق ہو رہی ہے اور منکرین تقدیر کا رد فرمایا۔ اسی طرح دعا بعد از نماز جنازہ کو بدعت اور مکروہ قرار دیا اور اس دعا بعد نماز جنازہ کو چودھویں صدی تک تمام فقہاء امت مکروہ اور بدعت ہی کہتے ہے۔ فریق مخالف نے ایک روایت بھی کسی فقیہ کی اس کے جواز میں پیش نہیں کی۔ جس میں صریح طور پر یہ لکھا ہو کہ بعد از نماز جنازہ و تسلیم کے بیٹھ کر اور صفیں توڑ کر دعا مانگنی جائز ہے۔

یہ حمد اور اعتقادیہ بدعات

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی پاک کلام میں فرمایا ہے۔

اذ قال ربك للملئكة انى خالق بشرا من طين ٥ فاذا سويته ونفخت فيه من روحى فقعوا له ساجدين ٥ فسجد الملائكة كلهم اجمعون الا ابليس استكبر وكان من الكافرين ٥ قال يا ابليس ما منعك ان تسجد لما خلقت بيدى استكبرت ام كنت من العالين ٥ قال انا خير منه خلقتنى من نار وخلقته من طين ٥ قال فاخرج منها فانك رجيم ٥

پ ۲۳ ع ۱۴

جب تمہارے رب نے فرشتوں کو تحقیق یہ کہا میں بنانے والا ہوں ایک بشر مٹی سے جس وقت میں اس کو مکمل کر لوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کو سجدہ کرنے کے لئے گر پڑو پس سجدہ کیا اس کو سب کے سب فرشتوں نے مگر ابلیس نے تکبر کیا اور ہو گیا کافروں سے کہا (رب) نے کس نے منع کیا تجھ کو سجدہ کرنے سے اس کو جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا۔ کیا تکبر کیا تو نے تو سرکش ہو گیا۔ کہا (ابلیس) نے میں بہتر ہوں اس سے پیدا کیا تو نے مجھ کو آگ سے اور پیدا کیا تو نے اس کو مٹی سے پس اللہ نے کہا نکل جا تو رجیم (مردود) ہے۔

اس آیۃ مبارکہ سے حضرت بشر کا بمع روح کے مسجود ملائکہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور شیطان کا سجدۂ بشر سے انکار کرنا اور تکبر کرنا ظاہر ہوتا ہے۔ تیسرا اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شیطان نے حضرت بشر کو کمتر خاکی اور ردی الخلق سمجھا ہے۔ چوتھا ابلیس اسی سجدۂ بشر کے انکار اور اس کو ردی الخلق سمجھنے کی بنا پر اور جو تعظیم بشر کی رب تعالیٰ کرانا چاہتے تھے۔ اس سے گریز کرنے کی وجہ سے شیطان رجیم (مردود) قرار پاتا ہے۔ بالکل اسی عقیدہ کی تائید میں ماسٹر صاحب کے دادا پیر سید نور الحسن شاہ صاحب کیلانی اپنی کتاب الانسان فی القرآن کے صفحہ ۱۶۷ پر نہایت بے باکانہ انداز میں لکھتے ہیں۔

"روح کے بغیر صرف بتِ انسان کو بشر سے نامزد کیا ہے اور لغت میں بشر کے معنی ردی الخلق چمڑے کے ہیں۔ بعض بزرگوں نے بھی آپ کو سید البشر فرمایا ہے لیکن اس لحاظ سے تو میرے نزدیک حضور کے لئے یہ خطاب بھی مذموم ہی ہے۔ اس واقعہ سے پہلے حضرت باری تعالیٰ نے بھی قبل از ظہور جب بشر اور بشریت کا نام تک نہ تھا۔ انسان فرمایا ہے۔"

هل اتیٰ علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورًا۔ (سورہ دھر)

بیشک آیا ہے انسان پر ایک وقت زمانے میں سے کہ نہ تھا کچھ چیز ذکر کی گئی۔

پیر نور الحسن شاہ صاحب کی اس عبارت کے بعد دوسری جگہ قرآن حکیم کی آیات سے اللہ تعالیٰ کا صحیح فیصلہ ملاحظہ فرمایئے جس میں انسان اور بشر کو ایک ہی جگہ پر ذکر فرمایا ہے جس سے اس کے تقدم و تاخر اور کہتری اور مہتری کی کوئی صورت نظر نہیں آتی بلکہ بشر انسان کی برتری اور فضیلت ثابت اور اظہر من الشمس ہوتی ہے اور اگر ردی الخلق خاکی حقیر حضرت انسان اور حضرت بشر کو سمجھا تو شیطان رجیم نے سمجھا تھا اور رو در رو اللہ تعالیٰ کو کہنے لگا۔ انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہٗ من طین۔ چودھویں صدی میں پھر وہی بات لوگوں کے ذہن میں ڈالی جا رہی ہے۔ حضرت بشر کو ردی الخلق چمڑا کہا جا رہا ہے اور سید البشر کہنا بھی مذموم کہا جا رہا ہے۔ آیات پڑھئے اور غور فرمایئے۔

ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حماء مسنون ۰ والجان خلقناہ من قبل من نار السموم ۰ واذ قال ربک للملئکۃ انی خالق بشرًا من صلصال من حماء مسنون ۰ فاذا سویتہٗ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہٗ ساجدین ۰ فسجد الملئکۃ کلھم اجمعون ۰ الا ابلیس ۰ ابی ان یکون مع الساجدین ۰ قال یا ابلیس مالک الا تکون مع السٰجدین ۰ قال لم اکن لاسجد لبشر خلقتہ من صلصال من حماء مسنون ۰ قال فاخرج منھا فانک رجیم ۰ وان علیک اللعنۃ الیٰ یوم الدین۔ (پ ۱۴ ع ۳)

اور تحقیق پیدا کیا ہم نے انسان کو کھنکھناتے سنے ہوئے گارے سے اور جان کو بنایا ہم نے اس سے پہلے لو کی آگ سے اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں بناؤں گا ایک بشر کھنکھناتے سنے ہوئے گارے سے پھر جب ٹھیک کر لوں اس کو اور پھونک دوں اس میں میں روح سے تو گر پڑو اس کے آگے سجدہ کرتے ہوئے۔ تب سجدہ کیا ان سب فرشتوں نے مل کر مگر ابلیس نے نہ مانا کہ ساتھ ہو سجدہ کرنے والوں کے فرمایا اے ابلیس کیا ہوا تجھ کو کہ ساتھ نہ ہوا سجدہ کرنے والوں کے بولا میں وہ نہیں کہ سجدہ کروں ایک بشر کو جس کو تو نے بنایا کھنکھناتے سنے ہوئے گارے سے فرمایا تو نکل جا یہاں سے تجھ پر مار ہے اور تجھ پر پھٹکار ہے اس دن تک کہ انصاف ہو۔

ان آیات میں حضرت انسان اور حضرت بشر کو یکے بعد دیگرے ذکر فرمایا ہے انسان۔ بشر۔ آدم تینوں نام ہیں جو قرآن حکیم میں مذکور ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ارادۂ تکوین میں تھے اللہ تعالیٰ کے ارادہ میں تقدم و تاخر نہیں ہوتا یہ نہیں کہ ذاتی نام انسان ہے اور باقی بشر اور آدم صفاتی نام ہیں بلکہ قرآن حکیم کے اندر جہاں بھی رسول یا رسل یا نبی کے الفاظ آئے ہیں وہاں ان کی ذات کے اظہار و بیان کے لئے اللہ تعالیٰ نے بشرًا رسولًا کا ذکر فرمایا ہے۔ قرآن حکیم میں ایک جگہ بھی انسانًا رسولًا کے الفاظ نہیں فرمائے جس سے اصلیت اور حقیقت بھی آشکارا ہوتی ہے کہ انسان کی ذات کے اظہار کے لئے بشر سے زیادہ اصح، اوضح اور انسب اور کوئی لفظ نہیں اور پھر یہ بات بھی روز روشن

کی طرح ظاہر و بین ہے کہ یہ نام بشر کا بھی اللہ تعالیٰ نے ہی اس اشرف المخلوقات کے لئے تجویز فرمایا ہے۔ یہ ما و شما کی تجویز نہیں کہ ہم اس کو ردی الخلق چمڑا کہیں اور سید البشر کہنا بھی مذموم سمجھ لیں یہ بات کہنا یا سمجھنا اللہ تعالیٰ کے فرمان اور تجویز کردہ نام کی بہت سخت توہین کے مترادف ہے۔ ان کے مرید اور پیر دونوں بے پر کی اڑاتے رہتے ہیں۔ کوئی نہیں پوچھتا کہ پیر جی تم نے یہ کیا لکھ دیا ہے۔ یہ کفر ہے خدا پر بھی تم اعتراض کرنے سے نہیں شرمائے اور پھر تم نے سید البشر کہنا بھی مذموم سمجھا اور لکھا ہے۔

بشر میں تین حرف ہیں ب۔ ش۔ ر۔ اور انہی حروف سے بشیر مشتق ہے۔ بشر بنا ہے بشریٰ نکلا ہے اس کے معنیٰ لغت میں بھی احسن ہیں۔ مثلاً روئے زمین، ما ظہر بنا تبھا۔ طلق الوجہ (روشن چہرے والا) خندہ رو خوش اخلاق وغیرہ بشارت بھی اسی سے مشتق ہے۔ جس وقت بشیر کسی کو کسی اچھی چیز کی خوشخبری دیتا ہے تو پہلے بشیر کا چہرہ ہی خوشی سے چمک اٹھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

قل سبحان ربی هل كنت الا — کہو تم میرے رب کی ذات پاک ہے میں

بشرًا رسولاً۔ — اور کوئی نہیں مگر بشر رسول ہوں۔

اس سے واضح اور اکمل اور کیا دلیل اور سند ہو سکتی ہے۔ جو کچھ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ بالکل حق اور سچ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جتنے پیغامبر اور رسول آئے ہیں ان کی بشریت کے ساتھ رسالت کو جمع کیا گیا ہے ان دونوں میں سے یعنی بشریت کو ردی الخلق چمڑے والا کہنا حضور کی ذات پر دھبہ ہوگا وہ بھی سخت توہین ہے اور اگر آپ کی رسالت پر کوئی صوفی یا مولوی اعتراض کرے یا طعن کرے تو وہ بھی کفر و توہین ہوگی۔ ہمارے نزدیک دونوں نام واجب الاحترام اور نہایت مکرم و معظم ہیں۔ نہ بشریت آپ کی رسالت سے جدا ہو سکتی ہے اور نہ رسالت بشریت سے منفک ہو سکتی ہے۔ ان دونوں میں کوئی منافات نہیں ہو سکتی یعنی جو بشر ہے وہ رسول نہیں ہو سکتا اور جو رسول ہے وہ بشر

نہیں ہو سکتا۔

اب ماسٹر صاحب اور ان کے پیر اور ہم مشرب قرآن حکیم کی آیات کی ایسی غلط تاویل کر کے نہایت خوش و خرم ہو رہے ہیں کہ ہمارے پیر صاحب نے جو کچھ لکھا ہے بالکل ٹھیک اور درست ہے اور اس کتاب پر یہ دھمار کس بھی دے رہے ہیں کہ یہ کتاب ایمان کو تازہ کرنے والی ہے۔ اس سے زیادہ شرمناک بات اور کیا ہوگی۔

یا صاحب الجمال ویا سید البشر — من وجہک المنیر لقد نور القمر

لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ — بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

۲- ماسٹر صاحب اور ان کے ہم مشرب بریلوی قرآن کریم کی آیات کی تاویل غلط کر کے ایک فتنہ برپا کر رہے ہیں اور اپنے دلوں میں زیغ کی بیماری کو جگہ دے رہے ہیں اور حدیث نبی علیہ السلام اور ان کے حکم کی صریح مخالفت کرتے ہوئے پکی قبریں بناتے ہیں۔ قبروں پر غلاف (اچھاڑ) چڑھاتے ہیں۔ ان کی نذر و نیاز دیتے ہیں۔ ان کو سجدہ کرتے ہیں۔ قبروں کا طواف کرتے ہیں اہل قبور سے حاجت مراد مانگتے ہیں۔ جیسا کہ مالابد منہ کے صفحہ ۸۱ پر لکھا ہے۔ مسئلہ۔ سجدہ کردن بسوئے قبور انبیاء و اولیا طواف گرد قبور کردن و دعا ازانہا خواستن و نذر برائے آنہا قبول کردن حرام است بلکہ چیزہا ازاں بکفر میرساند پیغمبر علیہ السلام برآنہا لعنت گفتہ و ازاں منع فرمودہ و گفتہ کہ مرا بُت نہ کنند (ترجمہ) انبیاء و اولیا کی قبروں کو سجدہ کرنا اور قبروں کا طواف کرنا دعا کر کے ان سے کچھ مانگنا۔ ان کے لئے نذر و نیاز قبول کرنا حرام ہے بلکہ بعض چیزیں ان میں سے کفر تک پہنچاتی ہیں پیغمبر علیہ السلام نے ان پر لعنت فرمائی ہے اور اس سے منع فرمایا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ میری قبر کو بت نہ بنانا جیسا کہ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔

لعن اللہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا — لعنت کرے اللہ تعالیٰ یہود اور نصاریٰ

قبور انبیائھم مساجد (صحیح مسلم ص ۳۶۲) — پر انہوں نے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا

اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے۔

لا تجعل قبری وثنا یعبد۔ — یا اللہ میری قبر کو وثن نہ بنا دینا کہ اس کی عبادت ہو

اور یہ بھی آپ کا ارشاد صحیح مسلم میں موجود ہے۔

لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیھا۔ ص ۳۱۲	قبر کے اوپر نہ بیٹھو اور نہ اس کی طرف منہ کرکے، نماز پڑھو۔

ارباب بصیرت پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ پکی قبر کے بنانے سے کتنے مفاسد پیدا ہوتے ہیں جن کے انسداد کے لئے نبی علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ قبریں پکی نہ بنائی جائیں۔ پکی قبر بنانے سے جو مفاسد اور ناجائز کام شروع ہو جاتے ہیں وہ سب کے سامنے ہیں۔ ان قبروں کو سجدے کئے جاتے ہیں۔ قبروں کا طواف کیا جاتا ہے۔ ان اہل قبور سے حاجات مانگی جاتی ہیں سان پر نذر و نیاز اور چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں وغیرہ ذالک نبی علیہ السلام نے منع فرما دیا کہ قبروں کی طرف منہ کرکے نماز بھی نہ پڑھو اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا آپ نے مانگی کہ یا اللہ میری قبر کو ایسی جگہ نہ بنانا کہ جس کی عبادت کی جایا کرے۔

اب ماسٹر صاحب کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ اگر ان کے دل میں حکم نبی کی کوئی قدر و منزلت ہے اور اس حکم کو وہ ممانعت سمجھتے ہیں جس ممانعت کے متعلق وہ کہتے دیتے ہیں کہ ممانعت دکھلاؤ ہم نے پکی قبر بنانے کی ممانعت حدیث نبویہ سے دکھا دی ہے۔ اب ماسٹر صاحب کو چاہیے کہ سب کاموں سے پہلے اپنے باپ کی قبر کی تمام پکی اینٹیں اکھاڑ کر پھینک دیں اور صرف وہی خام مٹی جو قبر سے نکلی تھی اس مٹی سے قبر کو استوار کر دیں اور اچھاڑ بھی اتار کر جلا دیں۔ اگر ماسٹر صاحب یہ کام نہ کریں گے تو ہم یہ بات سمجھ جائیں گے کہ ان کے دل میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے امر، حکم اور نہی کی کوئی قدر نہیں اور نہ ان کے دل میں قرآن حکیم کے فرمان کا کوئی احترام ہے نہ اس کو واجب الاطاعت سمجھتے ہیں۔

ان حوالوں کے بعد حنفاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ بھی ایک نظر دیکھ لیجئے۔ حضرت امام محمد المتوفی سنہ ۱۸۹ھ فرماتے ہیں۔

ولا نری ان یزاد علیٰ ماخرج منه وتکرہ ان یجصص او یطین الی	ہم اس کو صحیح نہیں سمجھتے کہ جو مٹی قبر سے نکلی ہے اس سے زیادہ اس پر ڈالی جائے

ان قال ان النبی صلی اللہ علیه واٰله وسلم نھی عن تربیع القبور وتجصیصھا قال محمد به ناخذ وھو قول ابی حنیفة (کتاب الآثار ص ۹۶-۹۷)	اور ہم مکروہ سمجھتے ہیں کہ قبر پختہ بنائی جائے یا اس پر لپائی کی جائے (آگے فرمایا)، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبر کو مربع بنانے سے اور اس کو پختہ بنانے سے منع کیا ہے یہی ہمارا مذہب ہے اور یہی حضرت امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔

حضرت ملا علی القاری حدیث من ابتدع بدعۃ ضلالۃ کی شرح تحریر فرماتے ہیں۔

وھی انکرہ ائمة المسلمین کالبناء علی القبور وتجصیصھا۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۲۴۶)	بدعت ضلالہ وہ ہے جس کا ائمہ مسلمین نے انکار کیا ہو جیسے قبروں پر عمارت بنانا اور ان کو پختہ بنانا۔

قاضی ثناء اللہ صاحب الحنفی المتوفی سنہ ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں۔

آنچہ بر قبور اولیاء عمارت ہائے رفیع بنا میکنند وچراغان روشن میکنند وازیں قبیل ہر چہ میکنند حرام است۔ (مالابد منہ ص ۹۵)	وہ جو کچھ اولیاء کرام کی قبروں پر کیا جاتا ہے کہ اونچی اونچی عمارتیں بناتے ہیں اور چراغ روشن کرتے ہیں اور اس قسم کی جو چیز بھی کرتے ہیں حرام کرتے ہیں۔

ماسٹر صاحب اور ان کے ہم مشرب اگر حنفی المذہب اور اہل سنت والجماعت ہیں تو حنفاء کرام اور حدیث نبی علیہ السلام کے فرمان کی پیروی کرتے ہوتے ضرور ایسی تمام قبروں کو گرا دینا چاہیے جب ان کو قبریں پختہ بنانے کا حکم نہیں ہے تو ان کو ڈھانے کا حکم دیتے ہے اور اگر کسی غیر کی جگہ پر قبر بنائی گئی ہے جو اپنے ملک میں نہیں تو اس کو معدوم کر دینا چاہئے۔ جیسا کہ حضرت ابوالہیاج الاسدی جو فوجی افسر تھے وہ فرماتے ہیں۔

قال لی علیٰ الا ابعثك علیٰ ما بعثنی علیه رسول اللہ صلی اللہ علیه واٰله وسلم ان لا تدع	مجھے حضرت علی نے فرمایا کہ کیا تجھے میں اس کام کے لئے نہ بھیجوں جس کے لئے مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا وہ یہ کہ کوئی

تمثالاً الاّ طمسته ولا قبراً مشرفاً الا سويته۔ — تصویر اور بت مٹائے بغیر نہ چھوڑ اور کوئی اونچی قبر نہ چھوڑنا مگر یہ کہ اس کو دوسری قبروں کے برابر کر دینا۔

(مسلم ج۱ ص۳۱۲ ومشکوٰۃ ج۱ ص۱۴۸)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی المتوفی ۱۲۷۰ھ اپنی تفسیر روح المعانی ج۱۵ ص۲۱۹، میں لکھتے ہیں۔

اور واجب ہے کہ اونچی قبروں کو اور جو ان پر قبے ہیں ان کو گرا دیا جائے۔ کیونکہ یہ مسجد ضرار سے بھی زیادہ نقصان دہ ہیں اس وجہ سے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی میں تعمیر کئے گئے ہیں۔ آپ نے تو اونچی قبروں کو ڈھانے کا حکم دیا ہے اور یہ واجب ہے کہ قبروں پر جو بھی قندیل اور چراغ ہو اس کو دور کر دیا جائے۔ الخ

یہ امر مسلم ہے کہ جو کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد گرامی اور فرمان صحیح کے خلاف کیا جائے وہ نہایت درجہ مذموم، گمراہی اور قعر ذلت میں ڈال دینے والا ہوگا۔ اس بنا پر ہم ماسٹر صاحب کی توجہ اس طرف مبذول کراتے ہیں کہ یہ کام جو تم نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صریح اور صحیح حدیث کے خلاف اپنے باپ کی قبر بنائی ہے اور تمہارے ہم مشرب بھائی بناتے ہیں پختہ قبریں یا ان پر مکان تعمیر کرتے ہیں یا قبے بناتے ہیں یہ کام سنت کے خلاف ہیں۔ اگر آپ اپنی خیر چاہتے ہیں اور عند اللہ تائب ہو کر سرخرو ہونا چاہتے ہیں تو ان پختہ قبروں کو گرا کر دوسری قبروں کے برابر کر دیں تاکہ تمہاری سابقہ نافرمانی کا ازالہ ہو جائے۔ ہمارا کام بتا دینا ہے اس پر عمل کرنا یا نہ کرنا یہ آپ کے ذمہ ہے۔ ؎

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے — خصوصاً اس رضا خانی وبا سے
یہ بدعت کو بنا لیتے ہیں سنت — تمسخر کر رہے ہیں مصطفیٰ سے

باب ہشتم

ایصال ثواب

ہر ایک شرعی کام کے لئے کچھ شرعی قواعد ہوتے ہیں مثلاً روزہ ماہ رمضان کا فرض ہوا ہے لیکن اس روزہ رکھنے کے کچھ حدود اور قواعد جو شریعت میں مقرر ہیں ان حدود و قواعد

یا شرائط سے روزہ مقبول ہوگا۔ اگر کوئی آدمی سحری دیر تک کھاتا ہے یا شام کو قبل از غروب آفتاب روزہ افطار کرے تو روزہ خراب ہو جائے گا اور اس کی قضاء لازم ہوگی یا روزہ کو غروب آفتاب کے بعد دیر سے افطار کرے تو روزہ مکروہ ہو جائے گا۔ اسی طرح ایصال ثواب کے لئے بھی کچھ حدود اور قواعد ہیں۔ ان کی رعایت کرتے ہوئے اگر ایصال ثواب کیا جائے تو اس کا ثواب میت کو پہنچے گا ورنہ میت کو نہ ثواب پہنچے گا اور نہ ایصال ثواب کرنے والے کو کوئی فائدہ یا ثواب ہوگا۔ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب سے کسی نے سوال کیا۔

سوال: ربیع الاول کے دنوں میں کھانا پکا کر خدا کے لئے دینا اور اس کا ثواب روح پر فتوح حضرت سرکار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچانا یا حضرت امام حسین علیہ السلام کو محرم میں یا دوسری آل اطہار سید مختار کو پہنچانا صحیح ہے یا نہیں۔

جواب: برائے ایں کار وقت و روز متعین نمودن و ماہے مقرر کردن بدعت است آرے اگر وقتے بعمل آرند کہ در آں ثواب زیادہ شود مثل ماہ رمضان کہ عمل بندہ مومن بہ ہفتاد درجہ ثواب زیادہ دارد مضائقہ نیست زیرا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برآں ترغیب فرمودہ اند بقول حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہر چیزیکہ برآں ترغیب صاحب شرع و تعیین وقت نباشد فعل عبث است و مخالف سنت سید الانام و مخالفت سنت حرام است پس ہرگز روا نباشد و اگر دلش خواہد مخفی خیرات کند در ہر روزے کہ باشد تا نمود نشود۔ (فتاویٰ عزیزیہ ص۹۳) ترجمہ:۔ اس کام کے لئے وقت اور دن اور مہینہ مقرر کرنا بدعت ہے ہاں اگر ایسے وقت میں یہ کام کریں کہ اس میں ثواب زیادہ ہو جیسا کہ ماہ رمضان میں کسی مومن کا کوئی نیک کام کرنا زیادہ ثواب رکھتا ہے اس میں مضائقہ نہیں ہے کیونکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی ترغیب فرمائی ہے بقول حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کے کیونکہ جس چیز کی صاحب شرع نے ترغیب اور تعیین وقت کی نہ کی ہو وہ فعل عبث ہوتا ہے اور سید الانام کی سنت کے مخالف ہے اور مخالفت سنت کی حرام ہے۔ پس ہرگز روا اور جائز نہ ہوگی اور اگر اس کا دل چاہے پوشیدہ طور پر خیرات کرے جس دن

میں ہو سکے تاکہ نمائش و نمود نہ ہو۔ الخ

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ کی اس عبارت سے ہر چند قواعد تصریحاً ثابت
ہوتے ہیں۔ اولاً اس ایصال ثواب کے لئے یا ختم کے لئے وقت۔ دن اور مہینہ مقرر کرنا بدعت
ہے۔ ثانیاً اگر اس کام کو ماہ رمضان کے کسی دن میں کرے تو اس سے مومن کے عمل کا
ثواب ستر درجہ زیادہ ہو جاتا ہے تو اس میں مضائقہ نہیں ہے۔ ثالثاً جس چیز کی صاحب
شرع کی طرف سے ترغیب اور تعیین وقت نہ ہو وہ فعل عبث ہے اور مخالف سنت سید الانبیاء
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوگا اور مخالفت سنت نبی علیہ السلام حرام ہوتی ہے جائز نہ
ہوگی۔ رابعاً اگر وہ ایصال ثواب کرنا چاہتا ہے تو خیرات صدقہ مخفی طریقے سے کرے۔ تاکہ
نمائش اور ریا نہ ہو۔

دیکھئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے۔ لا تبطلوا صدقتکم بالمن
والاذی کالذی ینفق ماله رئاء الناس (ترجمہ) اپنے صدقات کو ساتھ احسان جتانے کے اور
تنگی دے کر باطل نہ کرو۔ اس شخص کی طرح جو مال اپنا خرچ کرتا ہے لوگوں کو دکھانے کے
لئے اور اسی طرح سورۂ ماعون میں فرمایا ہے۔ فویل للمصلین الذین ھم عن صلوتھم
ساھون الذین ھم یراؤن ترجمہ :۔ عذاب ہے ان نمازیوں کو جو اپنی نماز سے بیخبر بھولے
رہتے ہیں اور نماز دکھاوے کی پڑھتے ہیں۔

جس سے ثابت ہوا کہ ایصال ثواب کے لئے تداعی نہ ہونی چاہیئے، اجتماع
نہ ہو، وقت۔ دن۔ مہینہ کا تعین نہ ہو۔ ریا اور نمائش سے پاک ہو، سنت کے خلاف
نہ ہو اور سب سے افضل اور احسن طریقہ یہ ہے کہ وہ صدقہ خیرات خفیہ طور پر ہو تاکہ
نمائش کا امکان ہی نہ رہے۔ اس کے علاوہ پاک کمائی سے صدقہ دیا جائے یا غیر کے
مال سے بغیر اس کے اذن کے نہ دیا جائے یتیم کا مال نہ ہو نابالغ لڑکوں کا مال نہ ہو۔
جن کا اذن بھی معتبر نہیں ہوتا اور حرام مال جیسا کہ ما اھل بہ لغیر اللہ جو چیز کسی نبی ولی
یا قبر پر نذر و نیاز کی صورت میں تقرباً دی گئی ہو اس میں سے بھی ایک حبہ تک اس
میں شامل نہ ہو ورنہ سارا دھندا ایصال ثواب کا ضائع اور برباد ہو جائے گا اور ایمان

اسلام سے وہ شخص خارج ہو جائے گا مثال کے طور پر چاول حلال ہیں چینی حلال
ہے۔ دودھ حلال ہے گری۔ میوہ۔ بادام حلال ہیں اس میں تھوڑا سا خون یا گوشت مردار
کا ڈال دیا جائے پھر اس کی کھیر پکائی جائے تو سارا کھانا حرام اور نجس ہو جاتا ہے اسی
طرح ما اھل لغیر اللہ ط کی شمولیت سے کھانا بھی حرام اور ایصال ثواب
بھی نامراد ہو گا۔ بلکہ حرام چیز کو ایصال ثواب میں دینا کسی غریب کو کھلانا کفر تک پہنچا
دیتا ہے۔

حضرت سعد بن عبادہ کی روایت جو ماسٹر صاحب نے ایصال ثواب کی تائید
میں پیش کی ہے اس سے یہ دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک انہوں نے حضور کے
فرمان کے مطابق کنواں کھودا اور اس کے بعد کہا یہ کنواں صدقہ ہے ام سعد کے لئے
دوسرا سعد بن عبادہ نے اجتماع اور تداعی کا کوئی اہتمام نہیں کیا بلکہ یہ دعا کی کہ یہ
ام سعد کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔ حضرت سعد تو صحابی تھے ان کی خلوص نیت پر کوئی
دھبہ نہیں آسکتا لیکن چودھویں صدی کے جاہل لوگ جب یہ کہیں گے یا کہتے ہیں کہ
فلاں چیز حضور غوث پاک کی گیارہویں کے لئے ہے اس میں آپ ان جاہلوں کی ترجمانی
نہ کیجئے کہ اس چیز کا ثواب حضور غوث پاک کی روح کو ہو۔ دنیا جہان میں مختلف ذہن و
دماغ کے انسان ہیں اور مختلف عقاید رکھتے ہیں۔ اکثر جہال بلکہ پڑھے لکھے لوگ اس
بیماری میں مبتلا ہیں وہ ایصال ثواب کے لئے گیارہویں نہیں دیتے بلکہ وہ پیر صاحب
کی گیارہویں بطور ان کی نیاز کے تقرباً دیتے ہیں جو ما اھل بہ لغیر اللہ کی زد میں آ
جاتی ہے ان کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ پیر صاحب ہماری بگڑی بنا دیتے۔ ہماری دستگیری
فرماتے ہیں وغیرہ ذالک ہم نے یہ الفاظ گیارہویں دینے والوں کی زبان سے خود سنے
ہیں اور اگر نیت صرف ایصال ثواب کی ہے تو پھر اس کی نیت یہ ہونی چاہیئے کہ میں
اللہ کے نام پر یہ صدقہ دیتا ہوں اور اس کا ثواب یا باری تعالیٰ ان کی روح کو پہنچا دیجئے
اس کی مثال یہ ہے کہ ہم دو رکعت نماز نفل پڑھتے ہیں بعد میں یہ دعا مانگتے ہیں
کہ اس نفلی نماز کا ثواب میرے والدین کی روح کو پہنچا دے یہ طریقہ احسن اور

اسلم ہے کیا نفلوں کے پہلے ہی تم دعا مانگو گے کہ ان نفلوں کا ثواب میرے والدین کو پہنچا دیا جائے ابھی تو تم ان نفلوں کے ثواب کے مستحق نہیں ہوتے۔ جب تم صدقہ دے لو۔ نماز پڑھ لو اور قرآن مجید کی تلاوت کر لو اس کے بعد تمہارا حق ہوگا کہ تم ایصال ثواب کرو اور یہی اسلم طریقہ اور سنت ہے اور اسی طرح سعد بن عبادہ نے کیا ہے کہ ایصال ثواب کے لئے عمل سے پہلے دعا نہیں کی۔ کنواں کھود کر مکمل کر کے دعا مانگی ہے اور جو پہلے دعا ہوتی ہے وہ برکت کے لئے ہوتی ہے۔ ایصالِ ثواب کے لئے نہیں ہوتی۔ جیسا کہ ماسٹر صاحب نے خود لکھ دیا ہے۔ بقول ماسٹر بھی یہی ثابت ہوا کہ ایصال ثواب عمل خیر کے بعد ہوا کرتا ہے عمل سے پہلے ایصال ثواب بے معنی ہے کیونکہ جو چیز ہمیں حاصل نہیں ہوئی اس کا ہدیہ دوسرے کو کیسے ہو سکتا ہے۔ اسی طرح حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت بھی یہی ہے آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے ذبح کیا اور ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر پڑھا بعد میں آپ نے دعا مانگی یا اللہ یہ قربانی قبول فرما میری طرف سے اور تمام میری امت کی طرف سے" ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ عمل خیر کے بعد ایصال ثواب ہونا چاہیے۔ کھانا سامنے رکھ کر ایصال ثواب کی دعا کرنا عبث کام یہ سنت کے خلاف ہے اور ماسٹر شبیر نے خود اس ہمارے موقف کی تائید میں لکھ دیا ہے اثبات الدعا کے ص۹۴ پر دیکھی جا سکتی ہے۔ لکھتا ہے کہ میرے والد الحاج پیر سید عنایت علی شاہ بخاری کیلانی مرحوم و مغفور کی روح کو ایک دفعہ سورہ فاتحہ اور گیارہ دفعہ سورۃ اخلاص اور درود شریف پڑھ کر ایصال ثواب کریں"۔ یہی ہم کہتے ہیں۔ پڑھ کر عمل خیر کر کے صدقہ خیرات کر کے بعد میں ایصال ثواب کی دعا ہونی چاہئیے یہ سنت طریقہ ہے۔

خلاف پیغمبر کسے راہ گزید ‏ ‏ ‏ ‏ نہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

رسم عُرس

یہ رسم بھی اسلامی رسم نہیں ہے حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ...

بھی منع فرما دیا ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔

لا تجعلوا قبری عیدًا (نسائی مشکوٰۃ ص۸۶) تم میری قبر کو عید نہ بناؤ۔

اسی اجتماع کا نام عرس ہے جس سے آپ نے منع فرمایا۔ شراح حدیث نے جو معانی و مطالب اس کے بیان کئے ہیں وہ یہ ہیں۔

لا تجتمعوا للزیارۃ اجتماعکم للعید۔	تم زیارت کے لئے اس طرح جمع نہ ہو جیسے تم عید کے لئے جمع ہوتے ہو۔
المراد الحث علی کثرۃ الزیارۃ ای لا تجعلوا کالعید الذی لا یاتی فی السنۃ الا مرۃ۔ (مرقاۃ ہامش مشکوٰۃ ج۱ ص۱۸۶)	اس سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کو کثرت زیارت پر آمادہ کیا جائے کہ تم میری قبر کو عید کی طرح نہ بناؤ جو سال میں صرف ایک بار آتی ہے۔

عرس بھی سال میں ایک مرتبہ کیا جاتا ہے اور ایسا کرنا اس حدیث کے خلاف ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر عُرس اور میلہ لگانا درست نہیں تو کسی اور کی قبر پر کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث لکھتے ہیں۔

لا تجعلوا زیارۃ قبری عیدًا اقول هذا اشارۃ الی سد مدخل التحریف کما فعل الیهود والنصٰری بقبور انبیاءهم جعلوها عیدًا وموسمًا بمنزلۃ الحج۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج۲ ص۷۷ (طبع مصر)	میں کہتا ہوں کہ آپ نے جو یہ فرمایا کہ میری قبر کی زیارت کو عید نہ بناؤ اس میں اشارہ ہے کہ تحریف کا دروازہ بند کر دیا جائے کیونکہ یہود و نصاریٰ نے انبیا کرام کی قبروں کو حج کی طرح عید اور موسم بنا لیا تھا

جناب قاضی ثناء اللہ صاحب حنفی لکھتے ہیں۔

لا یجوز ما یفعله الجهال بقبور الاولیاء والشهداء من السجود والطواف حولها واتخاذ السرج والمساجد	جاہل لوگ حضرات اولیاء کرام اور شہداء کے مزاروں سے جو معاملات کرتے ہیں وہ سب ناجائز ہیں یعنی ان کو سجدہ کرنا اور

الیھا ومن الاجتماع بعد الحول کالاعیاد ویسمونہ عرسًا۔ (تفسیر مظہری ج۲ ص۶۵)

ان کے گرد طواف کرنا اور ان پر چراغاں کرنا اور ان کی طرف سجدے کرنا اور ہر سال میلہ کی طرح جمع ہونا جس کا نام عرس ہے۔

اسی طرح مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے پیران پیر حضرت شاہ حمزہ صاحب مارہروی المتوفی ۱۱۶۰ھ نے یہ وصیت کی تھی کہ فاتحہ برسی بالکل نہ کریں کہ حکم اسی طرح سے ہے۔ (انوار العارفین ص۳۱۹)

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری کے عرس سے پیر نور الحسن شاہ صاحب واپس آئے تو کشمیری بازار میں میری ان سے اتفاقاً ملاقات ہو گئی۔ اس وقت اپنے مریدوں سے پیر نور الحسن شاہ صاحب فرما رہے تھے کہ ہم تو میاں صاحب کے عرس میں شامل ہونا حج سے بھی زیادہ ضروری اور اہم سمجھتے ہیں۔ ان کی اس بات سے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے بمنزلہ حج کہنے کی تائید ہوتی ہے کہ واقعی یہ لوگ اس عرس کو حج کی طرح ہی سمجھتے ہیں جس سے اس عرس کی اور زیادہ قباحت ظاہر ہوتی ہے۔ پیر نور الحسن شاہ صاحب کے یہ الفاظ سن کر مجھے نہایت حیرت ہوئی اور غیرت دینی نے مجھے ان سے الگ ہونے پر مجبور کر دیا اور میں اپنے مکان کی طرف چل دیا۔

باب ہفتم

بریلویوں کی ہیرا پھیریاں اور خیانتیں

میں تو اب تک ان گیلانیوں کو بریلوی فرقہ سے الگ ایک صوفی جماعت ہی سمجھتا تھا۔ لیکن اب ان کے عقاید و اعمال اور اس کتابچہ اثبات الدعا کے مطالعہ سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ سب گیلانی اپنے جادۂ طریقت کو چھوڑ کر علانیہ طور پر فرقہ بریلویہ میں داخل ہو چکے ہیں اور مولوی احمد رضا خاں کی امت میں مکمل طور پر شامل ہو چکے ہیں نہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اپنی تکفیر کی مشین سے کسی عالم باعمل اور لیڈر کو چھوڑا تھا اور نہ یہ گیلانی یا ان کے مرید اس تکفیر بازی سے کسی کو چھوڑتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا دین اور مشغلہ ہی کفر سازی ہے اور بس۔

ان کے تعصب کا یہ عالم ہے کہ اگر ان کو کوئی کافر نہ کہے تو وہ بھی کفر کے زمرے میں داخل کر لیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ہفت روزہ چٹان لاہور ۱۷ دسمبر ۱۹۶۲ء

نمبر ۱ ہیرا پھیری:- خدا کا خوف کرو ہاں خدا کا خوف کرو۔

میاں شیر محمد صاحب شرقپوری کے ارشادات پر ڈاکہ

خزینہ معرفت حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات و ارشادات کا مجموعہ ہے اس کا ضمنی عنوان ہے "تذکرہ عاشق ربانی شیر یزدانی" سب سے پہلے صوفی محمد ابراہیم قصوری نے ترتیب دیا تھا۔ اس کے صفحہ ۲۸۴ پر دیوبند میں چار نوری وجود ایک ملفوظہ تھا۔ ہم حضرت قبلہ صاحب قدس سرہ کا یہ ارشاد چٹان کے ۲ دسمبر کے شمارہ میں نقل کر چکے ہیں۔ اصاغر بدعت کی دیانتداری ملاحظہ ہو کہ مرتب کی وفات کے بعد ان لوگوں نے دوسرے ایڈیشن میں یہ حصہ حذف کر دیا۔ ملاحظہ ہو ص ۳۱۹

تیسرا ایڈیشن میاں غلام احمد صاحب سجادہ نشین و مالک مکتبہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپور شریف شائع ہوا ہے۔ جس میں یہ عنوان اور عبارت دونوں غائب ہیں۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۴۳۔ اب ان لوگوں کی دیانت کے بارے میں کوئی کیا رائے قائم کر سکتا ہے جو اس نا جرم پر بھی نہیں شرماتے۔ ع۔ ان کے بس میں ہو تو ناموس پیمبر نہ بچے (ماخوذ از چٹان)

میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دیوبند میں چار نوری وجود ہیں۔ ان میں سے ایک شاہ صاحب ہیں۔ "بیس بڑے مسلمان" نامی کتاب مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ لاہور کے صفحہ ۳۸۸ پر بھی ہے۔

نمبر ۲ ہیرا پھیری:- سید عظمت علی شاہ بریلوی گیلانی نے اثبات الدعا پر تقریظ لکھی ہے جس میں انہوں نے یہودیوں کی مثال دے کر چودھویں صدی کے علماء پر دھبہ لگایا ہے کہ یہ حلال چیز کو حرام بناتے ہیں اور استدلال اس آیت سے پکڑا ہے۔ فاتوا بالتوراۃ فاتلوھا ان کنتم صادقین اور اس آیت کا پہلا حصہ چھوڑ دیا ہے۔ اس آیت کا پہلا حصہ ہے۔ کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الا ما حرم اسرائیل علی نفسہ من قبل ان تنزل التوراۃ جس کے معنی یہ ہیں سب کھانے بنی اسرائیل پر حلال تھے مگر جو حرام کئے حضرت یعقوب

علیہ السلام نے اپنے نفس پر توراۃ نازل ہونے سے پہلے۔ اس آیت سے حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام کا اپنے نفس پر اونٹ کا گوشت حرام کرنا ثابت ہوتا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ چودھویں صدی کے علماء میں سے تھے اور یہ واقعہ تورات اور قرآن کے نزول سے قبل کا ہے۔ لیکن عظمت علی شاہ صاحب کی ہیرا پھیری ملاحظہ فرمایئے وہ یہ کہتے ہیں۔ نزول قرآن کے وقت علماء یہود نے کئی حلال چیزوں کو حرام بنا رکھا تھا اور اس کام کو اپنے تقدس اور پرہیزگاری کی دلیل بنا رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کام پر تنبیہ فرمائی اور ان سے فرمایا پس لے آؤ توراۃ اور پڑھو اگر ہو تم سچے۔

اس عبارت میں یہ فقرے خاص طور پر ملاحظہ کے قابل ہیں کہ علماء یہود نے حلال چیزوں کو حرام بنا رکھا تھا۔ حالانکہ اونٹ کا گوشت اپنے نفس پر یعقوب علیہ السلام نے حرام کیا تھا اور وہ یہودی نہ تھے کیونکہ یہودی تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی امت میں سے تھے۔ جو توراۃ کے نزول کے بعد پیدا ہوئے یہ ہیرا پھیری اللہ کی کتاب میں ہوئی اور پھر حلال کو حرام بنانے کا الزام چودھویں صدی کے علماء پر دھر دیا کہ انہوں نے حلال کو حرام بنا دیا ہے۔ یہ بھی جھوٹ اور ہیرا پھیری ہے۔ حالانکہ مسئلہ ہمارے مابین متنازعہ یہ تھا نماز جنازہ کے بعد دعاء مانگنا بدعت اور مکروہ ہے اور زیادت نماز جنازہ پر ہے حالانکہ فقہاء عظام رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کا فیصلہ فرما دیا ہے کہ یہ دعاء بدعت اور مکروہ ہے اس سے ان کے قول کے مطابق اس حلال کو حرام یا جائز کو ناجائز بنانے کی زد میں تمام فقہاء کرام آجاتے ہیں اور ہماری پوزیشن ثانوی رہے گی۔ یہ بھی ان کی خیانت، گستاخی اور ہیرا پھیری ہے۔

نمبر ۳ ہیرا پھیری اور خیانت :۔ ماسٹر شبیر حسین کی جس نے اثبات الدعاء بعد صلوۃ الجنازہ مرتب کی ہے، اور تمام فقہاء کرام کے خلاف یہ فتویٰ دیا ہے کہ دعاء بعد نماز جنازہ کے جائز و مستحب ہے بدعت اور مکروہ نہیں یعنی تمام فقہاء کی تصریحات کو غلط قرار دے کر اپنا قیاس کر کے یہ بات بتائی اور پھر آخر میں یہ تاویل کی کہ کھڑے ہو کر نماز جنازہ کے بعد دعاء نہیں مانگنی چاہیئے بیٹھ کر دعاء مانگنی چاہیئے۔ یہ شبیر حسین

کی بدحواسی اور ہیرا پھیری ہے جو عند اللہ قابل معافی نہیں ہے۔ شریعت میں کوئی کام نیا جو شریعت میں سے نہ ہو جاری کرنا بدعت مذمومہ ہے جس کی شریعت میں کوئی دلیل اور جواز نہ ہو۔ بفرمان مصطفویؐ من احدث فی امرنا (امر شریعت) ما لیس منہ فھو ردٌّ۔

نمبر ۴ ہیرا پھیری اور خیانت :۔ اثبات الدعاء کا مقدمہ حافظ محمد سعید صاحب نے لکھا ہے جس میں انہوں نے مولانا سرفراز احمد خاں صاحب صفدر کے مقدمہ تحقیق الدعاء بعد صلوۃ الجنازہ پر اعتراضات کئے ہیں کہ مولانا سرفراز صاحب نے مقام ابوحنیفہ اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ صوم الدہر بظاہر حدیث کے الفاظ سے منع معلوم ہوتا ہے اور تین دن کم مدت میں قرآن کریم کو ختم کرنے کی بظاہر حدیث سے ممانعت معلوم ہوتی ہے اس کے بعد مولانا ممدوح نے تعامل و اجماع صحابہ سے چند بزرگوں کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ صوم الدہر رکھتے تھے اور ایک شبانہ روز میں ختم قرآن کیا کرتے تھے چنانچہ مولانا لکھتے ہیں کہ امام وکیع ابن الجراح صائم الدہر تھے۔ حضرت امام بخاری صائم الدہر تھے۔ امام شعبہ ابن الحکم صائم الدہر تھے۔ اسی طرح ختم قرآن کے بارے میں مولانا ممدوح نے لکھا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہم، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور ائمہ اسلام میں حضرت امام شافعی، امام وکیع ابن الجراح امام یحییٰ بن سعید قطان اور امام بخاری رحمہم اللہ کا ذکر کیا ہے۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر حدیث کے ظاہر الفاظ سے صوم الدہر کی ممانعت اور تین دن سے کم مدت میں قرآن مجید کے ختم کرنے کی ممانعت مترشح ہوتی ہے لیکن جو کچھ صحابہ کرام رضؓ اور ائمہ کبار رحمہم اللہ علیہم نے ان احادیث سے مفہوم اور مراد سمجھی ہے وہی حق ہے اور اسی پر انہوں نے عمل کیا ہے، اور جن کاموں کی ممانعت ان احادیث سے عام انسانوں کو یا حافظ صاحب کو معلوم ہوتی ہے وہ ممانعت نہیں بلکہ اس کے اندر جواز کی صورت پنہاں ہے جو عوام کی نظروں سے اوجھل ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور ائمہ کرام نے ان پر عمل کر کے یہ پردہ اٹھا دیا کہ یہ عمل جائز ہے یعنی صوم الدہر سوائے ایام ممنوعہ

کے جائز ہے اور تین دن سے کم مدت میں قرآن حکیم کو ختم کرنا بھی جائز ہے۔ چنانچہ میں نے مولوی عبدالحمید صاحب گکھڑ اور نزلہ کے گڑھا والے کو خود اسی طرح رات کو شبینہ میں قرآن حکیم ختم کرتے ہوئے سنا ہے جو شبیر حسین ماسٹر کے استاد بھی ہیں۔ گویا ختم قرآن کم مدت میں پڑھنا اور صوم الدھر عزیمت نہیں لیکن اس کی رخصت ضرور ہے جیسا کہ صحابہؓ اور ائمہ رہ کے عمل سے ثابت ہے۔

اور اسی طرح حافظ محمد سعید صاحب نے صلوٰۃ الضحیٰ کو بدعت لکھا ہے حالانکہ نماز ضحیٰ حضور علیہ السلام کے فرمان سے سنت یا مستحب ثابت ہوتی ہے، اور اس معاملہ میں جو کچھ حافظ محمد سعید صاحب نے لکھا ہے عبارتوں میں پس و پیش اور ہیرا پھیری کر کے مجرمانہ خیانت سے کیا ہے، مولانا ممدوح کی عبارتوں سے یہ باتیں ہر گز ثابت نہیں کہ صوم الدھر اور تین دن سے کم مدت میں قرآن کریم ختم کرنا بدعت ہے۔ ان کے اس طرز عمل سے معلوم ہوا کہ حافظ صاحب بھی اپنے امام البریلویہ کی طرح اسلاف کے نقش قدم پر ہیرا پھیری کے عادی ہیں اور خیانت و تحریف معنوی بھی کر جاتے ہیں۔ ہم نے جو مقدمہ کا جواب لکھا ہے اس میں ان کی خیانت اور ہیرا پھیری ظاہر ہوتی ہے۔ فلینظرثمہ

نمبر ۵ ہیرا پھیری اور خیانت :۔ بحوالہ اخبار چٹان ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۶۲ء بعنوان اور مسلمان کون ہے ؟ صرف احمد رضا خاں جو کافر گری اور کافر سازی کی اس ٹکسال بلکہ یوں کہیئے کہ لیمیٹڈ کمپنی کے مینجنگ ڈائرکٹر تھے۔

ان کی بابت وصایا شریف مرتبہ مولانا مولوی حسین رضا خاں صاحب میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا ہے کہ ان کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق کم ہو گیا۔"

یہ وصایا شریف الیکٹرک ابو العلائی پریس آگرہ میں طبع ہوئی اور ہمارے پاس محفوظ ہے لیکن لاہور کے نوری کتب خانہ داتا صاحب نے اب جو ایڈیشن چھاپا ہے۔ اس میں، جانے کس خوف سے ترمیم کر دی ہے یعنی کم کی جگہ اور زیادہ لکھدیا۔ اب عبارت

یہ ہے۔

"صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق اور زیادہ ہو گیا یعنی علیحضرت قبلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زہد و تقویٰ کا مکمل نمونہ اور مظہر اتم تھے۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تو کسی کو کافر نہیں بنایا تھا تو پھر احمد رضا خاں کیسے مظہر اتم ہو گئے ؟

نمبر ۶ ہیرا پھیری اور خیانت :۔ ماسٹر شبیر حسین نے ایک عجیب بات صفحہ ۱۴ پر لکھی ہے وہ یہ کہ "جنازہ کے بعد دعا نہ مانگنے والوں کو یقین ہے کہ ہم عبادی میں داخل نہیں ہماری دعا مردود ہے تو مانگنے کا کیا فائدہ اسی لئے وہ دعا نہیں مانگتے اگر یہ بات واقعی درست ہے تو وہ لوگ بزعم خویش سچے ہیں وما دعاء الکفرین الا فی ضلال۔"

ماسٹر صاحب کا کتنا خیال غلط ہے کہ نماز جنازہ کو انہوں نے دعا نہیں سمجھا، ان کے نزدیک صرف یہی خانہ ساز دعا ہی فرض کفایہ ہے حالانکہ نماز جنازہ کو نبی علیہ السلام نے بوحی الٰہی جاری فرمایا ہے جس کو انہوں نے دعا ہی نہیں سمجھا اس بات سے نماز جنازہ جیسی اہم اور فرض دعاء اور فرمان مصطفوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخت توہین ہوئی اور پھر خود ساختہ بریلوی جماعت والوں کی دعا، جو نہیں مانگتے ان پر وما دعاء الکفرین الا فی ضلال چسپاں کر کے ان کو کافر بنا رہے ہیں یا للعجب۔

آیئے میں دکھاتا ہوں کہ یہ آیت کس بڑی آیت کا آخری حصہ ہے جس سے تمہاری خیانت اور ہیرا پھیری خوب ظاہر ہو جائے گی۔ ارشاد رب العزت یہ ہے۔

لهٗ دعوة الحق ط والذین یدعون	اسی کا پکارنا سچ ہے اور جن لوگوں کو پکارتے
من دونه لا یستجیبون لهم بشیٔ	ہیں اس کے سوا وہ نہیں کام آتے ان کے
الا کباسط کفیه الی الماء لیبلغ	کچھ بھی مگر جیسے کسی نے پھیلائے دونوں
فاه وَمَا هُوَ ببالغه ط وما دعاء	ہاتھ پانی کی طرف کہ آ پہنچے اس کے منہ تک
الکفرین الا فی ضلال۔	اور وہ کبھی نہ پہنچے گا اس تک اور جتنی پکار ہے

کافروں کی سب گمراہی ہے۔ (پ ۱۳، رکوع ۸)

ناظرین اس آیت کو خوب غور سے پڑھیں کہ یہ آیت کن لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو غیر اللہ کو مدد کے لئے پکارتے رہتے ہیں تاکہ وہ ان کی غائبانہ مدد کریں جو قبروں کی پوجا کرتے ہیں ان پر چڑھاوے چڑھاتے رہتے ہیں، سجدے کرتے ہیں اُن پر عرس و میلے کرتے ہیں اور ان کا سارا دار و مدار ہی قبر پرستی پر ہے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کا دعا کرنا بالکل بیکار ہے جس طرح ایک آدمی کنوئیں کی منڈیر پر کھڑا ہو کر یہ کہتا رہے کہ اے پانی میرے منہ میں آجا وہ پانی ہرگز اس کے منہ میں نہیں پہنچے گا یہ ایک مثال ہے کہ ان کافروں اور مشرکوں کی دعا بھی اسی طرح بیکار ہے۔ مثال بالکل واضح ہے بت پرست کسی نبی ولی کا بت بنا کر اس کی عبادت سجدہ کی کرتے ہیں یا ان سے حاجتیں مرادیں مانگتے ہیں یہی حال قبر پرستوں کا ہے کہ ان بزرگوں سے یہ لوگ وہی معاملہ کرتے ہیں جو انہوں نے بتوں سے کیا تھا اس لئے حضور نبی کریم رحمۃ اللعالمین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رب کے حضور یہ دعا مانگی تھی لا تجعل قبری وثنًا یعبَدْ۔

آخر میں دو چار حوالے مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلی کے لکھے جاتے ہیں:

وہ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں (عرض) کھانے کے وقت شروع میں بسم اللہ پڑھ لینا کافی ہے؟

(ارشاد) ہاں کافی ہے۔ بغیر بسم اللہ شیطان اس کھانے میں شریک ہو جاتا ہے۔ اور بغیر بسم اللہ عورت کے پاس جانے سے اس کی اولاد میں شیطان کا ساجھا ہوتا ہے۔

(ملفوظات صـ ۱۲۲ ج ۲)

ہاں بسم اللہ شریف حقہ پیتے وقت نہیں پڑھتا۔ (ملفوظات صـ ۱۲۲ ج ۲)

حقہ کے متعلق فتویٰ۔ جس نے حقہ پیا اس نے کعبہ معظمہ میں اپنی ماں سے زنا کیا۔ تغلیظاً۔ (احکام شریعت صـ ۲۸۷ ج ۳ مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور)

ان ملفوظات سے چند باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ صرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ

کر کھانا کھانا چاہیئے، مروجہ ختم کی ضرورت نہیں، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جس کام میں بسم اللہ شریف نہ پڑھی جائے اس میں شیطان شریک ہو جاتا ہے اس میں سے برکت اُڑ جاتی ہے۔ خاں صاحب اگر حقہ پیتے وقت بسم اللہ شریف نہ پڑھتے تھے تو اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ شیطان ان کے ساتھ شریک ہو جاتا ہوگا۔

خان صاحب کی آخری وصیت

اعزہ سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء میں سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ دودھ کا برف خانہ ساز اگر بھینس کے دودھ کا ہو۔ مرغ کی بریانی۔ مرغ پلاؤ خواہ بکری کا۔ شامی کباب پراٹھے اور بالائی فیرینی۔ اردکی پھریری دال مع ادرک و لوازم۔ گوشت بھری کچوریاں۔ سیب کا پانی۔ انار کا پانی۔ سوڈے کی بوتل، دودھ کا برف۔ اگر روزانہ ایک چیز ہو سکے یوں کر دیا جیسے مناسب جانو۔ (وصایا شریف صـ ۳)

علماء ہندوستان و پنجاب وغیرہ نے انگریزوں کے زمانہ میں یہ فتویٰ دیا تھا کہ ہندوستان دار الحرب اور انگریزوں نے کئی علماء کو شہید کر دیا تھا۔ اس وقت خان صاحب نے اوڈوائر نامی ظالم گورنر کو سپاسنامہ دیا اور اس میں ہندوستان کو دار السلام کہا۔ دیکھئے بمقابلہ انگریزوں کے کیا فتویٰ دیتے ہیں۔

(۱) ہندوستان بفضلہ تعالیٰ دار الاسلام ہے۔ (عرفان شریعت صـ ۳ ج ۱۔ احکام شریعت صـ ۳۰۸ ج ۲)

(۲) مسلمانان ہند پر حکم جہاد و قتال نہیں (دوام العیش صـ ۱۲۳ مصنفہ احمد رضا خاں) (اخبار پاکستانی ۲۵ جولائی ۱۹۵۸ء صـ ۲)

مولوی احمد رضا خاں بریلوی کے صاحبزادہ صاحب لکھتے ہیں لیڈر (یعنی خلافتی مسلمان رہنما) ہم غرباء اہل سنت رضا خانیوں کو نصاریٰ کا طرفدار اور رشوت خوار اور ترکوں کا دشمن بتاتے ہیں۔ (تمہید حمید صـ ۱۱ مطبوعہ حسنی پریس بریلی)

خانصاحب کے فتووں کی تائید میں صاحبزادہ صاحب کا اتنا بیان بھی کافی ہے۔ رشوت خوار رشوت لینے کھانے کا ہرگز اقرار نہیں کرتے فہو المراد۔

کیا یہی اسلام ہے

ماتمؔ کر انگریز سے خونِ شہیدانِ حرم ... آپ مُردوں کی بڑھاؤ کیا یہی اسلام ہے؟

خواجۂ کونین کے اسلام کی بنیاد و بیخ ... اپنے ہاتھوں سے گراؤ کیا یہی اسلام ہے؟

حسبِ احمد رضا ہیں مفتیان بدزبان ... سامنے آکر بتاؤ کیا یہی اسلام ہے؟

حاشیہ ادرک کی چٹنی کا پھریری دال میں ... قورمہ - فرنی - پلاؤ - کیا یہی اسلام ہے؟

عاقبت کے نرخ پر ہنگامۂ تکفیر سے ... آگ ہر گھر میں لگاؤ کیا یہی اسلام ہے؟

_______________ شورش کاشمیری - چٹان لاہور ۶۲-۱۰-۱۵

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس فقیر کو اس آخری عمر میں یہ ہمت و توفیق بخشی کہ میں اثبات الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ کا جواب لکھنے کے قابل ہوا اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو قبول فرما دیں۔ اس کے بعد میں اپنے تمام احباب، اقرباء کو یہ وصیت کرتا ہوں۔ کہ میرا آخری وقت ہے پتہ نہیں کس وقت داعی اجل کو لبیک کہہ جاؤں۔ آپ سب صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت مالی، بدنی، قلبی کرتے رہیں۔ شرک اور غیر اللہ کی عبادت قبروں کو سجدہ کرنے اور ان سے حاجات طلب کرنے اور ان پر نذر و نیاز چڑھاوے کو چڑھانے سے قطعی پرہیز رکھیں۔ اس کے بعد بدعت و محدثہ سے جس کا ثبوت قرآن حکیم، سنت رسول اور اجماع صحابہ سے نہ ہو اس سے پرہیز کریں۔ کیوں کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کل بدعۃ ضلالۃ۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی پابندی لازم رکھیں کیوں کہ یہ اسلام کی بنیاد ہیں۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسول رب العالمین واصحابہ واٰلہ الطاہرین۔

ہم نے جو بات کہی عین شریعت سے کہی ... علم سے حکمت و اجماع و طریقت سے کہی

زیغ ہے فتنہ و تاویل ہے بدعت تیری ... حق نے جو بات کہی عین حقیقت سے کہی

بریلی کے فتوی کا سستا ہے بھاؤ ... جو بکتے ہیں کوڑی کے اب تین تین

خدا نے یہ کہہ کر انہیں ڈھیل دی ... وَاُمْلِیْ لَهُمْ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ

مولانا ظفر علی خاں صاحب مرحوم۔

(ختم شد)

مصنّف کی دیگر کتب

النور والبشر ________ (زیرِ طبع)
الدین القیم ________ (زیرِ طبع)
اہل البیت ولیطھرکم تطھیرا ________ (زیرِ طبع)
سوانح مولانا عزیز علی شاہ صاحب ________ -/۱۵ روپے

مکتبہ حنفیہ کی مشہور مطبوعات

بلغۃ الحیران فی ربط آیات الفرقان از استاد المفسرین مولانا حسین علی صاحب -/۱۸۰ روپے
ترتیب نزول قرآن، حکیم اجمل خاں -/۳۶
قرآنی دستور انقلاب، امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی -/۳۰
قرآنی اصول انقلاب، امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی ۱۰/۵۰
قرآنی فکر انقلاب، امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی -/۱۲
عنوان انقلاب، امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی -/۳۰
جنگِ انقلاب، امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی -/۲۷
قرآنی اساسِ انقلاب، امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی -/۱۸
ایشیاء کا عظیم انقلابی لیڈر یعنی شیخ الہند ۱۰/۵۰
سیرت یوسف علیہ السلام قرآن کی روشنی میں -/۷۵
بانی تبلیغ مولانا محمد الیاس صاحب اور رئیس التبلیغ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب کے حیرت انگیز واقعات -/۱۸۰

رابطہ کے لیے

مکتبہ حنفیہ اردو بازار گوجرانوالہ، پنجاب، پاکستان
المحمود اکیڈمی اردو بازار لاہور، پنجاب، پاکستان
مکتبہ صدیقیہ نور محل روڈ بہاولپور، پنجاب، پاکستان